618

خزینۂ ذوقِ عبرت کا ہے گنجِ شوقِ حسرت ہے
عجب کچھ منظرِ دلکش طلسمِ جزو فطرت ہے

تاریخ اودھ

حصۂ سوم

(جسمین)

نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی سے وزیر علی خان پسر لطفی آصف الدولہ کے عزل و نصب تک کے کل واقعات آصف الدولہ کی رکیک حرکات۔ اُنکے چھپے رازون کا انکشاف و پوست کندہ حالات۔ اُنکی عجیب و غریب سخاوت اور بیجا و لایعنی اسراف۔ آصف الدولہ کی اپنی مان یعنی بہو بیگم کے ساتھ سختئ معاملات و سوءِ ادبی و تحکمات۔ اُنکی صحبت مین یواج اور ذلیل لوگون بھڑوون کی مداخلت اور نواب وزیر کی اُنسے صحبت۔ وزیر علی خان ایک خادمہ کے لڑکے کا آصف الدولہ کے انتقال پر مسند نشین سلطنت ہونا اور چار ماہ تک حکومت کرکے اپنی نالائقیون کے ہاتھون اور نیز اصلیت ظاہر ہوجانے پر سلطنت سے معزول ہوکر در بدر ٹھوکرین کھاتے پھرنا اور انگریزون سے برسر مقابلہ ہونا اور آخر کو قید ہوکر آنا اور حالت قید ہی مین دنیا سے کوچ کرنا۔ اور اُسکے عزل کے بعد نواب سعادت علی خان کا سلطنت اودھ کے تخت پر بیٹھنا اور حق بہ حقدار رسد کا غلغلہ اُٹھنا اور انگریزون کا نواب وزیر سے نیا معاہدہ کرنا یہ تمام واقعات حسرت اندوز و سبق آموز درج ہین

مصنفۂ

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری مدظلہ اللہ القوی مصنف کتب متعددہ

باہتمام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۱۹ع

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپکر شایع ہوئی

شیخ غلام محمد ...

No. 24467
Date 21.1.59
SRINAGAR
10 I
1M

تاریخ اودھ

حصۂ سوم

نواب آصف الدولہ یحییٰ خان بہادر ہزبر جنگ

ان کا نام مرزا یحییٰ خان اور عرف مرزا امانی تھا اواخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین
امۃ الزہرا بیگم المخاطب بہ جناب عالیہ بہو بیگم بنت موتمن الدولہ محمد اسحاق خان
شوستری کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ صاحبزادگی مین انکو شاہ عالم نے
عہدۂ میر آتشی اور غسل خانے کی خدمت دی تھی ان کا تلے کا دھڑ اوپر کے
دھڑ سے چھوٹا تھا اِس وجہ سے گھوڑے پر سوار نہین ہو سکتے تھے ہاتھی اور
پالکی پر سوار ہوتے تھے قوت حافظہ نہایت قوی تھی جسکو ایک نظر دیکھ لیا پھر
وہ چیز اُن کے ذہن سے نہین اُتر سکتی تھی۔ تعزیہ داری دھوم دھام سے کرتے
تھے جس دوکان مین سر بازار تعزیہ ملاحظہ کرتے تو اُدھر سے پیادہ پا نکلتے۔ کم سے
کم پانچ روپے اور زیادہ سے زیادہ ہزار روپے نذر کرتے تھے۔ کئی لاکھ روپے کا
ہر سال محرم مین خرچ تھا۔ بسنت اور جشن وغیرہ مین بھی ہر سال لاکھون روپے
صرف کرتے تھے اُن کے باورچیخانے کا صرف روزانہ بائیس سو روپے سے زیادہ
تھا جب ہاتھیون کے شکار کو جاتے تو اُن کے ہمراہی چالیس چالیس ہاتھی باندھ لاتے

حلیۂ شریف۔ مزاج مبارک۔ تعلیم و تربیت

محمد فیض بخش ساکن کاکوری نے فرح بخش مین اپنی چشم دید آپ کا حلیہ اور مزاج مبارک وغیرہ اس طرح لکھا ہے۔

(حلیۂ مبارک) چہرہ پر وجاہت تھی نقشہ چہرے کا کسی قدر باپ کے چہرہ سے ملتا ہوا تھا۔ اوپر کا دھڑ بڑا تھا اور تلے کا دھڑ کمر سے پاؤن تک کسی قدر چھوٹا تھا جب بیٹھ جاتے تو معلوم ہوتا کہ خوش قامت جوان ہین۔ جب کھڑے ہوتے تو آدمیون کی کمر تک پہنچتے۔ چُھٹپن سے بدن فربہ تھا۔ کان اور گردن اور غبغب باہم گوشت کا ایک قطع معلوم ہوتے تھے۔ اُنگلیان اور ہاتھون کی ہتھیلیان موٹی اور کوتاہ تھین۔

(مزاج ہمایون) طفلی سے مزاج شریف لہو و لعب کی طرف مائل تھا۔ مردم ہواج کے ساتھ صحبت مناسبت رکھتی تھی اسی لیے رذیل۔ سفلہ اور دون ہمت لوگون کی ہم نشینی زیادہ پسند تھی۔ بے محل ہنسنا۔ گالی دینا۔ اور پھر فحش کلام کے جواب کا ترکی بترکی طالب رہنا۔ لایعنی کھیلون کی طرف رغبت رکھنا جس شخص کی زبان فحش کلامی کی عادی ہوتی اُس سے نہایت محظوظ ہونا محفل مین زیادہ تر کلمات فسق کو پسند کرنا طبعی خاصہ تھا۔

(تعلیم و تربیت) جناب والا کو جب مکتب مین بٹھایا تو معلم و ادیب اور خوشنویس حاضر ہوئے۔ سید شرف الدین خان محمد شاہی ایک نہایت مہذب اور دانائے عصر آدمی تھے اُنھون نے محمد شاہ کے حضور مین آداب مجلس سیکھے تھے۔ اتالیقی

مقرر ہوے آداب نشست و برخاست اور تعلیم حرکات وسکنات بتانا ان کا کام تھا
ان کا بیٹا صاحبزادے کی خدمت مبارک مین دن بھر حاضر رہتا وہ فرح بخش
کے مؤلف سے بیان کرتا تھا کہ ہر فصل وموسم مین ہر قسم کے میوؤن اور پھلون کی
ڈالیان روز لاکر اُن کے سامنے رکھتے تھے ایک دن اتالیق نے عرض کیا کہ انمین
سے جون سی چیز کی طرف رغبت خاطر عالی ہو اُسکی طرف میل فرمائیے باوجودیکہ
خدمتگار حاضر تھے خود جھپٹ کر شکر قند اُٹھا لیا اور دیر تک ہاتھ مین رکھکر اجلاف
کی طرح اُس سے بازی کرتے رہے۔ اتالیق نے کہا کہ امیرزادے ایسی ذلیل
چیزون کی طرف متوجہ نہین ہوتے نہ اس مین کوئی مزہ ہے نہ صورت اچھی ہے
پھینکدیجیے کئی بار تاکید کی مگر نہ پھینکا۔ اتالیق نے خود زور سے چھین کر پھینکدیا
اور باغبانون کو حکم دیا کہ شکر قند اور کیلے کی قسم سے کوئی چیز ڈالی مین نہ لگایا کرین۔
یہان تک کہ سن شباب کو پہنچے اگرچہ کسی قدر حرف آشنا ہوگئے لیکن
میلان خاطر صرف لہویات کی طرف یوماً فیوماً غالب تھا۔ پدر والا گہر کبھی کبھی
اپنے پاس بُلا کر تربیت کا امتحان لیتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ صاحبزادے کی اصل
طینت و طبیعت ایسے خلاف دستور کامون کی طرف متوجہ ہے جو امیرزادون کی
وضع سے بہت دور ہین دست تاسف ملتے تھے چونکہ بیگم کی پاسداری خاطر غالب
تھی زبان سے کچھ نہ کہتے یہانتک نوبت پہنچی کہ ادیب موقوف ہوئے۔ اور
صاحبزادے کے چہرے پر سبزے کا آغاز ہوا۔ اب باپ نے مصاحب اور ہمنشین
آداب دان اُنکے پاس حاضر باشی کے لیے مقرر کیے تاکہ خراب اور واہی باتون
سے بچا کر ملک ستانی کے آئین۔ آراستگی فوج کے دستور شمشیرزنی وشجاعت کے

قواعد۔ داد و دہش کے ضوابط۔ عدالت و انصاف کے آداب مروت و حیا کے برتاؤ بتائین۔ تیر اندازی و بندوق زنی کی مشق کرائین اور جتنے لوازم امارت و ریاست کے ہین اُنکے سکھانے مین دقیقہ فروگذاشت نکرین۔ رات دن ان مصاحبون کی یہی کوشش تھی۔ جب عمر کا ایک بڑا حصہ ان شغلون مین بسر ہوا تو صاحبزادے کو یہ تین باتین بخوبی آگئین ایک سخاوت دوسرے تیر اندازی تیسرے بندوق زنی باقی ہر کام مین کچھ بھی نہین ہوئے اور سخاوت ایسے تو اتنا جوہر ذاتی ہوگئی کہ فضول خرچی اور مسرفی کے درجے کو پہنچ گئی۔ مزاج مین بے مروتی اور ناآشنائی نے اتنا غلبہ کیا کہ جن لوگون سے بے حد مانوس ہوتے اور اُنکی جدائی ایک منٹ کو گوارا نہ ہوتی اگر اُن سے تھوڑی سی حرکت بھی مزاج کے خلاف سرزد ہوتی یا کوئی نصیحت کی بات کہدیتے تو آنی طوطا چشمی کرتے کہ پایۂ اعتبار سے گراکر پاس سے نکال دیتے۔

بیاہ۔ قوت رُجولیت

جب بیاہ کی نوبت پہنچی تو شجاع الدولہ نے کمال تمنّا کے ساتھ قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی بیگم شولاپوری کو دہلی سے طلب کیا اور اُن کے دوسرے بیٹے انتظام الدولہ خانخانان کی بیٹی شمس النسا بیگم کے ساتھ کمال طمطراق کے ساتھ بیاہ کیا اس کام مین لاکھون روپے خرچ ہوئے لیکن زناشوئی کی نوبت نہ پہنچی۔ کبھی آصف الدولہ کے دل کو التفات جیسا کہ عالم کی رسم ہے نہ ہوا ایک رات بھی دلھن سے ہمخواب نہ ہوئے اس وجہ سے ماں باپ کے دل کو بے حد ملال پیدا ہوا

اطبائے حاذق کو ارشاد کیا کہ دوا کرکے اصلاح کرین - اگرچہ فی الجملہ قوت باہ تھی
لیکن کسی کی کوشش اور سعی سے پورا فائدہ نہوا کیونکہ جب کوئی عمدہ نسخہ ضماد و طلاء
کا طبیب بناکر حاضر کرتے تو اُن کے سامنے لگا لیتے اور خلوت مین جاکر دور کردیتے -

ایک راز کا انکشاف

سیر المتاخرین مین جب مین نے یہ بات دیکھی کہ "جس فعل کے ساتھ آصف الدولہ
کو عوام متہم کرتے ہین وہ اُنکی ظاہری وضع سے پایا نہ جاتا تھا بلکہ نہایت دور معلوم
ہوتا تھا"۔ اِس بات کا مطلب عرصے تک صاف نہوا جبکہ محمد فیض بخش کی کتاب
مین نے دیکھی تو اُس بات کی تہ کو پہنچا۔ وہ لکھتا ہے کہ آصف الدولہ کے دل مین اکثر
یہ بات گذرتی تھی کہ اگر مان باپ کا خوف اُٹھ جائے تو بکشادہ پیشانی جو کچھ دل
مین آئے وہ کرگزرین اُن کے پدر والا گہر نے چند مرتبہ خبر دہندون اور خواجہ سراؤن
سے جو صاحبزادے کی خدمت مین متعین تھے حقیقت حال معلوم کرکے اُن کو
بہت کچھ دھمکایا اور ڈرایا اور اُن کے بد وضع ہمنشینون مین سے بعض کو حبس دائمی
کی سزا دی - بعض پواج خیرہ سر کو راتون مین دریا مین ڈبوا دیا لیکن باوجود
اس انتظام کے مزاج مبارک نے جادۂ بے اعتدالی سے تجاوز نہ کیا"۔
اِس بیان سے سیر المتاخرین کی یہ شرح معلوم ہوتی ہے کہ آصف الدولہ کے
بد وضع ہمنشین خلاف وضع فطری کام مین رہتے تھے اگر ایسا نہوتا تو اُن کو
حبس دوام اور غرق دریا کی سزا کیون دی جاتی پاس سے نکلوا دینا کافی تھا
شجاع الدولہ کو اتنی غیرت آنا صاف دلالت اُس مطلب پر کرتا ہی اگر صاحبزادے

خود خلاف وضع فطری کام کا ارتکاب کرتے ہوتے تو مفعول لڑکون کو ایسی سخت سزائین ندی جاتین اور خاصکر ضعیف الباہ شخص فاعل نہین ہو سکتا ہے اُن کو اگر فاعلیت کا شوق ہوتا تو دواؤن کے استعمال سے قوت باہ کے اضافہ کی طرف ضرور راغب رہتے کمزور باہ والا آدمی دوسرے پر قادر کب ہو سکتا ہے مفتاح التواریخ مین تو تصریح کردی ہے کہ آصف الدولہ مین رجولیت ہی نہ تھی پھر مجھے تعجب ہے کہ اُن کے نطفے سے دو بیٹون کا ہونا کیون بیان کیا جاتا ہے۔

آصف الدولہ کی مسند نشینی کے وقت اُنکی دادی کا نہایت مناسب مشورہ دینا

جب شجاع الدولہ رہگرائے عالم ملک آخرت ہوئے تو نواب عالیہ صدر جہان والدۂ شجاع الدولہ نے اپنے بیٹے کی بی بی اپنی بہو کو صلاح دی کہ "آصف الدولہ تمھارے حقیقی بیٹے ہین انکی عمر گو ۲٦ سال کی ہے مگر ابتک ایسے لہو و لعب کی طرف راغب ہین جو شان امارت کے خلاف ہے آئین و تمکین و بندوبست اور کارہائے امارت مین غور و خوض کی بو بھی اُن کے دماغ کو نہین لگی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ سے یہ تمام سامان جو تمھارے شوہر نے جمع کیا ہے تھوڑے سے عرصے مین خراب و برباد ہو جائے گا اس لیے یہ مناسب ہے کہ آصف الدولہ کو برائے نام مسند پدر پر بٹھا دیا جائے اور مرزا سعادت علی خان کو جو ایک لائق فائق نوجوان ہین اُن کا نائب بنایا جائے" جناب عالیہ والدۂ آصف الدولہ نے جواب دیا کہ مین نے عُمر بھر مین یہ ایک ہی بیٹا پایا ہے بُرا یا بھلا جیسا بھی ہے

میری عمر بھر کی کمائی ہے اور آپ کے نزدیک شجاع الدولہ کے تمام بیٹے برابر ہین"
بڑی بیگم نے فرمایا کہ مین نے تو وہ بات بتائی جو مجھے بہتر معلوم ہوئی اب تم جانو
تمھارا کام جانے"

نواب آصف الدولہ کا مسند نشین ہونا

۲۴[1] ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری روز پنجشنبہ کو شجاع الدولہ کا جام ہستی لبریز ہوا
اور تجہیز و تکفین کے بعد اُن کے جنازے کو دفن کرنے کے لیے لے چلے
مرزا علی اور سالار جنگ بھی جو آصف الدولہ کے حقیقی ماموں تھے دفن کرانے کے لئے
جنازے کے ساتھ گئے سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اپنی مسند نشینی
کی تعجیل کے لیے اپنے محرمان اسرار اُن کے واپس لانے کو روانہ کیے اول تو اُنھون
نے دنیوی شرم و لحاظ کر کے مراجعت سے عذر ظاہر کیا مگر جب دوبارہ آصف الدولہ
کا تاکیدی حکم صادر ہوا کہ ضرور حاضر ہون اُس وقت دونون بھائی مجبور ہو کر واپس
ہوئے اور اُن کے واپس ہوتے ہی اور لوگ بھی خوشامد کی راہ سے جنازے کا
ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چلے آئے۔ آصف الدولہ نے بعد تنقیح مصلحت کے نواب ممتاز الدولہ
کرنیل کلیس اور مسٹر کنوی کو جو اہالیان کمپنی کی طرف سے مامور تھے[2] اور شجاع الدولہ
کی مصاحبت مین رہا کرتے تھے طلب کر کے کہا کہ تاخیر مناسب نہین مشیت ایزدی
سے کیا چارہ ہے اب مصلحت یہی ہے کہ مجھے مسند حکومت پر جانشین کرو اول
سرداران مذکور نے عجلت مناسب نہ سمجھی باتون مین آصف الدولہ کی تسلی کر کے انجام کار کچھ

---

[1] فیض بخش نے ۲۳ ذیقعدہ روز چہارشنبہ لکھا ہے ۱۲ [2] دیکھو قیصر التواریخ ۱۲

نظر فرمائی۔ مگر جب آصف الدولہ نے عجلت ظاہر کی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ درصورت جلد ہوجانے ہماری مسند نشینی کے بہت سا روپیہ آپ لوگون کو دیا جائے گا۔ اُنھون نے سوچا کہ اول توشجاع الدولہ کا بڑا بیٹا اور بموجب آئین وراثت کا بھی مستحق ہے دوسرے ہمارا کچھ نقصان نہین بلکہ ہمارا فائدہ ہوتا ہے بس اس خیال سے دستار ریاست اُن کے سر پر باندھکر۔اُن دونون انگریزون نے تہنیت ادا کی اعیان دولت حاضر ہوئے اور نقارچی بھی جنازے کی ہمراہی چھوڑکر نوبتخانے مین آئے۔ہنوز باپ کی لاش دفن بھی نہ کرنے پائے تھے بلکہ بقول محمد فیض بخش اُنکی لاش نقارخانے کے دروازے تک پہنچی تھی کہ نوبت خانے سے شادیانے کی آواز بلند ہوئی اور کوئی جھگڑا اُنکی جانشینی کے واسطے نہین کھڑا ہوا کیونکہ کوئی اور مدعی سلطنت نہ تھا لیکن تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منجمون نے آصف الدولہ سے عرض کیا تھا کہ مسند نشینی مین جلدی کرنی چاہیئے اور نواب نے اس امر کو فتوت وکرم سے دور سمجھا تھا کہ ابھی توباپ کا جنازہ پڑا ہوا ہے اور خود مسند نشینی کے مراسم ادا کرین۔ دولت خواہون نے دیکھا کہ ساعتِ سعید نکلی جاتی ہے اس لیے کرنیل کلیس کو بلاکر بیان کیا کہ دیر مناسب نہین مشیت ایزدی جاری ہوگئی اب یہی بہتر ہے کہ صاحبزادے کو مسند آرا کردیا جائے کیونکہ یہی باپ کے ولیعہد اور ریاست کے مستحق ہین چنانچہ ابھی نواب مرحوم کی نعش زمین مین سونپنے بھی نہ پائے تھے کہ بضرورت نواب سالارجنگ اور نواب مرزا علی خان نے تابوت کی مشایعت سے مراجعت کی اور دارالامارت مین آکر آصف الدولہ کو شجاع الدولہ کا جانشین بنادیا کہان ماتم کا شور تھا کہان مبارکباد اور شادمانی وتہنیت کا غلغلہ مچ گیا۔

تاریخ مسند نشینی

گشت از پاے آصف الدولہ رونقِ مسندِ وزارت ہند

دیگر

دربست و چہار مین ز ماہ ذیقعدہ بگشود درِ طرب حکیم مُطلق
یعنی کہ بمسندِ وزارت بنشست نواب کہ ز آصفِ سُلیمان اسبق
ہم دولت آصف و سمی ایں یحییٰ خانی و بہادری بہ اسمش مُلصق
منصور۔ شجاع و مثل صفدر در جنگ بردہ بہ سعادت و سخا گوے سبق
شد بے سر جہد سال تاریخ جلوس نو داد بمسندِ وزارت رونق

سید مرتضی خان جو ایام صاحبزادگی سے میر سامان تھے آصف الدولہ نے اُن کو اپنا نائب بنایا اور مختار الدولہ ہیبت جنگ خطاب دیا۔ سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ ہفت ہزاری منصب اور نوبت اور ماہی مراتب بھی عطا کیا اور رجر نیلی کا عہدہ اُن کے بڑے بیٹے مرزا بزرگ کے نامزد کیا اور اقبال الدولہ خطاب دیا اور اس عہدے کی نیابت خوشحال راے پسر نول راے کو عنایت کی اور عہدۂ نظارت خانسامانی تحسین علی خان اور آفرین علی خان خواجہ سراؤن کے سپرد کیا۔

تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے کہ سب امرا نے جو فیض آباد مین تھے مسند نشینی کی نذرین دکھائین مگر امراؤ گر خانہ نشین ہو گیا اور کہا کہ مین فقیر ہون اب سیاحت کرونگا۔ نواب آصف الدولہ یہ خبر سُن کر ایک دن اُسکے گھر گئے اور اپنا لبادہ دے کر دلجوئی کی اُسی دن پُل اسماعیل گنج کی تعمیر کا حکم دیا۔

محمد فیض بخش کہتا ہے کہ آصف الدولہ نے خلعت نیابت کے ساتھ مختار الدولہ

کو جھالردار پالکی اور ہاتھی نقرئی عماری وسائبان دار اور دوسرا سامان امارت جیسے ماہی مراتب وغیرہ جو بادشاہی سرکار کے ہفت ہزاریون کو دیا جاتا ہی عطا کیا خواجہ سرا ؤنکی زبانی اُنکی دادی کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئین اور اپنی سرکار کے ناظر محرم علی خان کو حکم دیا کہ اسی وقت جاکر تمام سامان مختار الدولہ سے چھین لائے اور آصف الدولہ کو سامنے بُلاکر جو کچھ دل مین آیا سخت و درشت کہا محرم علی خان حکم کے بموجب روانہ ہوا ایک ساعت کے بعد آصف الدولہ نے محل سرا سے برآمد ہوکر منع کر دیا چونکہ مسند ریاست کے مالک ہو چکے تھے محرم علی خان باز رہا اور بیگم صاحبہ سے جاکر عرض کر دیا کہ حضور کے ارشاد کے بموجب ہاتھی لیکر ہاتھی خانہ مین بندھوا دیا اور پالکی پالکی خانہ مین پہنچوا دی۔

حسب و نسب مرتضیٰ خان المخاطب بہ مختار الدولہ

میر مرتضیٰ عرف آغا خانی بن میر محمد باقر بن مصطفےٰ المخاطب بہ مصطفوی خان بن سید احمد الملقب بہ طبا طبا خان سادات صحیح النسب ایران سے ہین سید احمد نادرشاہ کے عہد مین ایران سے نکلکر اپنے بیٹے مصطفےٰ کو ہمراہ لیکر ہندوستان مین آئے تھے اُس زمانہ مین بہادر شاہ بن اورنگ زیب کا عہد حکومت تھا دلّی مین موسوی خان کے مہمان ہوے اور فرخ سیر کے عہد تک یہان رہے نواب برہان الملک کے ساتھ ولایت سے شناسائی رکھتے تھے اُن سے ملاقات کر کے فرخ سیر کی ملازمت سے مشرف ہوئے نواب برہان الملک کی بیگم نے ایک سید کی لڑکی رقیہ بیگم نام پالی تھی وہ لڑکی سید مصطفےٰ کے ساتھ منعقد کر دی ایک لاکھ روپے کا جہیز عطا کیا اور

پرگنہ مھونہ باڑہی قلم و لکھنؤ مین اُنکو جاگیر بھی ملی سید مصطفےٰ اپنی جاگیر کو نواب برہان الملک کے ساتھ آئے۔ سید احمد کا لکھنؤ مین انتقال ہوگیا۔ مقبرہ اُن کا راج گھاٹ مین دریاے گومتی کے کنارے تعمیر ہوا سید مصطفےٰ صفدر جنگ کے عہد مین شیر کوٹ اور نگینہ وغیرہ کے حاکم تھے اور وہ سید مصطفےٰ کی بہت عزت کرتے تھے اور صنادید عرب اور پیرزادہاے برہان الملک سعادت خان سے جانتے تھے لیکن محمد فیض بخش کی کتاب فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ صفدر جنگ کے دل مین اُنکی طرف سے کدورت آگئی تھی وجہ اسکی یہ ہے کہ اُنکی زبان سے ایک ثقیل بات شجاع الدولہ کی والدہ کی نسبت نکل گئی تھی اور وہ بات رفتہ رفتہ بیگم کے کانون تک پہنچکر اُنکی ناخوشی کا موجب ہوئی تھی چونکہ محمد شاہ بادشاہ دہلی زندہ تھے اور یہ لوگ بادشاہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیئے انتقام لینا مناسب نہ سمجھا بات کو دل مین رکھا جب محمد شاہ مرگئے اور احمد شاہ گرفتار ہوگئے اور نواب صفدر جنگ اور مصطفوی خان نے بھی دُنیا سے کوچ کیا اور شجاع الدولہ باپ کی جگہ فرمان روا ہوے تو اُنھون نے مصطفوی خان کے بیٹون کو اپنے مُلک سے نکال دیا۔ یہ لوگ بنگالے کی طرف چلے گئے بعض کہتے ہین کہ خود سید مصطفےٰ شجاع الدولہ سے زیارت عتبات عالیات کی اجازت لیکر جہاز مین سوار ہونے کے لیئے بنگالے کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ اُس زمانے مین انگریزون اور فرانسیسون مین لڑائی جاری تھی اس لیئے اُدھر سے راستہ بند تھا مجبوراً بنگالے مین قیام کیا قاسم علی خان عالیجاہ والی مرشد آباد نے قدردانی کی سید مصطفےٰ کا بنگالے مین انتقال ہوگیا۔ اُن کے کئی بیٹے تھے

لہ فرح بخش مولفۂ شیو پرشاد ۱۲

(۱) سید صاحب جو پیاری بیگم زوجۂ مختار الدولہ کا باپ ہے (۲) سید مکرم (۳) میر محمد باقر (۴) میر محمد طاہر۔ ان محمد طاہر کے چار بیٹے تھے (الف) میر محمد نصیر (ب) محمد سعید (ج) میر بابا (د) محمد شفیع اور میر محمد باقر کے تین بیٹے تھے ایک سید محمد خان اقتدار الدولہ دوسرے سید مرتضےٰ خان مختار الدولہ تیسرے سید اسماعیل نصیر الدولہ معزز خان ٭ جب میر قاسم خان نے انگریزون کے ہاتھ سے ہزیمت پائی تو مصطفےٰ خان کی اولاد بھی جاگیر ضبط ہو جانے کی وجہ سے لکھنؤ مین چلی آئی شجاع الدولہ نے اُن کا کوئی بندوبست نہ کیا حال تباہ کے ساتھ کبھی لکھنؤ مین کبھی مہمان مین رہتے تھے میر صدیق مصاحب آصف الدولہ کے توسط سے سید مرتضےٰ انکی سرکار مین نوکر ہو گئے۔ دوسری وجہ انکے ساتھ بدسلوکی کی یہ بھی تھی کہ میر مرتضےٰ اور اُن کے بھائی قدیم سے مغروری وخودنمائی مین مشہور تھے اس سبب سے شجاع الدولہ کی نظرون سے گرے ہوئے تھے یہان تک کہ نواب مرحوم نے علی العموم یہ حکم دیدیا تھا کہ مصطفےٰ خان کے بیٹون کو کوئی اپنی رفاقت مین نہ لے اور اپنی صحبت مین نہ رکھے کئی بار نواب سالار جنگ نے میر مرتضےٰ خان کی فلاکت وفلاس کا حال نواب شجاع الدولہ سے عرض کیا اور استدعا کی کہ ان کے جرائم کو معاف کیا جائے مگر نواب نے ان کو اپنے قرب مین لینے سے حذر کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالی ان کے شر سے امن مین رکھے یہ ہمارے خاندان کے دشمن ہین انکی ذات سے فساد پیدا ہونگے۔ یہانتک کہتے ہین کہ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ سے بھی اس وجہ سے کبیدہ تھے کہ اُنھون نے مرتضےٰ خان کو اپنے رفقا مین داخل کر کے خار کلفت و خاشاک کدورت سے ان کو صاف وپاک کر دیا تھا۔ ایک دن آصف الدولہ مرتضےٰ خان کو اپنے ساتھ نواب کے

حضور مین لیگئے وہ بیٹے کی اس حرکت سے بہت بے دماغ ہوئے اور فرمایا کہ
کیون اس شخص کو ہمارے پاس لائے لیکن زیادہ کاوش نکی کیونکہ اس وقت مین
میر مرتضےٰ کا کیا مقدور تھا اور کون سے کاروبار اُنکے ہاتھ مین تھے۔
محمد فیض بخش کہتا ہے کہ یہ بات مین نے اپنی آنکھون سے دیکھی کہ جب شجاع الدولہ
فتح روہیلکھنڈ سے واپس ہوئے اور آنولے مین مقام کیا تو یہان سے کوچ کے وقت
ایک ندی کے پل پر پیادہ و سوار ہاتھی گھوڑون اور بہیر وغیرہ کا ہجوم تھا۔ اُس
میدان مین لوگون اور سواریون کی ایسی کھچا کھچ تھی کہ اگر کوئی سوار یہ چاہتا
کہ گھوڑے کا منھ پھیر کر پیچھے کو لوٹ جائے تو یہ بات بھی حاصل نہین ہوسکتی تھی
نواب شجاع الدولہ عماری فیل پر بیٹھے ہوئے بہو بیگم صاحبہ اور دوسرے محلات کی
سواریون کے عبور کے لیئے اہتمام کر رہے تھے۔ اس اثنا مین آصف الدولہ ہاتھی کے حوضے
مین سوار اور خواصی مین اُنکی سید مرتضےٰ بیٹھے ہوئے بے تامل لوگون کو ریلتے پیلتے
افتان و خیزان ادھر آئے اور اس بات کا ذرا دل مین خیال نکیا کہ آدمیون کی کثرت
ہے ہاتھی کے صدمے سے پائمال ہوے جاتے ہین فیض بخش جواہر علی خان کے
ہاتھی کے حوضے مین بیٹھا ہوا پہلے سے وہان موجود تھا جواہر علی خان نے
ہاتھی کو بٹھا کر چاہا کہ سلام کرین مگر اُسکا موقع نہ ملا۔ آصف الدولہ تھوڑی دیر کے
بعد آہستہ آہستہ باپ کے ہاتھی کے قریب پہنچے اور آن کر سلام کیا یکایک نواب
کی نگاہ سید مرتضےٰ پر پڑی تیز و تند نظر سے اُن کو دیکھکر مونچھون پر ہاتھ ڈالا جب
کئی بار مونچھون کو تاؤ دیا تو سید مرتضےٰ سہم گئے قریب تھا کہ پائجامے مین پیشاب
نکل جائے اور عجب نہین کہ نکل گیا ہو عنبر علی خان خواجہ سرا گھوڑے پر سوار

نواب شجاع الدولہ کے ہاتھی کے پاس کھڑا تھا مرتضے خان اُسکے سلام کو سر پر ہاتھ رکھے تھے لیکن وہ منھ پھیر پھیر لیتیا تھا تھوڑی دیر کے لیئے جب فیض بخش نے دوسری طرف دیکھکر پھر آصف الدولہ کے ہاتھی کی طرف دیکھا تو مرتضے خان کو اُنکی خواصی مین نہ پایا یا تو خوف کی وجہ سے خود اپنے آپ کو تلے گرا دیا یا آصف الدولہ کے اشارے سے اُتر گئے۔

مختار الدولہ کی نیابت کا زمانہ

تاریخ تیموریہ مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اپنے دربار کے حاضرین سے فرمایا کہ مین نے زمانۂ صاحبزادگی مین عہد کیا تھا کہ جب مسند نشین ہونگا تو اول میر مرتضے کو سرفراز کرونگا سب نے سر تسلیم خم کیا اُس وقت ایک گرانبہا خلعت جس مین جز کسی جو امرائے رفیع القدر سے مخصوص ہے اور سرپیچ مرصع اور جیغہ اور کلگی جس مین پر عقاب تھا اور موتیون کی کنٹھی اور ایک عمدہ ہاتھی جسپر نقرئی حوضہ اور زربفت کی جھول تھی اور ایک عمدہ گھوڑا جسپر طلائی ساز تھا اور جھالردار وہ پالکی جو شجاع الدولہ نے اپنی سواری کے لیے بنوائی تھی اور اُسکی تیاری مین پندرہ ہزار روپے سے کم نہ خرچ ہوے ہونگے بخشا یہ خلعت کسی طرح ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے سے کم کا نہ تھا اور ہفت ہزاری منصب اور مختار الدولہ جلادت جنگ خطاب بخشا اور ماہی مراتب اور نوبت بھی دی اور نوبت کے ساتھ یہ عزت بخشی کہ شرف اندوزی حضور کے زمانے مین بھی بجوایا کرین کہ اُس وقت تک کسی امیر کو یہ اجازت نہ تھی اسی طرح مختار الدولہ کے بھائی سید معزز خان و سید محمد خان و

محمد سعید خان کو بھی بھاری بھاری خلعت دیے اور منصب اور نوبت و جاگیرین بھی اُنکی تمنا سے زیادہ بخشین۔ تمام ملک کے مالی و جنگی اور انتظامی امور کا مختار کل بنا دیا جس دن مختار الدولہ کو خلعت نیابت ملا۔ ۲۵۔ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ تھی۔

شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ کی مسند نشینی سے ہفتے عشرے کے بعد ارکان دولت اور عزیز و اقارب کے مزاج مین اختلاف پیدا ہو گیا نواب موصوف کہ نہایت نیک طینت تھے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے کوتہ اندیشون اور ناتجربہ کارون کے اغوا سے اپنے باپ کے دولت خواہون سے بدظن ہو گئے اس وجہ سے ارکان دولت کے دلون پر صدمہ پیدا ہوا اور ہر ایک نے اُن سے علیحدہ ہونے کی تدبیر شروع کی محمد ایلچ خان کہ نہایت معتمد مشیر شجاع الدولہ کا تھا اور انگریزون سے پہلے سے تعارف رکھتا تھا وہ اُن سے مل گیا اسی طرح اور نوکر بھی اپنی اپنی فکر مین مصروف ہوئے۔

سیر المتاخرین مین آیا ہے کہ مختار الدولہ کی نیابت ایسی چمکی کہ آصف الدولہ سے بجز نام کے کچھ ظاہر نہ تھا اسباب شوکت و کامگاری اور لوازم ملک ستانی و جہانبانی جسقدر اس وقت نواب آصف الدولہ کی سرکار مین جمع تھا وہ تمام و کمال مختار الدولہ کے اختیار مین آگیا خزاین اور دفاتر و جواہرات۔ سامان و اسباب ظروف نقرہ و طلا و اسباب گرانبہا سے ریاست مالا مال تھی۔ نواب برہان الملک سعادت خان اور نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کے وقت سے جو کچھ جمع تھا اور شجاع الدولہ نے میر قاسم اور روہیلون اور مرہٹون کی ضبطی سے جو کچھ جمع کیا تھا وہ تمام مال و اسباب اور جو کچھ نادرات ممالک روم و شام اور چین و فرنگ کی جمع کی تھین یہ تمام چیزین

پرانے کارپردازون نے مختار الدولہ کے ملازمین کے سپرد کردین مختار الدولہ نے اپنے بڑے بھائی سید محمد کو اقتدار الدولہ بہادر کا خطاب دلاکر صوبہ الہ آباد کا نائب بنایا اور ہر ایک دوست اور اقربا کو صاحب اقتدار کردیا شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کے تمام نوکر مختار الدولہ کے دست نگر تھے کسیکی مجال نہ تھی کہ اُن کے برخلاف دم مارسکے اور انگریزون نے اپنی مصلحت کے لئے آصف الدولہ اور مختار الدولہ کو اس بات پر آمادہ کردیا تھا کہ جہان تک ہوسکے فوج مین کمی کرنی چاہیئے۔ اُدھر نواب شجاع الدولہ کی تمام فوج مغرور تھی اُن کو یہ زعم تھا کہ ہم کو ہرگز کوئی موقوف نہین کرسکتا۔ آصف الدولہ اُن کے موقوف کرنے کے واسطے کوئی حیلہ چاہتے تھے کہ تھوڑے سے جُرم و نافرمانی پر موقوف فرمائین۔

مرتضے خان چونکہ جوہر سخاوت سے خالی نہ تھے خلعت نیابت پاتے ہی اول اُنکی نظر فقرا۔ علما۔ مشایخ۔ برہمنون۔ بیراگیون اور مصرف خیر کی اُن معافیات اور جاگیرون پر پڑی جو عرصے سے ضبط ہوگئی تھین اور فوراً ایک فرد بناکر نواب کے حضور مین منظوری کے لیے پیش کی اور عرض کیا کہ فدوی نے خُدا سے عہد کیا تھا کہ اگر کبھی اس مرتبے کو پہنچ جاؤن تو غربا اور مساکین کے وظائف اور معافیات کو جو دُعا کا لشکر ہے اور عرصے سے ضبط ہین واگذشت کراؤن انکو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ آصف الدولہ نے اُسی وقت منظوری بخشی یہ جاگیرین لاکھون سے زیادہ روپون کی تھین۔ مختار الدولہ نے اُسی وقت حکام اضلاع اور دفتر کے افسرون کو لکھا کہ جو شخص فرمان اور پروانہ دکھائے اُس کا روزینہ و زمین اور گاؤن بلا دغدغہ چھوڑ دین۔ عنقریب

مجرائی کا پروانہ پہنچتا ہے۔ محمد ایلچ خان یہ رنگ اور قدرت الٓہی کا تماشا دیکھکر متحیر ہوگیا۔

آصف الدولہ کو دادی کی نصیحت

مسند نشینی کے دوسرے دن نواب آصف الدولہ اپنی دادی اور ماں کے پاس نذر پیش کرنے کو گئے، ماں تو اُنکی اپنے شوہر کے غم مین ایسی پریشان حال تھین کہ کچھ بات چیت نہ کر سکین لیکن دادی نے حواس درست کر کے نواب کی اس حرکت پر کہ مقربان قدیم کو نظرون سے گرا کر نئے رفیقون کو شریک مشورہ اور مختار سلطنت بنایا ملامت کرنی شروع کی کہ یہ لوگ بالکل ناتجربہ کار ہین اور خیرخواہانہ طور پر نصیحت کی کہ جان ماردرا تمھارے باپ دادا نے بڑی کوشش کے ساتھ ایسا لشکر جرار اور رفیقان تجربہ کار اور امراے کامگار اور بہادران نامدار و خیرخواہان ہوشیار اور اسباب دولت و رفعت جمع کیا کہ آج تک کم کسی رئیس کے پاس فراہم ہوا ہوگا اور اُن لوگون نے بہت سی کوشش کر کے اور خون جگر کھا کے کار سلطنت کو رونق دی پس تمکو چاہیئے کہ ریاست اور ملک آرائی کا طریق اپنے ہواخواہون سے سیکھو اور اُن کے مشورے کے مطابق کام کرو اس قدر فوج اور حشمت سے فائدہ اُٹھانے کی یہی صورت ہے اور ایسے سامان کی موجودگی مین جس دشمن سے مقابلہ پڑے اُسکو تباہی کا مُنھ دکھا سکتے ہو پس مناسب یہ ہے کہ باپ کے وقت کے کار پردازون کو معزول نکرنا چاہیے اور اس فوج عظیم کے ساتھ مرہٹون اور بندیلون کی گوشمالی پر توجہ کرو کہ جنکی سرکوبی کا ارمان تمھارے باپ اپنے ساتھ

قبر مین لیگئے تم اُن سے بدعہدی اور سرکشی کا انتقام خوب لو۔ یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایسا لشکر اور اتنی تیاری بغیر کسی قسم کا کام نکالے ہاتھ سے جاتی رہے"۔ دیکھو ایک مضمون کو دو شخصون نے بیان کیا ہے محمد فیض بخش نے فرح بخش مین اور عنوان سے لکھا اور تاریخ تیموریہ کے مؤلف نے دوسرے ڈھنگ سے ادا کیا۔

نواب آصف الدولہ کا حال یہ تھا کہ تمام عمر اُنکی ناز و نعمت مین بسر ہوئی تھی مان باپ کے سایۂ عاطفت مین پلے تھے گرم و سرد زمانہ سے بالکل ناواقف تھے اُن کو یہ خبر مطلق نہ تھی کہ فوج کس طرح رکھی جاتی ہے رفیقون کی کس طرح دلدہی کی جاتی ہے اب کہ یکایک سلطنت کا بوجھ سر پر آپڑا ایک طرف اُنکی جبلّی آرام طلب عادت اُن کو عیش و نشاط کی طرف کھینچتی تھی دوسری جانب خیر خواہان قدیم پاسداری سپاہ ملک کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

ایلچ خان۔ راجہ صورت سنگھ اور راجہ بیر چند شجاع الدولہ کے عہد مین تمام ملکی و مالی معاملات کے مختار تھے یہ لوگ مرتضٰے خان کو اپنے نوکرون سے بھی کم سمجھتے تھے اسوقت زمانہ ان کے خلاف تھا۔ مختار الدولہ کو ان کا رہنا سخت ناگوار تھا اور ہر بات مین چاہتے تھے کہ انکی مزلت پیدا ہو۔

انگریزون کے بیوپارے

نواب آصف الدولہ کے پاس سوا دوسرے انگریزون کے دو انگریز سب سے بڑھکر تھے۔ ایک کرنل کلیس دوسرے میجر پولیر کہ بادشاہ کی طرف سے اُسکا خطاب امتیاز الدولہ افتخار الملک بہادر ارسلان جنگ رشک امائل تھا۔ یہ شخص قوم کا

انگریز نہ تھا لیکن زمانۂ قدیم سے اسکے آباؤ اجداد رفاقت سرکار انگریزی کے ساتھ رکھتے تھے۔ جرنیل مارٹین جسکی عجیب اور اعلیٰ عمارات مشہور ہین اُسی زمانہ مین میجر پھولیر کا رفیق تھا۔

محمد ایلچ خان نے کرنیل کلیس وغیرہ سرداران انگلش سے میل کرکے چاہا کہ نواب آصف الدولہ کے حضور مین صاحبان مذکور کی مدد سے دشمنون پر غلبہ حاصل کرے اور مختار الدولہ اس فکر مین تھے کہ انگریزون سے ملکر ایلچ خان کو نیچا دکھائین۔ اس وقت مین انگریزون کے ملازمان معزز کی عجیب گرم بازاری تھی کپتان کانوی و میجر پھلیر نے جنکو سرکار کمپنی کیطرف سے کوئی حکومت لکھنؤ مین حاصل نہ تھی صرف کرنیل کلیس کی مصاحبت کی وجہ سے سخن فروشی کی دوکان آراستہ کرکے شیرین زبانی سے ہر ایک کو اپنے دام ارادت مین پھانس لیا اور اس امید و بیم مین دولت ڈھلنے لگے ان کے جو متوسل لوگ زر قلیل کے محتاج تھے وہ اب لاکھون روپے کے مالک بن گئے۔ میر محمد امجد خان کپتان کانوی کا میر منشی ایک دن کسی کام کے لیے محمد ایلچ خان کے مکان پر گیا اُسنے وہی نواب شجاع الدولہ کے وقت کا ساغرور کرکے جواب دلایا کہ اب فرصت نہین ہے منشی محمد امجد نے کپتان کانوی کو سمجھایا کہ رفیقون کی اہانت عین مالکون کی اہانت ہے محمد ایلچ خان آپکو کچھ نہین سمجھتا۔ یہ بہتر ہے کہ اپنے سوال و جواب محمد ایلچ خان سے موقوف کرکے مختار الدولہ سے معاملات مین رجوع کیا جائے جنھین انگریزون سے خلاص و محبت کی آرزو ہے القصہ دوسرے دن نواب آصف الدولہ محمد ایلچ خان کو ساتھ لیکر کرنیل کلیس سے ملاقات کو گئے محمد امجد خان کے اشارے سے مختار الدولہ بھی ہمراہ تھے مشورہ کے

وقت کپتان کانوہی نے کرنیل کلیس کی طرف سے نواب سے کہا کہ ہم کو محمد ایلچ خان کی وساطت منظور نہین مختار الدولہ جو حضور کے ساختہ و پرداختہ اور دل سے ہواخواہ ہین اس کام پر مقرر کیے جائین نواب کی یہ عین آرزو تھی مگر اس خیال سے کہ انگریز اس بات کو قبول نہ کرینگے زبان سے نہین نکالتے تھے یہ بات سُن کر نواب بہت خوش ہوئے اور کپتان کانوہی کی بات بہت پسند کی اور اُسی وقت مختار الدولہ کو پاس بُلا کر کرنیل سے کہا کہ مختار الدولہ میری زبان ہے جو کچھ وہ زبان سے کہے وہ سب میری طرف سے سمجھا جائے۔ محمد ایلچ خان کو یہ قصہ معلوم ہوا تو سمجھا کہ میرا اب یہان رہنا مشکل ہے کہین ایسا نہو کہ مواخذے مین مبتلا ہو جاؤن

ایرج یا ایلچ خان کے حالات

یہ شخص افغان زادہ حنفی مذہب ایک مفلس آدمی کا بیٹا دھولپور باڑی کا رہنے والا تھا پہلے رائے لال چند فوجدار اٹاوہ کے فراشون مین نوکر تھا پھر مسعود خان خواجہ سرائے بادشاہی کے پاس رہنے لگا۔ پھر شجاع الدولہ کی سرکار مین آ کر بازار لشکر کی داروغگی پر مامور ہوا اپنی چستی و چالاکی کی بدولت یہان تک ترقی کی کہ شجاع الدولہ کے زبانی احکام لوگون کو پہنچاتا تھا مغلیہ بلا زمان شجاع الدولہ اُسکے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ لکھا پڑھا نہ تھا تھوڑے سے عرصے مین صاحب دولت ہو گیا شجاع الدولہ کے عہد مین عہدۂ نیابت کسی سے نامزد نہ تھا مگر ایلچ خان کاروبار ریاست انجام دیتا تھا چونکہ نواب شجاع الدولہ تمام کام آپ کرتے تھے اسلیئے نائب کو

کوئی اختیار نہ تھا جبکہ آصف الدولہ نے میر مرتضے کو اپنا نائب بنایا اور انکو مختار الدولہ کا خطاب دیا تو چونکہ محمد ایلچ خان مدت سے یہ کام کرتا تھا وہ اس بات سے آزردہ ہوا اور اُس نے انگریزون سے میر مرتضے کی مختاری کی شکایت کی۔ جو خلعت انگریزون نے میر مرتضے کے لیے تجویز کیا تھا وہ واپس کرادیا اب میر مرتضے اور ایلچ خان مین عناد بڑھ گیا۔ آصف الدولہ خان مذکور کے استیصال کی فکر مین مصروف ہوئے اور بہانہ ڈھونڈھنے لگے۔ ایلچ خان نے نواب کے مزاج کا انحراف معلوم کرکے کرنیل کلیس سے کہا کہ میرا یہان ٹھہرنا اب مشکل ہے میرے حق مین یہ بہتر ہے کہ کسی تقریب سے مجھے یہان سے کسی جگہ رخصت کرادیجئے کہ میری آبرو بچے ورنہ کسی دن ندامت وخجالت حاصل ہوگی کرنیل نے جواب دیا کہ جو بات تم اپنے لئے بہتر سمجھو وہ تجویز کرکے مجھے مطلع کرو مین اُسمین کوشش کرونگا ایلچ خان نے کہا کہ خلعت وزارت بادشاہ سے حاصل کرنے کے بہانے سے مجھے دہلی کو رخصت کردیجیے۔ کچھ دنون وہان لیت ولعل مین بسر کرونگا۔ کرنیل صاحب نے ایلچ خان کی رائے کو پسند کیا اور دوسرے روز آصف الدولہ کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ ایلچ خان یہان بیکار بیٹھا ہے اور خلعت وزارت حاصل ہونا تمام کامون سے زیادہ ضروری ہے۔ مناسب یہ ہے کہ خان مذکور کو وہان بھیجدیا جاوے وہ بادشاہ کے مزاج مین رسائی رکھتا ہے۔ عرض معروض کرکے خلعت وزارت حاصل کرلیگا۔ ریاست کے کام کو مختار الدولہ اچھی طرح انجام دیتے ہین آصف الدولہ نے کرنیل کے مشورے کو پسند کیا۔ ایلچ خان کو بادشاہ کی نذر کے لیے بہت سے تحائف اور بارہ لاکھ روپے کی ہنڈی اور دو پلٹنین ساتھ کرکے رخصت کیا۔

[illegible] ۱۲۱

ایلچ خان اپنا تمام سامان اور بال بچے لیکر فیض آباد سے دہلی کو روانہ ہوا اور بادشاہ کی خدمت مین شرف اندوز ہو کر مورد تفضلات ہوا۔ بادشاہ نے اسکو خلعت خاصہ عطا کیا اور قمر الدین خان کی حویلی رہنے کو دی مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ ایلچ خان نے بادشاہ سے پندرہ لاکھ روپے نذر لانے پر خلعتِ وزارت کی درخواست کی اور شیو پرشاد کی فرح بخش سے ثابت ہے کہ خان مذکور نے بادشاہ کو بہت کچھ رضی کر لیا تھا۔ قریب تھا کہ خلعت وزارت اور دوسرے عطیات آصف الدولہ کے لیے حاصل ہون جبکہ مختار الدولہ کو یہ خبر پہنچی کہ عنقریب ایلچ خان خلعت وزارت حاصل کر کے ادھر آتا ہے تو انھین یہ فکر ہوئی کہ اب ایلچ خان کی طرف آصف الدولہ کو التفات پیدا ہو جائیگا اور میری نیابت کو ضرر پہنچے گا اسلیے نواب مجد الدولہ کو متواتر لکھا کہ جیسے ہوسکے بادشاہ سے خلعت وزارت آصف الدولہ کے لیے محمد ایلچ خان کی معرفت حاصل نہو مین جلد نیاز علی خان کو مع تحائف و ہدایا و پیش کش کے بادشاہ کے حضور مین بھیجتا ہون۔ مجد الدولہ بھی نہایت بدباطن تھا اور اُسکی دل سے یہ خواہش تھی کہ بادشاہی کام کو سرسبزی حاصل نہو اُسنے مختار الدولہ کی مرضی کے موافق بادشاہ کے مزاج کو ایلچ خان کی طرف سے منحرف کر دیا اور خلعت وزارت دلوانے مین دیر لگائی۔ مجد الدولہ ایلچ خان کے معاملات مین عمداً لیت و لعل کرتا تھا اور نظرون مین تھا کہ یہ سونے کی چڑیا جال سے نکلجانے نہ پائے۔ گوپال پنڈت وغیرہ افسران سپاہ جو ریاست لکھنؤ سے ایلچ خان کے ساتھ تھے اُنھون نے اپنی تنخواہ دہلی مین طلب کی۔ ایلچ خان نہایت ممسک تھا ایک کوڑی اپنے پاس سے دینا جان دینے کے برابر بھتی۔

اس حیلے حوالے مین رکھا کہ آجکل مین خلعت وزارت لیکر چلتا ہون - اور
شاہ عالم کے درباری اُسکو ذلیل قوم سمجھکر اکثر مضحکہ کرتے تھے ایک دن راجہ رام ناتھ
نے کوئی ایسی ہنسی کی بات کہی کہ خان مذکور کو جواب بن نہ آیا۔ فرط خجالت سے
گوپال پنڈت سے جو تنخواہ کا متقاضی تھا کہا کہ راجہ رام ناتھ میری رخصت کے
معاملے مین خلل انداز ہے اُس سے سمجھنا چاہیے - سپاہیون اور افسرون نے
فریب مین آکر اُسکے مکان پر بلوا کیا۔ رام ناتھ تو عالم اضطراب مین کسی طرف نکل گیا
لیکن حکم بادشاہی ایلچ خان کے نام نافذ ہوا کہ دار السلطنت مین یہ حرکتین خلاف
ضابطہ ہین - ناچار ایلچ خان نے باون ہزار روپے اپنے پاس سے دیکر سپاہ کو
روانہ لکھنؤ کیا - ایلچ خان بخوبی سمجھ گیا تھا کہ مجد الدولہ دنیا سازی کرتا ہے اور
مختار الدولہ میری تذلیل کے درپے ہے ایسا نہو کہ مجھے یہان کسی بلا مین پھنسو دین
اور پھر یہان سے نجات نہ مل سکے اس سے بہتر ہوگا کہ مین یہان سے
نکل جاؤن اسلیے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور کے تفضلات مین تو کوئی شبہہ
نہین لیکن ارکان دولت دشمنون کے اغوا سے خفت و ذلت کے درپے ہین
اسلیے غلام رخصت ہوتا ہے بادشاہ نے نیمہ آستین عطا کرکے رخصت کیا۔ خان
مذکور نے یہان سے رخصت حاصل کرکے بے نیل مرام آصف الدولہ کے پاس
جانا مناسب نہ تصور کیا اور یہ خیال کیا کہ دشمن اور زیادہ چغل خوری کرکے تخریب
کے درپے ہوجائینگے اسلیے نواب نجف خان کو جو قلعۂ ڈیگ کے محاصرے مین
مصروف تھا لکھا کہ مجد الدولہ میرا تمام مال و اسباب لینا چاہتا ہے نجف خان
ایسے مژدے پر گوش برآواز تھا ایلچ خان کو اپنے پاس طلب کیا - وہ اکبرآباد کو

چلا گیا ذوالفقار الدولہ محمد نجف خان نے ایلچ خان کا اکبر آباد مین پہنچنا اور نواب آصف الدولہ سے اختلاف غنیمت جان کر بہت خاطر کی اور اپنے آدمی بھیجکر ڈیگ مین اُسکو بُلا لیا۔ اول نجف خان ایلچ خان کے خیمے مین گیا اور دوستی کے مراسم بخوبی بجالایا جس سے ایلچ خان نہایت محظوظ ہوا اور نجف خان کی اطاعت مین ہمہ تن مصروف ہو گیا اور اُسکی رفاقت کو غنیمت سمجھا۔ نجف خان نے محالات قلعۂ اکبر آباد وغیرہ کی حکومت اُسکے سپرد کردی۔ اور نجف خان اُسکی صلاح پر تمام کام کرنے لگا۔ ایلچ خان نے کئی لاکھ روپے فوج شاہی کے خرچ کے لیے دیے۔ آصف الدولہ نے مصاحبون کے اغوا سے ایلچ خان کی حویلی کو جو فیض آباد مین تھی ضبط کر لیا جس مین پُرانے خیمون اور تانبے کے ٹوٹے پھوٹے برتنون کے سوا کچھ نہ تھا۔ لال محمد ایلچ خان کا متبنّیٰ آصف الدولہ کے پاس رہگیا۔

نواب آصف الدولہ کا اپنے ذلیل نوکرون کو بڑے بڑے مراتب دینا

ایلچ خان اور راجہ صورت سنگھ اور راجہ ٹیپر چند نواب شجاع الدولہ کے عہد مین تمام مہمات مالی و ملکی کے مختار تھے اور میر مرتضےٰ خان کو اپنے نوکرون سے بھی کم سمجھتے تھے اسوقت مین لکمان انکی گر گئی۔ مختار الدولہ کو بھی ان کا وجود ناگوار تھا اور ہر کام مین ان کی ذلّت کے خواستگار تھے اسلیے در پردہ نواب آصف الدولہ سے عرض کرتے رہتے تھے کہ نواب مرحوم کے ارکان دولت حضور کو خیال مین نہین لاتے اور حضور کی سطوت و جلالت سے نہین ڈرتے جب کوئی صاحب اقتدار ہوتا ہے وہ

بندگان خدا کو ثروت و جاہ بخشتا ہے اور اپنے پروردون سے کام لیتا ہے
نواب آصف الدولہ نے زمانے کے نشیب و فراز پر نظر کرکے اور مختار الدولہ کے
رغبت دلانے سے جھاؤلال داروغۂ اصطبل کو راجہ کا خطاب اور خلعت اور
ہاتھی اور جھالردار پالکی دی اور محمد بشیر خان سے دیوان خانے کی خدمت نکالکر
اُسکے تفویض کی یہ شخص خوش طبع اور سمجھدار تھا چند روز مین ترقی کرکے آصف الدولہ
کے مزاج مین دخل پیدا کرلیا اب دو ہزار سوار اور کئی پلٹنون کا سردار بھی بنگیا۔ نواب
کی خدمت مین ایام صاحبزادگی سے چند ہندو تلنگے تقرب رکھتے تھے اُنکے نام یہ ہین
ہولاس سنگھ۔ سوبھا سنگھ۔ بھولا سنگھ۔ بندی سنگھ۔ میکو سنگھ۔ نواز سنگھ۔ موتی سنگھ۔
بھوانی سنگھ۔ اِس وقت مین کہ وہ خود فرمانروا ہوے توان پیادون کو بڑے
بڑے عہدے اور منصب عطا کیے راجہ کے خطاب دیے عمدہ عمدہ گھوڑے اور ہاتھی
اور جھالردار پالکیان سوارون کے رسالے پیادون کی پلٹنین دیکر بڑے اقتدار
پر پہنچایا۔ شجاع الدولہ کے عہد کے سردار جو مدتون جانفشانیان کرکے تفضّلات
کے امیدوار تھے۔ مخذول و معزول ہوئے ان ہندوؤن مین سے ایک کو بسواڑے
کی حکومت عطا کرکے گویا اپنی بدنامی خرید کی اور اپنی پالکی کے کہارون مین سے
ایک کو جس سے کوئی خدمت ظہور مین آئی تھی راجہ مہرا کا خطاب اور جھالردار
پالکی اور گھوڑا اور ہاتھی اور رسالہ دیکر سرفراز کیا اِس نے پانسو سوارون کا ایسا
رسالہ تیار کیا جنکی پگڑیان سُرخ تھین رانون تک کوٹ تھے اُن مین سنجاف سبز لگی
تھی پاجامے مشروع کے تھے اِسکے ہم قوم کہارون نے اِسکی سواری کی پالکی اُٹھانے
مین دریغ اور بڑا ہنگامہ کیا آخرکار نواب کے دباؤ اور لالچ سے راضی ہوگئے۔

کہار نہایت دانا تھا بعض ناچنے والی عورتون کو خاص کہارون کا گانا بجانا سکھا کر نواب کے سامنے پیش کیا نواب نے نہایت پسند کیا اور بہت سا انعام بخشا۔ نواب کی پسندیدگی کیوجہ سے ممالک محروسہ مین اس قسم کا ناچ بہت جاری ہوا اور اکثر ناچنے والی عورتون نے اسکو سیکھ کر نواب کے پاس رسائی پیدا کی اور دولت حاصل کی۔ نواب آصف الدولہ کو جب ایسے بیش بہا خزانون پر قدرت حاصل ہوئی تو ہر کس و ناکس کو موقع و بے موقع دولت و حشمت بخشنے لگے جو مستحق نہ تھے اُن کو تو مالا مال کر دیا اور جو حقدار تھے اُن کو درماندہ اور محتاج بنا دیا جو اراذل و اوباش کہ مدت سے ہل جوتتے تھے اور ٹٹوون پر بوجھ لادتے تھے اور وہ سپاہی جو کندھون پر بندوقین اُٹھاتے اُٹھاتے تھک گئے تھے اب وہ نواب کی مہربانی سے مرتبۂ قارونی اور منصب کامرانی و سروری و سرداری کو پہنچ گئے تھے۔ اس وجہ سے سرداران قدیم اور افسران سپاہ بدیل او متغیر ہوگئے تھے۔ خدمات جلیلہ اور مناسب رفیعہ سرداران معتمد سے نکالکر اُن اراذل کے ہاتھون مین دیدیے گئے اس وجہ سے پُرانے ملازمین کے دل نواب کے اخلاص سے پھر گئے۔

اُن اراذل کے لطائف مین سے ایک یہ بات ہے کہ ایک اپنی مجلس مین کہتا تھا کہ ہزارہا سال آسمان شرفا کے موافق گردش کرتا رہا ہم غربا نے کبھی حسرت و غم نہ کیا۔ اس زمانے مین کہ روزگار نے ہم سے موافقت کی تو شرفا و نجبا رشک و حسرت سے مرے جاتے ہین۔

قلعہ الہ آباد مین روہیلکھنڈ کے قیدیون کو تکلیفین پہنچنا

نواب آصف الدولہ نے اپنے جلوس کی خوشی مین روہیلکھنڈ کے بعض

قیدیون کو جو مسکین لوگ تھے رہا کر دیا مگر عرب خان ٹرہ تیچ اور خان محمد خان اور کمالزئی خان اور ہمت خان اور عالم خان نغر غشی اور حرمت خان اور ملا حسن خان اور ملا عالم خان اور ملا عبد الواحد خان اور قاضی محمد سعید خان اور منو خانساماں اور اختیار خان چیلہ اور ملاحت خواجہ سرا کو کہ ذی حوصلہ اور اولوالعزم آدمی تھے نہ چھوڑا اُن سے زر وصول کرنے کی بھی توقع تھی اور نہ حافظ صاحب کے اور دوندے خان کے خاندان کو چھوڑا بلکہ کئی مہینے کے بعد محبت خان کو بھی الہ آباد بھیجدینا چاہا مگر مرزا علی خان آصف الدولہ کے ماموں نے شفاعت کی جس سے وہ بچ گئے۔ تاہم بعض حسد پیشہ مصاحبوں کے اغوا سے حافظ صاحب کے خاندان کی ایذا دہی مین خفیہ کارروائی شروع کی محبت خان کی ملاقات اور تنخواہ بالکل بند کر دی اور آصف الدولہ کے ایما سے سید معزز خان قلعدار الہ آباد قیدیون پر سختی کرنے لگا اور سو روپیہ یومیہ جو اُنکی خوراک کے لیئے شجاع الدولہ کے عہد سے مقرر تھا اُسکے دینے مین حیلہ کرنے لگا اور تھوڑا تھوڑا دیتا تھا اس عرصے مین آصف الدولہ مہدی گھاٹ کو گئے محبت خان اور ذوالفقار خان پسران حافظ رحمت خان جو لشکر کے ساتھ تھے بے سروسامانی کی حالت مین ہمراہ گئے مہدی گھاٹ پر جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ گورنر کا مرسلہ آیا اور اُسنے محمد ذاکر کی زبانی محبت خان اور ذوالفقار خان کا یہان موجود ہونا نہایت بے سروسامانی کی حالت مین سُنا تو اُن کے پاس ہرکارے بھیجکر اپنے پاس بُلایا مگر اُنھون نے علانیہ رزیڈنٹ کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا اسلیئے خفیہ رات کے وقت ملے اُسنے اُنکی تسلی وتشفی کی اور اُنکی بہبودی مین کوشش کرنے کا وعدہ کیا اور اُن کے خیمے

اپنے خیمون کے پاس کھڑے کرائے اور اُنکی عسرت کی خبر سُنکر اپنے پاس سے پانچ ہزار روپے اُن کو دیے اور کہا کہ تم بے اندیشہ اپنے حالات مجھ سے بیان کرتے رہا کرو[1]

آصف الدولہ کے حکم سے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کے اسباب کا ضبط ہوجانا اور پھر اُس کا واگذاشت ہونا

فرح بخش مین شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم فیض آباد مین رہتی تھی اور اپنا اسباب بیچ بیچ کر گذر کرتی تھی اور ہمیشہ پریشان حال رہتی تھی وہان اُسکی کوئی خبر گیری نہین کرتا تھا نواب سید سعد اللہ خان نے جو سلوک شجاع الدولہ کے ساتھ کیے تھے اُس کا عوض یہ دیا گیا کہ آنولے سے اُنکی بیگم کو حراست مین رکھکر فیض آباد کو لیگئے اور وہان قید کر دیا۔ نواب آصف الدولہ نے اُس پر وزارت یہ کی کہ مسند نشین ہوتے ہی بیگم کا تمام اسباب ضبط کر لیا اور مفت بدنام خلائق ہوے اسلیئے کہ اُسوقت بیگم کے پاس سوا کپڑون اور خیمون اور ظروف کے زر نقد نہ تھا یہ سارا قصور اہلکارون کا ہے جو نیک و بد مین تمیز نہین کرتے۔ اُنھون نے نواب کو اس پوچ حرکت پر کیون آمادہ کیا۔ نواب سید فیض اللہ خان صاحب والی رامپور کو جب یہ خبر پہنچی تو اُنھون نے احترام الدولہ کالون صاحب کو اس بارے مین بہت کچھ لکھا صاحب موصوف نے آصف الدولہ پر ایسے پوچ کام کی تمام قباحت ظاہر کر کے وہ شقے جو شجاع الدولہ نے بیگم کو بھیجے تھے اور

---

[1] دیکھو اخبار حسن و گل رحمت ۱۲

اُن ہین وعدہ کیا تھا کہ تمھاری پنشن کے حقوق پہلے کے بموجب قائم کیے جائینگے۔ دکھائے نواب نے شرمندہ ہوکر تمام اسباب واپس کیا۔

نواب آصف الدولہ کا مہدی گھاٹ کیطرف جانا اور خرچ کے لیے مان کو مجبور کرکے روپیہ بطور قرض کے لینا

مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ فیض آباد مین نواب کی دادی اور مان میرے عروج سے برافروختہ ہین اور ہر کام مین فراحمت اور نکتہ چینی کرتی ہین تو اُنھون نے نواب کو تحریک کی کہ حضور کوچ فرماکر تھوڑے دنون مہدی گھاٹ پر تشریف رکھین تاکہ دور و نزدیک والون کو عبرت ہو اور مقصود اصلی یہ تھا کہ فیض آباد سے باہر نکلکر من مانی کارروائی کرین مگر سفر مین گلچھرّے اُڑانے کو روپے کا ہونا ضرور تھا اور جسقدر روپیہ تھا تو وہ اُنکی مان کے قبضے مین تھا۔ کیونکہ شجاع الدولہ خزانے کا بڑا حصّہ اپنی بیگم کی تحویل مین رکھتے تھے۔ انگریزون سے صلح ہو جانے کے بعد اُنھون نے خیال کیا کہ ایسے سخت وقت مین بیگم نے اپنا سب زرِ نقد میرے حوالے کردیا اُن سے بڑھکر ہمدرد کون ہوگا آیندہ جو کچھ روپیہ آئے ضروری اخراجات کے بعد وہ بیگم کے پاس رہے۔ اُنکی یہ عادت تھی کہ دیوان صورت سنگھ وصل باقی کی فرد پیش کرتا تو وہ ملاحظہ کرکے ایلچ خان اور محمد بشیر خان کو حکم دیتے کہ عاملون اور حاکمون پر جسقدر روپیہ نکلتا ہے جیسے بنے تم دونون اُن سے وصول کرکے ہمارے اجلاس کی بارہ دری مین جمع کرو۔ ہم سیر و تماشاے شہر و اطراف سے دو پہر دن رہے واپس آئینگے اگر اسوقت تک سرکاری بقایا وصول نہو چکی تو تمھارے حق مین بہتر نہوگا۔ یہ دونون اہلکار ہرطرح

کوشش کر کے روپیہ جلد وصول کرا کے نواب کی خوشنودی کے لیے اُن کے بیٹھنے
کی خاص بارہ دری کے صحن مین اپنے اپنے وصول کیے ہوئے روپون کے علٰحدہ علٰحدہ
ڈھیر لگوا دیتے جب واپس تشریف لاتے تو حکم دیتے کہ اس مین سے آدھا روپیہ بیگم صاحبہ
کی سرکار مین داخل کر دیا جائے اور چوتھائی راے ٹیر چند خزانچی کے حوالے ہو اور باقی
اسی جگہ پچاس پچاس ہزار کی مقدار مین ہر ہر گوشہ مین علٰحدہ علٰحدہ رکھ دین یہی
طریقہ ہمیشہ جاری رہا جب اُن کے انتقال کے بعد آصف الدولہ جانشین ہوے اور
مہدی گھاٹ کی روانگی کا ارادہ کیا تو مختار الدولہ کی تحریک سے مان سے روپیہ مانگا
اُنھون نے بیٹے کو جواب دیا کہ دیوان کو بُلا کر محالات کے کاغذات کا ملاحظہ کرا ور
خزانے کے داروغہ راے ٹیر چند سے مانگ یہ سوال و جواب سالار جنگ برادر بیگم صاحبہ
کے ذریعہ سے ہوتے تھے بیگم نے جھلا کر کہا کہ ابھی تیرے باپ کو مرے ہوے دس روز
بھی نہ گزرے اور مین ماتم کے سوگ مین بیٹھی ہون ایسا بے محل سوال کرنا کس قدر
بیحیائی ہے مجھے رونے کی بھی فرصت نہین آصف الدولہ کی دادی نے بہو کو کہا
کہ یہ عشق کی پہلی مہمانی ہے ابھی اس سے زیادہ خدمت گزاری کے مزے حاصل
کرو گے خلاصہ کلام یہ ہے کہ دو تین روز سوال و جواب ہو کر چھ لاکھ روپے ملے اور
نواب ۱۱- ذیحجہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو مہدی گھاٹ کی طرف روانہ ہو گئے اور یہ پہلی مرتبہ
کشیدگی خاطر مان بیٹون مین واقع ہوئی مگر چھ لاکھ روپیہ اس قدر کثیر لشکر کے خرچ
اور انعام و اکرام اور اخراجات بے جا کو کب تک کافی ہوتا ایک ماہ کے عرصے مین
ختم ہو گیا اور اب تک ملک کی آمدنی کی بالکل خبر نہ تھی کہ حاکمون نے کیا رعایا سے
لیا اور کیا سرکار مین پہنچایا۔ محرم مہدی گھاٹ مین ہوا عشرے کے بعد نواب

آصف الدولہ نے مرتضےٰ خان مختار الدولہ کو فیض آباد کو بیگم صاحبہ کی خدمت
مین بھیجا اور عرض کرایا کہ وہ تھوڑا سا روپیہ جو دیا تھا خرچ ہو چکا اسی قدر اور
مرحمت ہو جائے۔ اس بار بیگم نے سختی سے جواب دیا اور چند روز تک بدستور
مرزا علی خان کی معرفت گفتگو جاری رہی آخر کار چار لاکھ روپے بیگم نے اور دیے جب
مرتضےٰ خان یہ روپے لیکر مہدی گھاٹ کو گئے تو نواب نے اس رقم کو بہت کم خیال
کیا اور خود ڈاک کے ذریعہ سے فیض آباد آئے اور قرض کے نام سے اور روپون کی
درخواست کی اور ایک جھوٹی سند بھی اپنی مُہر لگا کر نوروز علی خان فوجدار اکبر پور
اور دولت پور کے نام لکھکر حوالے کی جسمین مندرج تھا کہ سدی پور وغیرہ چند پرگنے
خالصے سے نکال کر والدہ صاحبہ کے نائبون کے حوالے کر دو جب تک چار لاکھ
روپے اُنکی سرکار مین نہ پہنچ جائین اسوقت تک اُنھین کا قبضہ رہے اور دوسری
سند بطور فارغخطی کے لکھدی کہ آئندہ ہمکو کوئی مواخذہ والدہ ماجدہ سے نہین۔
فیض بخش کہتا ہے کہ اس مرتبہ جو نواب آئے تو خالق کی عجیب قدرت دیکھنے مین
آئی شجاع الدولہ کے عہد مین کسیکی مجال نہ تھی کہ ایک چاقو بھی ساتھ لیکر سرکاری
مکانات خاص مین قدم رکھتا اور اُن کے ساتھ تمام آدمی نقار خانے سے کہ قلعہ مین
دوسرا درجہ ہے پیادہ پا چلتے تھے۔ اُن کے مصاحب۔ امرا۔ رسالہ داران عمدہ۔
خواجہ سرا جو کار و خدمات مین مصروف رہتے تھے ان کے سوا دوسرا کوئی آدمی
اندر نہ جانے پاتا تھا۔ اب ایسے گنوار جنکی عمر لنگوٹی لگاتے گذری اُن کے باپ
بھائی اپنے ہاتھون سے ہل جوتتے اور یہ خود تلنگون کے زمرے مین نوکریان کرتے
نواب آصف الدولہ کی اردلی مین گھوڑون پر سوار نشستگاہ خاص تک آتے جاتے

ہین اور نواب کی سواری کی پالکی کے آس پاس بھوانی سنگھ مولی سنگھ ہولاس سنگھ نواز سنگھ میکو سنگھ اسپان خاصہ کوتل پر جو ساز و یراق سے آراستہ ہوتے ہین سوار ہو کر راہ مین اختلاط کرتے ہوے چلتے ہین صرف دو ماہ کے عرصے مین یہ تغیر و تبدل واقع ہوگیا۔

لوگون کو یہ گمان تھا کہ نواب مہدی گھاٹ سے لوٹینگے تو فیض آباد مین باپ کی طرح رہا کرینگے کیونکہ تمام مکانات بدستور فرش و فروش سے آراستہ تھے شکست و ریخیت اور مرمت و صفائی موافق قاعدے کے جاری تھی۔ چار پانچ ماہ تک بغیر کسی کام کے دریاے گنگا کے کنارے مقیم رہے۔ نہ فوج کی خبر تھی نہ ملک کی طرف توجہ تھی، نہ سردارون سے تعلّق تھا نہ پلٹنون کی قواعد کا خیال تھا نہ سپاہ کے سامان کا جائزہ لیتے تھے، نہ توپخانے کی درستی کی فکر تھی نہ پرچہاے اخبار کے سُننے کی طرف رغبت تھی جس کا شجاع الدولہ کو ہر وقت خیال رہتا تھا۔ مختار الدولہ تدریج اور آہستہ آہستہ فوج کی خرابی عاملان محالات کی معزولی اور رؤسائے عمدہ کی بیخ کنی کی فکر مین مصروف ہوئے *

مختار الدولہ کا تسلّط حاصل کر کے سردارانِ قدیم کی بربادی کی فکر کرنا

جب مختار الدولہ کو تھوڑے سے عرصے مین ملک کے تمام کامون پر بالاستقلال قدرت حاصل ہوگئی تو کبر شدادی اور نخوت فرعونی اُن کے دماغ مین پیدا ہوگئی امرائے دولت و ارکانِ مُلک کی تواضع و تکریم چھوڑ دی یہان تک کہ آصف الدولہ کے

بزرگون مثلاً سالار جنگ، شیر جنگ، مرزان علیخان و خان عالم کی تعظیم بھی موقوف
کی اور اختیارات ریاست کی لگام ایک خواجہ سرا انور نام کے ہاتھ مین دیدی۔ یہ نہایت
پاجی مزاج۔ سفلہ وضع اور سبک اطوار تھا خطاب اسکو اختیار الدولہ انور علیخان دلایا۔
تمام عمال و حکّام کی موقوفی و بجالی اور تعظیم و تکریم لوگون کی اسکی رائے پر موقوف تھی اس
کم ظرف بدمایہ نے سرداران قدیم کی بربادی پر کمر باندھی اور خیر کا دروازہ جسکو کھلے
ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا مسدود کردیا بلکہ ابھی احکام وظائف فقرا و مشائخ
کی واگذاشت کے اطراف ممالک مین مشہور بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اُسنے یہ تمام کام
روکدیے اور ضبطی کا نیا حکم بھیجدیا۔ القصہ مختار الدولہ نے دربار کی آمد و رفت کم کردی۔
رات دن بادہ خواری اور فواحش کی صحبت مین رہنے لگے۔ نواب کثرت مہربانی سے
اکثر اُن کے دیکھنے کو اُن کے مکان پر جاتے مختار الدولہ ایسے خود فراموش ہوگئے تھے
کہ بندگی و خداوندی کا ادب ترک کردیا گستاخانہ و بے تکلفانہ باتین کرتے اکثر بالمشافہہ
سخت و درشت الفاظ کہہ بیٹھتے لیکن نواب فرط رافت و محبت سے اُن کے کامون سے اغماض
کرتے ایک فاحشہ کسبی ناچنے والی تھی جسکا نام **جلالو** تھا اُس سے تعلق خاطر پیدا کرلیا
اُسکے حسن و جمال پر بے حد شیفتہ تھے رات دن اُسکے عشق مین مدہوش پڑے رہتے
تھے حضرت عشق نے شادی کی تھی اور محبت کے قاضی نے نکاح پڑھایا تھا۔ ایک دم
کو اُسکی جدائی گوارا نہ تھی اور محبت کی دل لگی جتنی زیادہ ہوتی تھی اُن کے دل کو راحت
پہنچتی تھی وہ بھی لیاقت کی تیلی اور بڑی چاپلوسی والی تھی آداب صحبت کا کمال
رکھتی تھی۔ اس زن فاحشہ نے مختار الدولہ کو اپنا مطیع عشق پاکر حکمرانی شروع کی اور
جو چاہتی اپنے عاشق سے کرالیتی جدھر چاہتی کان پکڑ کر پھیر دیتی۔

مختار الدولہ ہمیشہ سرداران سلطنت سے بے اتفاقی سے پیش آتے کسی کو منھ نہ لگاتے بلکہ یہ چاہتے کہ میری سواری کی جلو مین چلین۔ اپنے بھائیون کو بڑے بڑے منصب دیے تھے تمام سامان امارت اور تجمل حشمت مختار الدولہ کی سواری کے ساتھ حاضر رہتا۔ انکی سواری کے وقت نقیبون کی آواز دورباش اور ہمراہیون کے اژدہام سے شہر مین ایک تزلزل سا پیدا ہو جاتا۔

نواب سعادت علی خان کو روہیلکھنڈ کی حکومت پر خود مختاری کا خیال پیدا ہونا۔ مگر ہمراہیون کے اتفاق نکرنے سے اُن کا نواب آصف الدولہ کی طرف رُجوع کرنا

مختار الدولہ کو یہ اطمینان تھا کہ سرداران لشکر مین سے کوئی ایسا مرد میدان نہین جو اُن سے خصومت کر سکے لیکن نواب سعادت علی خان اور اُن کے ساتھ کے سردارون سے اندیشہ رکھتے تھے جو اُس وقت مین روہیلکھنڈ پر حاکم تھے اسلیے مختار الدولہ نے کرنیل کلیس اور میجر ہولیسر سے بریلی کے باب مین مشورہ کیا کہ ایک میان مین دو تلوارین نہین رہ سکتین لہذا خواہش جناب وزیر الممالک کی یہ ہے کہ نواب سعادت علی خان کو وہان سے علیحدہ کر کے یہان بُلالین اور وہ صاحبزادون کی طرح یہان رہین اُنھون نے جواب دیا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ شجاع الدولہ نے یہ ملک اُنکو دیدیا ہے مختار الدولہ نے کہا کہ جب وہ یہان آجاوینگے تو سب بھائیون

سے بڑھکر سمجھے جاوینگے لیکن مالک اور صاحب حکم ایک ہی بہتر ہے کیونکہ قدیم سے یہی دستور
چلا آتا ہے بہت سی گفت و شنید کے بعد یہان سے گورنر کو یہ باتین لکھی گئین وہان سے
حکم آیا کہ نواب آصف الدولہ بہادر مالک ملک ہین نواب سعادت علی خان کو بلا کر
اپنے پاس رکھین نواب نے اس احسان کے بدلے مین ملک بنارس انگریزون کو دیا
تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین اسی طرح مذکور ہے اور تاریخ تیموریہ مین بیان کیا ہے کہ
مختار الدولہ نے نواب وزیر الممالک کو دولت خواہی کے پردے مین انکے بلا لینے
کے لیے عرض کیا نواب نے انکے اغوا سے ایک خط اشتیاق آمیز اور تہنیت انگیز
انکی طلب مین لکھا نواب سعادت علی خان ابھی جوان ناتجربہ کار تھے اُن کو تامل ہوا
اور سرداران لشکر کو بلا کر اُن سے مشورہ کیا اور کہا کہ مختار الدولہ کی غفلت اور
بے پروائی سے تمام کام وزیر الممالک کی سرکار کے درہم و برہم ہو رہے ہین وہ چاہتے
ہین کہ ہم لوگون کو بھی کھٹائی مین ڈالین ہر اک سردار یہ بات سُن کر متردد ہوا
اسکے بعد سعادت علی خان نے کہا کہ والد مرحوم نے اس ملک کی حکومت و ریاست
مجھے تفویض کی تھی اور تمکو میری اطاعت کے لیے حکم دیا تھا اُن کے دل کی یہ بات
معلوم ہوتی تھی کہ جب امر ناگزیر وقوع مین آئے تو ملک قدیم میرے بڑے بھائی
آصف الدولہ کے زیر نگین رہے اور جدید علاقے میرے پاس رہین تاکہ ہم بھائیون
مین خصومت و منازعت پیش نہ آئے پس اگر تم میری مدد پر کمر ہمت مضبوط باندھو
اور قول و قسم سے مطمئن کردو تو مین ہمسرانہ قوت سے انکو مسکت جواب لکھدون
تو لطافت علی خان اور مرتضےٰ خان بڑیچ وغیرہ رسالہ دارون نے زمانے کی ہوا
اور نواب آصف الدولہ کے ارکان کی غفلت پر خیال کرکے اس مشورے سے

اتفاق رائے کیا اور کہنے لگے کہ نواب مرحوم نے رخصت کے وقت ہم لوگون کو بندگان عالی کے اختیار مین دیدیا تھا جب تک تن مین جان باقی ہے کبھی آپکے حکم سے سرتابی نکرینگے جو کوئی اِدھر کا رُخ کرے گا اُس سے مقابلہ کرکے شرط جانفشانی بجالائینگے۔ لیکن محبوب علی خان نے اس مشورے کو رد کردیا اور اُس مجلس سے اُٹھکر سرداروں کو سمجھایا کہ ہم کو جناب عالیہ والدہ آصف الدولہ نے پرورش کیا ہے ہماری کیا جرأت وجسارت کہ اُنکے حکم سے انحراف کرین اسلیے مناسب یہ ہے کہ ایک عرضی اُنکی خدمت مین بھیجین جو کچھ اس امر مین وہ لکھین اُسکی تعمیل کرین اس بات کے سُننے سے ایک شورش پیدا ہوگئی اور مجلس مشاورت مین فتور پڑگیا تھوڑے عرصے کے بعد بیگم صاحبہ کا شقہ پہونچا کہ نواب مرحوم کے بعد آصف الدولہ کو ریاست اور باپ کی جانشینی کا حق حاصل ہے ہر ایک کو مناسب ہے کہ اُنکی بندگی وخانہ زادگی پر مستقیم رہے اور کسی کی بدراہی سے انحراف وخلاف اختیار نکرے۔ ایسے شخص کو چھوڑدے اور اُسکی طرفداری سے قطعاً ہاتھ اُٹھاکر آصف الدولہ کی اطاعت مین سرگرم رہنا چاہیے اس شقے کے پہونچنے سے محبوب علی خان کی بات سرسبز ہوگئی اور دوسرے مدعیون کو ندامت عظیم حاصل ہوئی مختار الدولہ کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ محبوب علی خان نے سعادت علی خان کی تدبیر دور از صواب سے انحراف کیا تو اُسکو تملّق اور لالچ سے اپنی دوستی کی طرف راغب کیا وہ مختار الدولہ کے دام تذویر مین پھنسکر لشکر نواب آصف الدولہ کو روانہ ہوا دوسرے سردار بھی ڈرے اور سوا مختار الدولہ کی اطاعت کے کوئی دوسری تدبیر بہتر نہ سمجھی اسلیے سب نواب کے لشکر کو چلے گئے اب نواب سعادت علی خان نے خیال کیا کہ اگر آصف الدولہ کی فرمانبری واطاعت سے

گریز کرونگا تو تمام لشکری دغا و فریب سے پیش آئینگے خجالت کو حجاب کا وسیلہ بناکر آصف الدولہ کے پاس مہدی گھاٹ کے راستے مین پہونچے نواب نے غایت رافت وکمال محبت سے بزرگانہ سلوک وشفقت مبذول کی اور گلے سے لگاکر ان الفاظ کے ساتھ اُنکے دل کو تسلی دی کہ "میرے باپ نے قضاے آلٰہی سے انتقال کیا اور مین تمھارا باپ زندہ ہون تمکو کیا غم وفکر ہے تمنے سُنا ہوگا کہ نواب مرحوم نے تمکو میری فرزندی مین دیا تھا اور تم مجکو باپ کہتے تھے اب تک وہی رشتہ جاری ہے" بعد اس کے خلعت ملبوس۔ گھوڑا۔ ہاتھی وغیرہ وہ چیزین جو ایسے فرزندان نامدار کو امراے عالیمقدار عطا فرماتے ہین بخشین اور انکی خاطر رمیدہ کو دام سحر تالیف سے رام کیا بسنت علیخان مع کمپو کے اور محمد بشیر خان اور لطافت علی خان ومرتضےٰ خان بڑیچ بھی بریلی سے وہان آئے اور نواب کی سعادت ملازمت حاصل کی اور ہر ایک پر لطف وعنایت مبذول ہوئی۔ نواب نے مُلک روہیلکھنڈ کی نظامت پر بشیر خان کو بھیجا بسنت علیخان اور مرتضےٰ خان کے سوا دوسرے سردار بھی روہیلکھنڈ کو واپس گئے۔

مختارالدولہ کا سرداران مقتدر کی تدبیر مین مصروف ہونا اور اُنکو نواب کے حضور سے ہٹا دینا

مختارالدولہ نے جو دیکھا کہ ابھی ان سرداران مقتدر کے پاس سپاہ وافر موجود ہے اپنی اس قوت اور جاہ کے زور پر مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین تو اُن مین تفرقہ پردازی کی فکر کی اور سب کا نواب کے حضور مین جمع رہنا مناسب نہ سمجھا ہر ایک کو دوسرے کا مخالف بناکر بربادی امارت کی فکر مین پڑے پس اول اُنھون نے

اُنکا باہم مقابلہ کرا کر مضمحل اور شکستہ حال کرانا چاہا۔ اور پہلی تدبیر جو اُنھون نے کی وہ یہ ہے کہ محبوب علی خان سے محبت بڑھائی اور اُسکو یہان تک بے تکلف کیا کہ اپنی بزم خاص کا شریک اور محفل اختصاص کا رفیق بنا لیا خلوت مین اپنی محبوبہ کے سامنے بلا کر اُس شاہد طناز کو شراب دینے کے وقت اشارہ کیا کہ محبوب علی خان کو تاکید و اصرار کے ساتھ اتنے جام پلائے کہ وہ مدہوش ہو جائے ہرچند کہ محبوب علیخان بڑا فرزانہ اور عاقل یگانہ تھا اور کبھی شراب نہین پیتا تھا لیکن ایسے وقت مین عقل کو دماغ سے رخصت کر کے اُس کے ہاتھ سے پے در پے شراب لے کر خوب پی اور متوالا ہو گیا اسی طرح دونون مین رشتۂ بے تکلفی و دوستی مستحکم ہو گیا نشے کا زور گھٹنے کے بعد مختارالدولہ نے محبوب علی خان کی گردن پر یہ احسان رکھا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو اپنا نائب بنا کر تمام ملک کی حکومت کا کام تمھارے ہاتھ سے لیا کرون لیکن بالفعل چکلۂ کوڑہ سرحد اٹاوہ تک تمھارے رسالے کی تنخواہ مین دیتا ہون اول تم جا کر وہان کا انتظام کر آؤ محبوب علی خان بھی نواب کے دربار کا رنگ دیکھ کر بہت متفکر رہتا تھا اُسنے اسے غنیمت سمجھا صبح کو مختارالدولہ اُسے نواب کے پاس لے گئے اور خلعت دلوا کر اُدھر رخصت کیا۔

مختارالدولہ نے راجہ ہمت بہادر کو اُسکے پیادہ و سوار اور میر احمد کی بائیسی اور دوسری فوج کے ساتھ جسکی تعداد تیس چالیس ہزار جوان سے کم نہ تھی کالپی وغیرہ کی تسخیر کیلیے روانہ کیا۔

مختارالدولہ نے اپنے ایک بھائی کو فیض آباد کا ناظم مقرر کر کے اُدھر بھیجا اُس بے ادب نے امتیاز و پاسداری کا لحاظ بالائے طاق رکھا باوجودیکہ عین بازار چوک

مین موتی باغ کے اندر نواب کی دادی اور مان رہتی تھین بڑی دھوم دھام سے
نقارے بجوا تا صبح و شام قلعہ سے سوار ہوتا اور اُس مین آتا حالانکہ نواب شجاع الدولہ
کے عہد مین یہ جسارت کوئی سردار نہین کرسکتا تھا اور اُس ناظم نے اپنے بھائیون
اور بھتیجون کو جابجا مقرر کیا بخشی گری اور ڈیوڑھیات کے خزانے کی دارونگی
بھی اپنے متعلقین کو دی شجاع الدولہ کے قدیمی نوکرون کو دفعۃً معزول کر کے
اُنکی حرمت و آبرو کے درپے ہو گیا معز زخان۔ سلام اللہ خان۔ مرزا خانی وغیرہ
کے اس قدر زمانہ موافق تھا کہ زمین پر پانوُن نہین رکھتے تھے۔ اور حد اعتدال
سے گذر گئے تھے جو کچھ دل مین آتا تھا بے تکلف و بےخوف شرفا۔ نجبا اور رعایا کے ساتھ
عمل مین لاتے تھے۔ باوصف اسکے کہ نواب کے حقیقی ماموں سالار جنگ اور دوسرے
سرداران قدیم اس وقت تک لشکر مین موجود تھے لیکن کسی سے کچھ تدارک نہین ہو سکا
ان حالات کو دیکھ دیکھ کر یہ لوگ مآل کار کے اندیشے سے دست تاسف ملتے تھے
اور متحیر تھے کوئی تدبیر سمجھ مین نہین آتی تھی۔

مختار الدولہ جب تک اس رتبے کو نہین پہونچے تھے صلاح و تقوے سے آراستہ
تھے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ نیابت کے حاصل ہوتے ہی سب نیک اطواریان
چھوڑ کر شراب پینے اور نرد کھیلنے مین مشغول ہو گئے اور اس قدر نخوت فرعونی
دماغ مین سمائی کہ بلا شبہہ ہمچو من دیگرے نیست کا دعوے کرنے لگے کوئی ساعت کوئی گھڑی
ایسی نہ تھی کہ خرابی لشکر و بربادی سلطنت اور اپنی امارت و ریاست کی تقویت
کا خیال اُنکے دل سے دور ہوتا ہو۔

راے پتر چند دار وغہ کو نے سبب اپنی ڈیوڑھی پر بٹھا کر قید کر دیا اسی طرح

دوسرے خیر خواہان قدیم عہد شجاع الدولہ کو بے صدور تقصیر بات بات پر ذلیل و تنگ کرتے تھے چاہتے تھے کہ ہر وقت یہ لوگ اُنکے سامنے دست بستہ رہین اکثر صاحب عزتان باغیرت نے نوکری چھوڑکر خانہ نشینی اختیار کی نواب سالار جنگ لشکر مین اور نواب مرزا علی خان فیض آباد مین موجود تھے اگر تھوڑا سا طنطنہ دکھلاتے اور روسائے لشکر کو متفق کرکے ملک و فوج کے بند و بست پر کمر باندھتے تو اس قدر خرابی و خستگی پیدا نہوتی مگر یہ لوگ پرلے درجے کے ڈرپوک اور عیاش تھے اُنسے کیا ہو سکتا اگر کچھ اُنھون نے کیا تو یہ کیا کہ اپنی بیٹیان مختار الدولہ کے بیٹون کے نکاح مین دیکر اپنے مزے بنے رکھے۔ عنبر علی خان اور یوسف علی خان خواجہ سراؤن نے جو یہ کیفیت دیکھی تو ہمہ تن مختار الدولہ کی حاضر باشی مین رات دن رہنے لگے اور اس طرح انکی عزت و آبرو بچی اور جس نے ایسا نہ کیا وہ خرابی و آوارگی مین مبتلا ہوا۔

نواب آصف الدولہ کے تھوڑے سے اوصاف

فیض بخش کے قلم سے

نواب آصف الدولہ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی اُنکے سلام کا قصد کرتا تو فرماتے کہ مختار الدولہ کے پاس جائے ہمکو کسی کا سلام درکار نہین" رات دن کم رتبہ دون ہمت ہندوؤن کے ساتھ نشہ شراب مین مدہوش رہتے اور ایسے پواج لوگون کی رائے اور پسند کے موافق جو ذلیل و سُبک شوق ہوتے ہین اُن مین کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتے اِس قدر بے حجابی نامشروع اور خارج از غیرت و حیا کا مونمین اختیار کی

کہ پواج لوگ اور بازاری آدمی بھی مات ہوگئے وہ بھی ایسے کامون کو سُن سُن کر شرمندہ ہوتے تھے آصف الدولہ کی ایسی بد وضعی شہرت پذیر ہوئی کہ دور و نزدیک کے لاکھون آدمی ہر وقت یہی چرچے کرتے اور کہتے کہ خداوندا عہد آدم ابوالبشر سے اس وقت تک سیکڑون بادشاہ۔ اُمرائے ظالم۔ سفاک۔ نامرد و بے حیا عالم مین گذرے ہین لیکن تاریخ کی کسی کتاب مین ایسا ناپاک حال نہین دیکھا۔ اُن کے بعض مصاحب بے ادبی والے کرکے مشہور تھے جیسے بھوانی سنگھ نواز سنگھ اور رستم علی وغیرہ۔

کسی رذیل سی رذیل قوم کا دنی الطبع آدمی ایسا نہ تھا کہ جس کو ایسے بیباک و بیہودہ خیال نواب نے ترقی و ثروتمندی ہو یہ لوگ جھالردار پالکیون اور خاص سرکاری عمدہ عمدہ گھوڑون اور ہاتھیون پر بیٹھے ہوئے کوچہ و بازار مین متکبرانہ پھرتے تھے۔ سیر المتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ مین لکھنؤ مین آیا تو ان بے عقلون کو دیکھا کہ درحقیقت بموجب اس آیت کے اُولئک کالانعام بل ہم اضل سبیلا سراپا بہائم خو تھے اور یہ مصنف نواب کو جن کو تاریخ سے ناواقف لوگ فرشتہ سیرت اور اُنکی طبیعت عموماً متحمل و بے پروا بتاتے ہین بہت احمق کہتا ہے اور اُنکے چال چلن کو ناپسند کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اُنھون نے ریاست کو برباد اور انتظام سابقہ کو برہم کر دیا۔

سپاہیان نجیب کا طلب اضافہ کیلیے بلوا کرنا مختار الدولہ کا اُنکے ہاتھ سے بے حرمت ہونا

شجاع الدولہ نے روہیلون سے لڑائی شروع کرنے کے وقت اپنی سپاہ کی

دلداری کے لیے اُس سے اضافے کا وعدہ کیا تھا یہ فتح خدا ساز اُنکی سپاہ کی کوشش
کے بغیر حاصل ہو گئی اُسی زمانے مین نواب نے انتقال کیا تمام سپاہی اس عطیہ سے
محروم رہے اس زمانے مین اکثر شوریدہ بختون نے زمانے کا رنگ دیکھ کر طلب تنخواہ
و اضافہ کے لیے بلوا کیا مختار الدولہ کو اپنی شوکت و حشمت پر گھمنڈ تھا اس لیے
اُنکو کڑے کڑے جواب دیے ان باتون سے سپاہیون کا ہر فرقہ لڑنے مرنے کو مستعد ہو
اُنھون نے اپنے افسرون کو نکالدیا اور توپین تیار کر کے لگا دین اور اُن کے پیچھے
اپنی صفین جما دین اور لڑائی کو مستعد ہوئے ابھی تک نواب مہدی گھاٹ پر
مُقیم تھے کہ لشکر مین بیچینی پھیل گئی بازاری لوگ جو نہایت ڈرپوک ہوتے ہین اپنی
اپنی دوکانین سمیٹ کر بھاگنے لگے اس وقت مختار الدولہ بادۂ نخوت و غرور کی
بدمستی سے کسی قدر ہوش مین آئے اور بعض سرداران لشکر کو آتش فساد کی تسکین
کے لیے بھیجا لیکن بات بڑھ گئی تھی کسی نے نصیحت نہ مانی اور ہر ایک رسالے مین
سے جوق جوق سپاہی اپنے اپنے افسرون سے منحرف ہو کر بلوائیون کی جماعت مین
شامل ہونے لگے سرداران لشکر نے جو دیکھا کہ یہان ہم تنہا کیا کر سکتے ہین جو کچھ زور
ہے سپاہ سے ہے اور سپاہ منحرف ہو گئی کہین ایسا نہو کہ چشم زدن مین تمام لشکر
لٹ جائے اسلیے وہ سب متفق ہو کر مختار الدولہ کے پاس گئے اور اُن کی منت
و سماجت کی مختار الدولہ کے دماغ مین وہ نخوت بھرا ہوا تھا کسی کو اپنا حریف
و ہم چشم نہ جانتے تھے اپنی جگہ سے تو تدارک نہ کیا بلکہ پالکی مین بیٹھ کر بعض معتمد
رفیقون کو ساتھ لے کر اُن باغیون کے مجمع مین تشریف لے گئے یہ لوگ اُس وقت
نہ کسی کے فرمانبردار تھے اور نہ جو ابدہی سے ڈرتے تھے مختار الدولہ کے سطوت و

قہر کا مطلق لحاظ نہ کیا انکی پالکی کو گھیر کر کہارون کے کندھون سے زمین پر گرا دی اور مختار الدولہ کو کھینچکر باہر نکال لیا ڈنڈون اور بندوقون کے کندون سے مارا اس چپقلش مین اُن کے سر سے پگڑی گر گئی اور کپڑون کی دھجیان اڑ گئین اور قید کر کے دھوپ مین بٹھا دیا اور اُنکے نوکرون اور رفیقون مین سے جو ہاتھ لگا اُس کی مشکین باندھ کر توپون پر کہ گرمی سے جل رہی تھین بٹھا دیا اور جو رفیق و نوکر مختار الدولہ کے سپاہیون کے ہاتھ نہ آئے گولیان اور گولے چلا کر اُن کو بھگا دیا۔ ایک پہر تک مختار الدولہ ایسی مصیبت مین گرفتار رہے کہ خدا کسی پر نڈالے اسکے بعد نشۂ بادۂ غرور و نخوت اُترا اور ہر ایک کی خوشامد کرنے لگے اور سپاہیون کی دلجوئی مین مصروف ہوے لیکن وہ لوگ سواے تنخواہ ملنے اور اضافہ ہونے کے کسی بات پر نہ جمتے تھے نواب آصف الدولہ نے جب مختار الدولہ کی اس ذلت و خواری کا حال سُنا تو اُن کو نہایت غصہ آیا اور اس حالت کو دیکھنے کے لیے بارگاہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور توپخانے کے داروغہ کو حکم دیا کہ توپین تیار کر کے ان مفسدون کو اُڑا دے اور تمام رسالہ دارون کو بھی فرمان دیا کہ اپنے بندوقچیون اور سوارون کو مختار الدولہ کی اعانت کے لیے مقرر کرین ہر ایک افسر نے یہی عذر کیا کہ اس وقت سپاہ کا بلواے عام ہے کسی سردار و افسر کے اختیار مین کچھ باقی نہین ہے فوج مطلق قابو مین نہین جو سپاہی کہ حضور کے پہرے چوکی پر مامور ہین یہ بھی اُنھین لوگون سے رفاقت و ہمدردی رکھتے ہین یہی بہتر ہے کہ مفسدون کے قصورات کو نظر انداز فرمایا جائے اس سرتابی کو تغافل مین ڈالکر تنخواہ دلا دیجائے اور اضافہ بھی منظور کر کے خوش کر دیا جائے جب فتنۂ بیدار سو جائے اور اس

بغاوت کی آگ بجھ جائے اور بے عقل لوگ پشیمان ہو کر ندامت و خجالت کو وسیلہ شفاعت بنا کر عجز و زاری کرکے بندگان عالی کے قدمون پر سر رکھدین اور اپنے سردار دن کا حکم ماننے لگین تو اُسوقت آہستگی اور تامل کے ساتھ ہر ایک رسالے مین سے چند ایسے آدمی جو شورہ پشت اور فتنہ انگیز ہون چن چن کر جرم مین متہم کرکے توپ سے اُڑوا دیے جائین تاکہ سب پر رُعب چھا جائے اگرچہ آصف الدولہ غیرت شوکت کی وجہ سے سینہ آسا آتش غضب مین بے چین تھے لیکن کیا کر سکتے تھے بجز پذیرائی اس التماس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ مجبور ہو کر راجہ ٹپر چند خزانچی کو بُلا کر حکم دیا کہ جس امر مین مفسدون کی استرضا ہو اُسکے مطابق عہد و پیمان سے اطمینان کرکے اور دست بدست زر تنخواہ چکاکے مختار الدولہ کو اُنکے پنجے سے چھڑا لائے راجہ ٹپر چند، ۳ ہزار اشرفیان خزانے سے لیکر اُن بلوائیون مین پہونچا اُن لوگون نے اول اُس کو بھی خوب بُرا بھلا کہا لیکن وہ شیرین زبانی اور لطائف الحیل سے پیش آیا جس سے ہر ایک کی گرمی ٹھنڈی ہو گئی اور سب کو تنخواہ دے کر اور اضافہ اپنے ذمے قبول کرکے اُنکے پنجے سے مختار الدولہ کو رہا کرایا! اور ہر ایک کو حسن تدبیر سے راضی کیا اور اُن کی تنخواہ مین وہ اشرفیان چکا دین۔

مختار الدولہ ایسے روز سیاہ سے خواب مین بھی واقف نہ تھے اپنے نخوت و غرور کا خوب پھل پایا نواب وزیر کے سامنے آئے تو دل مین خجالت آنکھون مین اشک حسرت بھرے ہوے تھے۔ نواب سے داد و بیداد کی اُنھون نے لطف و مہربانی سے گلے سے لگا لیا اور خلعت ملبوس بخشا۔

جان برسٹو صاحب کا رزیڈنٹ ہوکر وزیر کے لشکر مین آنا

مسٹر جان برسٹو جو کلکتے سے نواب آصف الدولہ کے پاس رزیڈنٹ بنا کر بھیجے
گئے تھے وہ مہدی گھاٹ کے مقام پر وزیر کے لشکر مین پہونچے ان دنون کرنیل پھولیس
کی بوجہ چرب زبانی کے گرم بازاری تھی اور کپتان کانوی مصاحب کرنیل کلکس
کچھ تو کرنیل کی مدد سے اور کچھ اُسکے لشکر کی قوت سے وزیر الممالک اور اُنکے مدار المہام پر
غالب آگیا تھا۔ یہ شخص ہر روز اپنی افزایش اور کارپردازان سلطنت کی ہراس
کے لیے ایک گل تازہ کھلاتا تھا ان دونون صاحبون کو برسٹو صاحب کے رزیڈنٹ ہوکر
اودھ کی طرف روانہ ہونے کی خبر تھی لیکن اس خیال سے کہ کساد بازاری نہو جائے
اس بات کو ان سنی کرکے اپنے کام مین سرگرم تھے اگر کبھی کبھی آصف الدولہ مسٹر جان برسٹو
کے حالات اور انکی کلکتے سے روانگی کی وجہ دریافت کر بیٹھتے تو سہل اور سبک طور پہ
کچھ بیان کر دیتے مطلقاً کسی کو یہ خیال نہ تھا کہ وہ پورے پورے اختیارات کے ساتھ
کلکتے سے آرہے ہین یہانتک کہ لشکر کے قریب پہونچ گئے مختار الدولہ نے ان انگریزون
کی صلاح سے بادل ناخواستہ استقبال کیا اور ملاقات کو نواب کے پاس لائے نواب
نے بھی جو کچھ خاطر کی وہ انکے مرتبے سے کم تھی لیکن جان برسٹو باوجود نوجوان ہونے
کے ہوشیار اور مدبر آدمی تھے زمانے کی ہوا اور مجلس کا رنگ دیکھکر سمجھ لیا کہ
یہان کا حال یہ ہے ان لوگون سے نے النفاقی کی مطلق شکایت نہ کی کرنیل پھولیس
کے خیمے مین ٹھہر گئے اور حریفون کو غفلت مین ڈالکر ہر ایک کے ساتھ بزم اخلاص

مین شریک ہوتے۔ تمام حال یہان کا اور کرنیل کلیس و کپتان کالوئی و کرنیل پھولیر
کے وزیر کے معاملات مین دخیل ہونے کا قصہ کلکتے کو لکھ بھیجا جب وہان کرنیل پھولیر
اور کپتان کالوی کے دخل و تصرف کا حال معلوم ہوا تو گورنر اور ممبران کونسل
ناخوش ہوئے اور رزیڈنٹ کو لکھ بھیجا کہ اگر یہ دونون اب بھی وزیر کے لشکر مین موجود ہون
تو گرفتار کر کے کلکتے کو بھیجدو اس حکم کے یہان پہونچنے سے قبل اتفاقاً یہ حال
کپتان کالوی اور کرنیل پھولیر کو معلوم ہو گیا کپتان تو پریشانی کی حالت مین
کوئی حیلہ کھڑا کر کے وزیر کے لشکر سے بلگرام کو چلا گیا اور وہان لمپو کی چھاؤنی مین
رہنے لگا۔ اور کرنیل کلیس اپنے تمام خیمہ و خرگاہ اور اسباب حشمت و جاہ کرنیل پھولیر
کے حوالے کر کے جس قدر اسباب لے جا سکا ساتھ لے کر باقی سامان دوستون کو دیکر
کلکتے کو روانہ ہو گیا۔ ان دونون انگریزون کے متوسلون اور رفیقون پر عجب انقلاب
اور شورش کا عالم گذرا اور اُنکی روانگی کے بعد اندیشہ و تردد کے دروازے
کھل گئے۔ مختارالدولہ اس وقت خواب غفلت سے بیدار ہوے اور بادہ نخوت سے
ہوشیار ہوے اُسی رُوز راجہ جھاؤلال کو نواب وزیر کی طرف سے استفسار صحت مزاج
کے لیے رزیڈنٹ کے پاس بھیجا اُنھون نے راجہ کی طرف التفات نہ کیا لکھنے مین
مشغول رہے تھوڑی دیر تک جھاؤلال سلام کرنے کی آرزو مین کھڑے رہے دیر کے بعد
سر اُٹھا کر مہربانی کے ساتھ اُنکی طرف دیکھا جھاؤلال نے جرأت کر کے وزیر کی طرف
سے خیریت پوچھی جان برسٹو صاحب نے درشتی کے لہجے مین جواب دیا کہ "میری صحت مزاج
کی خبر دریافت کرتے ہو مین بیمار نہ تھا مجھے ہندوستانیون کی چاپلوسی پسند نہین"
جھاؤلال نے جو یہ عتب و جلال دیکھا اور کلمات ملال سنے تو بدحواس ہو کر فی الحال

نواب وزیر کے پاس پہونچے اور تمام واقعہ بیان کیا ارکان حضور ابتک مطلق العنان
اور فارغ البال تھے یہ حال معلوم کرکے بہت گھبرائے۔ شام کے قریب مختار الدولہ
تصفیہ خاطر کے لیے گئے اور نرم و شیرین باتین کرکے رزیڈنٹ کی دلجوئی کی وہ
عقل و دانش کے پہاڑ تھے نائب کی چاپلوسی کی باتون مین نہ آئے اور اُسی طرح
تمکنت و وقار کے ساتھ جواب شافی و مُسکت دیتے رہے۔

انگریزون کے آصف الدولہ کے ساتھ معاملات

کلیورنگ مڈلٹن ایجنٹ تو چلے ہی گئے تھے اور اُن کی جگہ جان برسٹو صاحب بھیجے گئے
تھے شجاع الدولہ کے مرتے ہی گورنر کی کونسل مین فرینسس اور کرنیل مُونسن اور
جنرل کلیورنگ کی غلبۂ آرا سے یہ امر فیصل ہوا کہ شجاع الدولہ کے ذمّے جو روپیہ
واجب الادا ہے اُسکو بہت جلدی سے وصول کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ جو
عہد و پیمان اُنکے باپ کے ساتھ سرکار کمپنی کے ٹھہرے تھے وہ سب اُن کے ساتھ
قبر مین گئے اور کوئی اُن مین سے اب باقی زندہ نہین اب جو ہم سے نیا سودا امداد
و اعانت کا لوگے تو اُسکی قیمت از سر نو ٹھہرائی جائے گی پُرانے بھاؤ پر نہین دیجائیگی
برسٹو صاحب سے جس دن مختار الدولہ ملنے آئے تھے اُسکے دوسرے دن اُن کو بلا کر
صاحب مذکور نے یہ کہا کہ بادشاہ ہندوستان نے بنارس اور جونپور اور چنار گڑھ
اور غازیپور اپنی مہربانی سے سرکار کمپنی انگریز بہادر کو ہمیشہ کے لیے آل تمغا کے طور پر
بخشدیئے تھے لارڈ کلایو نے خدا جانے کس وجہ اور کس خیال سے نواب شجاع الدولہ
مرحوم کو کمپنی کی طرف سے اور اپنی جانب سے چھوڑ دیے تھے اب صاحبان کلکتہ کی

یہ مرضی ہے کہ اگر نواب آصف الدولہ کو سرکار کمپنی کے سردارون سے مودت منظور ہے
تو یہ مقامات سرکار کمپنی کو دیدین اور اپنے دوسرے پرانے اور نئے ملکون پر بدستور
قابض و متصرف رہین اور انگریزون کو اپنا ممد و معاون سمجھین مختار الدولہ یہ بات سنکر
نہایت پریشان خاطر ہوے اور گذارش کیا کہ ملک کے مالک نواب آصف الدولہ ہین
اُنکی صلاح اور اجازت کے بغیر مجھے نفی و انکار کا اختیار نہین برسلو صاحب نے کہا
کہ اب سے شام تک کی فرصت ہے اگر انگریزون سے دوستی رکھنی منظور ہے تو ان علاقون
کے حوالے کر دینے کی سند تیار کر کے بھیجدی جائے اور اگر کچھ اور منظور ہے تو اُس رائے
سے اطلاع دی جائے۔ مختار الدولہ خاطر آشفتہ آصف الدولہ کی خدمت مین آئے
تمام حال اُن سے عرض کیا نواب کے مشیرون نے بہت سی فکر دوڑائی مگر کوئی بات
سمجھ مین نہ آئی بجز اسکے کہ علاقے دیدیے جائین۔

کپتان کالون نے بعض معتمدون کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ کلکتے سے ہرگز
ایسا حکم نہین آیا ہوگا یہ جو کچھ کر رہے ہین برسلو صاحب اپنی طرف سے کر رہے ہین
اُنکو کمپنی کی طرف سے علاقے مانگنے کی ہدایت نہین حضور اُنکی بات کی طرف التفات کرین
اور سوال و جواب مین قاصر نہ ہین اور اس دلیری و جسارت کی شکایت کلکتے کو لکھین
اور حضور اپنے پیش خیمے کلکتے کی طرف کھڑے کرائین اور برسلو صاحب سے کہلا بھیجین
کہ نواب مرحوم اور صاحبان انگریز مین جو عہد نامہ ہوا ہے اُسکی دفعات دیکھ لو اگر اُن
تمام عہد و پیمان کے موجود ہوتے تمھاری طرف سے خلاف ورزی ہوگی تو مین خود
کلکتے جا کر صاحبان کونسل سے مباحثہ کرونگا جو کچھ مقدر ہے وہان مقرر ہو جائے گا
مگر ارکان دولت نے آرام طلب نواب کو ان باتون پر توجہ نکرنے دی اور کلمات

کالون کی

خوف آمیز دہول انگیز سے ڈراکر اس امر پر آمادہ کیا کہ کیا ضرور ہے کہ سہل معاملات کے لیے اس قدر تکلیف سفر کی برداشت کی جائے اور انگریزون کو اپنی طرف سے رنج پہونچایا جائے یہی بہتر ہے کہ تھوڑا سا ملک انکو دے کر دوستی مستحکم کریجائے تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ برسٹو صاحب نے مختار الدولہ کو لطائف الحیل مین راضی کر لیا تھا اور بعض کامون کی اُن کو اُمید بھی دلائی تھی سیر المتاخرین مین بھی ذکر کیا ہے کہ برسٹو صاحب نے مختار الدولہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ بنارس وغیرہ کا علاقہ جو راجہ چیت سنگھ بن بلونت سنگھ کی زمینداری مین ہے اور جسکی مالگذاری پچیس لاکھ روپے کی ہے اور ستر لاکھ روپے کے قریب محاصلات ہے سرکار کمپنی کو دلادے اُس احمق نے آصف الدولہ کو جان برسٹو صاحب کی طرف سے امید و بیم مین ڈالکر راضی کر دیا۔

رشبرج صاحب تاریخ ہند مین اس مطلب کو یون ادا کرتے ہین کہ کونسل کے اُنھین تین ممبرون نے ہسٹنگز کی مرضی کے خلاف نواب وزیر اودھ کو دباکر بنارس قلمرو سرکار انگریزی مین شامل کرالیا۔ غرضکہ رزیڈنٹ کی تدبیر سے ۲۰ ربیع الاول ۱۱۸۹ ہجری مطابق ۲۱ مئی ۱۷۷۵ء کو نیا عہدنامہ لکھا گیا کہ کوڑہ اور الہ آباد کے اضلاع جو شجاع الدولہ کے ہاتھ فروخت کیے گئے تھے آصف الدولہ کے قبضے مین اُسی ہئیت سے رہینگے جیسے کہ ملک اودھ اُنکے پاس ہے اور سرداران انگریزی وعدہ کرتے ہین کہ وہ صوبہ اودھ اور کوڑہ والہ آباد کی حفاظت کرینگے جب تک مرضی کورٹ آف ڈائرکٹرز کی دریافت ہو گی اور نواب نے اپنے ملک کی اس حفاظت کی بابت انگریزی کمپنی کو تمام اضلاع ماتحت راجہ چیت سنگھ کے مع محصول خشکی و دریا دیدیے

جنکی تفصیل یہ ہے۔

سرکار بنارس۔ سرکار چنار گڑھ۔ بلکینس گڑھ۔ اضلاع جونپور۔ بجے پور۔ ملیوس خاص بھدوئی۔ سرکار غازی پور۔ پرگنہ سکندر پور۔ فرید شادی آباد۔ ٹپہ سرنج۔ وغیرہ انکا خراج ۲۲ لاکھ ۸۴ ہزار ۴ سو ۹۴ روپیہ مقرر تھا اور نواب نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ قاسم علی خان صوبہ دار سابق بنگالہ اور شمرو قاتل انگریزان کو اپنے ملک مین آنے ندینگے اور نہ اپنے پاس رکھینگے اور اگر وہ انکے قابو مین آجائینگے تو انکو قید کرکے انگریزی کمپنی کے سپرد کردینگے اور یورپ کی کسی اور قوم کو اپنی ملازمت مین بغیر رضامندی انگریزی کمپنی کے نرکھینگے اور جو کوئی انگریزی کمپنی کے پروانے کے بغیر انکے ملک مین آئے گا یا اُس مین گذر کرے گا یا رہے گا یا معلوم ہوگا کہ ملک مین ہے تو وہ اُسکو آنے ندینگے بلکہ اُسکے آنے مین مانع ہونگے۔ اور اگر آبھی جائے گا تو اُس کو واپس بھیجدینگے۔ تمام یوروپین کسی قوم کے ہون جو نواب وزیر کے ملازم ہین اِس عہد کی رُو سے برخاست ہوے اور انھون نے وعدہ کیا کہ انکو نوکر نرکھینگے اور جو شخص انگریزی کمپنی سے مفرور ہوکر آیا ہے یا آیندہ آئے گا بشرط گرفتار ہونیکے انگریزی کمپنی کے حوالے کردیا جائے گا۔ اور طرفین نے یہ بھی اقرار کیا کہ اگر بادشاہ کوئی بات ایک کی نسبت دوسرے کو لکھینگے تو وہ اُسکی رضامندی اور ارادے کے موافق کارروائی کرینگے اور بادشاہ کی تحریر و تقریر پر کچھ بھی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اور نواب نے ایک اقرار نامہ مہری علیحدہ اِس مضمون کا بھی لکھدیا کہ زر بقایاے انگریزی کمپنی بابت کوڑہ والہ آباد و روہیلکھنڈ و تنخواہ فوج حسب عہدنامہ نواب شجاع الدولہ بلا عذر و تکرار بر وقت واجب ہونے کے ادا ہوگا۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ ہسٹنگز صاحب گورنر اگرچہ اس بات سے کہ ملک بنارس ضمیمہ سرکار کمپنی ہوا خوش ہوے مگر اس وجہ سے کہ شجاع الدولہ کے عہد مین وہ خود بنارس تک آئے تھے اور ملک مذکور کی درخواست کی تھی اور شجاع الدولہ نے بہت سے عذر کرکے ٹالے بالے بتا دیے تھے اور نہ دیا تھا۔ جان برسٹو نے جو اُن کی طرف سے رزیڈنٹ تھا ایسا بڑا کام کرکے ممبران کونسل کے سامنے ناموری حاصل کی کسی قدر ملول ہوے تاریخ تیموریہ مین بھی یہی لکھا ہے کہ جب اس خوبی کے ساتھ جان برسٹو صاحب کی حسن تدبیر سے مملکت کے دینے کی خبر صاحبان کلکتہ کو پہونچی تو جنرل کلیورنگ وغیرہ نہایت خوش ہوے اور گورنر ہسٹنگ اس وجہ سے کہ انگریزون کی یہ تمنّا جنرل کلیورنگ کے متوسل کے ہاتھ سے ظہور مین آئی نہایت ملول ہوے۔

بہرصورت گورنر نے ان شرطون کے منظور کرنے مین یہ عذر کیا کہ وہ بالکل برخلاف اُن عہد و پیمان کے ہین جو شجاع الدولہ کے ساتھ ہوے تھے اور گورنر نے یہ کہا کہ اس وقت جبراً و قہراً نواب سے جو شرطین چاہو ٹھہرا لو وہ اپنی ضرورت کے سبب سے سب کو منظور کر لینگے مگر اُن کا ایفا نکر سکینگے۔ جب کورٹ ڈائرکٹرز کو اس نئے عہد نامے کی خبر ہوئی کہ بہت سا ملک ہاتھ آتا ہے اور زیادہ روپیہ دینے کا اقرار ٹھہرا ہے تو اُنھون نے مراسلۂ مہ ۲ دسمبر ۱۷۷۶ء مین یہ لکھا کہ ہمکو کبھی ایسی خوشی خاطر ملازمون کی کارگذاری سے حاصل نہین ہوئی جیسی کہ آصف الدولہ کے ساتھ اُن کے عہد و پیمان کرنے سے ہوئی۔ جو عہد و پیمان آصف الدولہ کے ساتھ کیے گئے ہین ہم اُن کو بطیب خاطر منظور کرتے ہین۔

سیر المتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ مختار الدولہ نادان نے باوجود اسقدر تواضع مُفت کے اپنے حق مین کچھ بھی عہد و پیمان ارباب کونسل کلکتہ سے نہ لیا اس وقت جو کچھ چاہتا فوراً ہو جاتا اور کسی کی مجال نہوتی کہ اُسکی طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھتا نہ کہ مارا جاتا۔ اگر احیاناً مارا جاتا تو اُسکے انتقام مین قیامت برپا ہو جاتی بلکہ آصف الدولہ کی ریاست اُسکی اولاد کو مل جاتی۔ لیکن تقدیر یون ہی تھی القصہ بنارس مع توابع کے ضمیمہ بنگالہ ہوا اور معاملات ملکی و مالی صوبۂ اودھ۔ الہ آباد۔ پتھر گڈھ۔ کوڑہ۔ اٹاوہ اور روہیلکھنڈ مین بدون اطلاع جان برسٹو صاحب کے کچھ نہوتا تھا اور مختار الدولہ بغیر اُنکی صلاح کے دم نہین مار سکتے تھے۔

مہدی گھاٹ سے آصف الدولہ کا لکھنؤ کو چلے جانا

جب گرمی کا موسم آخر ہوا اور برسات کا زمانہ سر پر آیا تو نواب مہدی گھاٹ سے لکھنو کو چلے گئے اور وہان حویلی قدیم واقع پنچ محلہ مین قیام کیا۔ شہر فیض آباد کی محافظت کے لیے چند پلٹنین اور بھاری توپخانہ اور ہرکارے رہتے تھے اس شہر مین جس قدر سامان و اسباب ثروت تھا آہستہ آہستہ اُٹھاکر لکھنؤ مین بُلا لیا اور جسقدر کارخانے سرکاری تھے وہ بھی وہان چلے گئے یہان اب امارت و ریاست کی شان باقی نرہی لشکر کا بازار بھی لکھنؤ کو اُٹھ گیا افسرون اور سپاہیون نے بھی اپنے اہل و عیال اور اسباب و مال کو وہین بُلا لیا فیض آباد کی رونق جاتی رہی۔

اولادِ حافظ رحمت خان اور دوندے خان کی قلعہ الہ آباد سے رہائی

شیوپرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ دوندے خان اور حافظ رحمت خان کی اولاد اور جس قدر روہیلکھنڈ کے علما و فضلا و شرفا قلعۂ الہ آباد مین قید تھے اُنھون نے متواتر عرضیان نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور کی خدمت مین بھیجین اور استدعا کی کہ اس قید سخت سے ہم کو رہا کرا دیجیے۔ نواب موصوف نے رحم کھا کر مسٹر جان برسٹو لکھنؤ کے انگریزی رزیڈنٹ کو اُن کی رہائی مین کوشش کرنے کے لیے لکھا۔ رزیڈنٹ نے آصف الدولہ سے سفارش کی اور اس معاملے مین بہت دباؤ ڈالا۔ آصف الدولہ نے تین لاکھ روپے ان محبوسون کی رہائی کے عوض مین طلب کیے اور یہ رقم اِس طرح سے پوری کی گئی کہ ایک لاکھ اسّی ہزار روپے نواب سید فیض اللہ خان نے عطا کیے اور ایک لاکھ بیس ہزار روپے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم نے دیے اِس طرح تین لاکھ روپے جمع ہو کر جان برسٹو صاحب کے پاس بھیجے گئے جنھون نے آصف الدولہ سے قیدیون کی رہائی کا حکم سید معزز خان قلعہ دار الہ آباد کے نام حاصل کر کے بھیجا اُسنے ایک مہینے تک سامان کی تیاری کے بہانے سے تعلّل کیا۔ اور آخرکار ۱۷ شعبان ۱۱۸۹ ہجری کو جان برسٹو صاحب کے ہرکارون اور اپنے آدمیون کے ساتھ اُن قیدیون کا قافلہ لکھنؤ کو روانہ کیا یہ لوگ گڑھ مانکپور کے راستے سے ۲۹ شعبان ۱۱۸۹ ہجری کو لکھنؤ پہونچے۔ کچھ دنون خواجہ یاقوت کے باغ مین خیمون مین رہے پھر کرائے کی حویلیون

ـلہ دیکھو گل رحمت ۱۲

مین رہنے لگے نواب سید فیض اللہ خان کی استدعا کے بموجب آصف الدولہ نے عنایت خان کی بی بی کو جو نواب موصوف کی حقیقی بہن تھین اور فتح خان خانساماں کے عیال و اطفال اور عبدالجبار خان کے اہل وعیال کو رام پور بھیجدیا۔ روہیلکھنڈ گزٹیر مین لکھا ہے کہ دوسرے سال جان برسٹو صاحب نے بڑی تقریرون کے بعد آصف الدولہ کو ایک لاکھ روپے سال کی پنشن ان لوگون کے واسطے مقرر کرنے پر مجبور کیا شیو پرشاد کہتا ہے کہ ایک سال کی تنخواہ دینے کا حکم میر علی رضا فوجدار خیرآباد کے نام حاصل کر کے جان برسٹو صاحب نے اُنپر تقسیم کر دی۔

نواب آصف الدولہ کا اپنی والدہ کو دباکر روپیہ لینا

لکھنؤ مین پہونچنے کے بعد مختار الدولہ نے ارادہ کیا کہ فیض آباد جاکر بیگمات کے اقبال دستان کو صدمہ پہونچائین عالم مستی و نشۂ شراب مین نواب سے عرض کیا کہ شجاع الدولہ اور صفدر جنگ کا تمام اندوختہ بیگم صاحبہ کے پاس ہے وہ تمام خواجہ سرا اڑائینگے اور اپنے جاہ وجلال مین صرف کرینگے اگر حکم ہو تو جس طرح ممکن ہو اُن سے وصول کرلاؤن نواب کی عقل گم تھی بے اندیشہ حکم دیا کہ جاکر سامان اور خزانہ وصول کر لاؤ دیوانہ راہوے بس است مختار الدولہ نے بسنت خواجہ سرا صاحب کمپو کو تلنگون کی چند کمپنیون کے ساتھ اور جان برسٹو اور نواب سالار جنگ کو ہمراہ لیکر فیض آباد کا عزم کیا اور وہان پہونچکر شوکت و نخوت کے ساتھ بیگم کی ڈیوڑھی پر بیٹھ گئے اور نذر جوانو کردن کا معمول تھا نہ بھیجی بسنت علی خان کہ ایک غلام سے زیادہ نہ تھا مگر مین

کرچ لگائے دولتسرا مین گھس گیا جون ہی بیگم صاحبہ کی نظر اُسکی کرچ پر پڑی تو اُسکو سخت گالیان دین۔

اُس دن نواب مرزا علی خان کی معرفت روپے کی درخواست کی گئی بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ ہے لیکن وہ شجاع الدولہ کا دیا ہوا ہے اس جواب کے سننے سے مختار الدولہ سانپ کی طرح بل کھانے لگے اور مرزا علی خان کے سامنے بیگم کو بے ادبانہ باتین کہین باوجودیکہ یہ بیگم کے بڑے بھائی تھے ڈاڑھی مُنھ پر رکھتے تھے مردی و مردانگی کا دعوے تھا۔ لیکن اتنے نہ شرمائے کہ مختار الدولہ کو جواب دیتے اور اُنکو منع کرتے۔ شام ہو گئی تھی اُٹھ کر خوابگاہ کو چلے گئے دوسرے دن پھر ڈیوڑھی پر پہونچے اور تقاضا شروع کیا اور بہت تنگ پکڑا اُس وقت بیگم کے محل مین بیس خواجہ سرا تھے جن مین دس بارہ جوان تھے اور بیس کے قریب کم عمر بیگم نے اُنکو حکم دیا کہ تلوار ڈھال لے کر محل مین حاضر رہین فیض بخش مؤلف فرح بخش اور اخوند احمد علی جواہر علی خان کے پاس اُسکی حویلی مین بیٹھے تھے کہ خرم علی یگانہ محلسرا سے آیا اور جواہر علی خان کی ڈھال تلوار اُٹھا لی اور تمام سرگذشت ڈیوڑھی کی بیان کی اُس دن دلون پر نہایت اندیشہ و وسواس رہا ہولناک خبرین ڈیوڑھی سے پے در پے جواہر علیخان کے پاس پہونچتی تھین اِس دن بھی کوئی فیصلہ نہوا بیگم صاحبہ نے مرزا علی کو کہا کہ تمھاری وجہ سے ہمارا خواب و خور اور چین و آرام یک قلم موقوف ہو گیا ہے ان لوگون کی طرف سے پیغام طرح طرح کے لاتے ہو اور خود جواب نہین دیدیتے جبکہ مردون کا یہ حال ہے تو وائے عورتون پر۔

القصہ جان برسٹو صاحب بیچ مین پڑے اور اصلاح کے درپے ہوے۔ اُنھون نے

بیگم صاحبہ کو کہلایا کہ آپ اب اس قدر روپیہ دیدین کہ آگے کو مطالبہ باقی نرہے ورنہ پھر جھگڑا باقی رہے گا نواب آپ سے تقاضا کیا کرینگے اور آپکی عافیت زندگانی تنگ رہے گی اور آرام مفقود ہوگا اور اس وقت مین اس کام مین واسطہ بنتا ہون اسلیے پختہ وعدہ لے لونگا اور دین و ایمان کی قسم کے ساتھ عہد و پیمان کو مؤکد کراکر ایک تحریر اُن سے حاصل کرکے آپ کے حوالے کر دونگا پھر عمر بھر کوئی آپ سے معترض نہوگا۔ نواب مرزا علی خان کہ بیگم کے حقیقی بھائی اور جہان دیدہ آدمی تھے بیگم کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آصف الدولہ آپکے بیٹے ہین اور آپ کی تجویز سے مالک و مسند نشین ہوے ہین نہایت بے مروت اور اصلی طوطا چشم ہین اس کے علاوہ آج کل شراب کے نشے مین ہر وقت ڈوبے رہتے ہین جو لوگ اُنکی مصاحبت مین رہتے ہین اُنکے دماغ مین بوے آدمیت نہین پہونچی ہے اور مختار الدولہ جو اُن کے نائب ہین وہ فرعون سے کم نہین صلاح وقت یہ ہے کہ تھوڑی سی نقدی باقی وہ سامان جو احتیاج سے زائد ہے اور آج کل کسی کام مین نہین آتا رزیڈنٹ کی معرفت اُنکو دیدیجیے۔ رزیڈنٹ ممنون ہونگے اور یہ خبر کلکتے اور لندن تک پہونچے گی اور عہدنامۂ محکم رزیڈنٹ کا مہری آپکے ہاتھ مین آجائے گا اور اُس روز مرّہ کی کش مکش سے جو ایک سال سے چلی آتی ہے اور آپ کا چین و آرام جاتا رہا ہے نجات حاصل ہوگی بعد اسکے ایسے بیٹے سے درگذر کیجیے اور اُس سے کسی بہبود کی توقع نرکھیے اور گوشۂ عافیت مین زندگی کے دن گذاریے ایک ہفتے تک قیل و قال اور کش مکش رہا بیگم نے اپنے بھائی اور رزیڈنٹ کی صلاح کو مان لیا اور ساٹھ لاکھ روپے پر اس طرح انفصال ہوا کہ پہلے بدفعات ۱۶ لاکھ روپے دیے تھے۔ آٹھ لاکھ روپے نقد اب دیے

اور باقی ۳۶ لاکھ روپون کے عوض سامان ذیل دیا۔
اسّی ہاتھیون مین سے ستر ہاتھی جن مین سے ہر ایک کی قیمت دو دو تین ہزار روپے مقرر کی تھی سواری کے نو سو بھون مین سے آٹھ سو ساٹھ رتھ جن کے بیل ناگوری تھے ستر ہزار روپے کے حُقّے جنکے نیچے بیدار تھے۔ گھوڑے کا ایک طلائی زین ۷۰ ہزار روپے کا۔ حُقّے کے چالیس چنبر جنکی زنجیر دن مین قیمتی جواہر جڑے ہوے تھے اور نہایت نفیس تھے کہ دیکھنے والون کی عقل اُن کو دیکھ کر دنگ ہوتی تھی۔ موتیون کے ہار۔ جواہرات۔ بانات اور کاشانی مخمل کے تھان اور مخملی و باناتی خیمے ان تمام چیزون کو ایک جگہ جمع کرکے قیمت کوتی گئی اور آٹھ دن مین تمام کام ختم ہو گیا۔

یہ تفصیل فیض بخش نے اپنی کتاب فرح بخش مین لکھی ہے۔ مولوی ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان مین یون لکھتے ہین کہ شجاع الدولہ کو مرے ہوے بہت دن نہین گذرے تھے کہ نواب آصف الدولہ نے اپنی ماں کو بہت تنگ کرکے ۲۶ لاکھ روپیہ لے کر اڑا دیا اور تیس لاکھ روپے اور مانگنے لگے بلکہ اُنھون نے یہان تک ارادہ کیا کہ جو علاقہ اُنکی ماں اور دادی کے پاس ہے وہ بھی چھین لین ۱۷۷۵ء مین بیگم نے گورنر جنرل کے یہان نالش کی کہ اُن کا ۲۶ لاکھ روپیہ تو نواب نے اس بہانے سے چھین لیا ہے کہ سرکار کمپنی کا روپیہ دینا نہایت ضروری ہے اب دوبارہ تیس لاکھ روپیہ وہ اور مانگتے ہین کہ سرکار کمپنی کو عہد و پیمان کے موافق دینا ناگزیر ہے اگر وہ نہ ادا کیا جائیگا تو مین تباہ ہو جاؤن گا۔ بیگم نے لکھا کہ مین اپنے بیٹے کے ہاتھ سے بہت تنگ ہون اس پر انگریزون نے بیچ مین پڑ کر ۱۹ شعبان ۱۱۸۹ہجری مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۷۷۵ء کو ایک عہد موثق بیگم کے ساتھ کیا کہ بالفعل بیگم یہ تیس لاکھ روپیہ

اُن کو دیدین اور نواب نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنی والدہ سے تیس لاکھ روپیہ
بابت قرضۂ حال اور چھبیس لاکھ روپیہ بابت قرضۂ سابق کے کچھ نقد اور کچھ اسباب
اور جواہرات اور ہاتھی اور اونٹ وغیرہ ورثہ پدری لیا اور اب کچھ دعوے
میرا اُنپر باقی نہین رہا یہ سب مین نے افسران انگریزی کے ذریعہ سے لیا اور اب
مطالبہ زیادہ اس سے ترک کیا اور مین یہ بھی وعدہ کرتا ہون کہ اپنی والدہ سے
مزاحمت بہ نسبت جاگیر اور گنجیات اور بارہ دری اور باغات اور ٹکسال اودھ و فیض آباد
کے جو اُن کو نواب مرحوم نے دیا نہ کرون گا اور اُنکے حین حیات اُن کو قابض ان
سب پر رہنے دون گا اور جب تک میری والدہ زندہ رہینگی اُس وقت تک
مین اُن کو ان سب کی نسبت دق نکرون گا وہ اپنی جاگیر مین اپنے ملازمین کی
معرفت تحصیل زر کرین مین اُنکو نہ روکونگا اگر میری والدہ حج کرنے جائین تو اُنکو اختیار
ہے جسے چاہین اپنی جاگیر وغیرہ مین بطور مہتمم چھوڑ جائین یہ کلیۃً اُن کے اختیار
مین ہے۔ مین اس مین مزاحم نہونگا خواہ وہ یہان رہین یا حج کو جائین سب جاگیر
وغیرہ اُنکے قبضے مین متصور ہوگی اور کوئی شخص اُس سے مزاحم نہوگا جس کسی کو
میری والدہ مہتمم جاگیر وغیرہ قرار دینگی اُس کی مین مدد اور حفاظت کرون گا اور
جب وہ حج کو جائین تو اُن کو اختیار ہے جس ملازم مرد و عورت کو چاہین اور
جو اسباب چاہین اپنے ہمراہ لے جائین مین مزاحم اُس کا نہونگا اور مین کچھ وقت کسی قسم
کا مطالبہ کر کے جواہر علی خان اور بہار علی خان اور نشاط علی خان اور شکوہ علیخان
اور تحویلدارینون کو ندون گا میری والدہ کو اختیار ہے اپنی جاگیر وغیرہ مین جو چاہین
کرین وہ مالک ہین ان شرائط کے لحاظ رکھنے کے باب مین خدا اور اُس کے رسول اور

دوازدہ امام اور چہاردہ معصوم اور سرداران انگریزی کو گواہ دیتا ہون سرداران انگریزی اس قولنامے مین شریک میرے ہین دوسرے یہ کہ مین زر قرضہ اپنی مان سے طلب نہ کرون گا میرا کچھ دعوے اب اُنپر نہین ہے اور مین ہرگز اِس عہدنامے سے انحراف نہ کرون گا۔ اگر مین احیاناً خلاف ورزی اِس عہدنامے کی کرون تو یہ تصور کرنا چاہیے کہ مین سرداران انگریزی کمپنی سے منحرف ہو گیا۔ سرکار انگریزی طرفین کی ضامن ہوئی۔

اِسکے بعد بیگم صاحبہ کو بیٹے سے ایسی نفرت پیدا ہوگئی کہ اُن کا نام زبان پہ نہین لاتی تھین اگر کوئی دوسرا بیٹے کا مان کے سامنے ذکر کر بیٹھتا تو اُسکو منع کر دیتین اور اگر کسی ضرورت سے خط لکھنے کا اتفاق ہوتا تو لفافے پر برخوردار نور چشم کی جگہ صرف آصف الدولہ لکھتین سات برس تک یہی وتیرہ رہا اگر سال بھر کے بعد نواب شکار کی تقریب سے کبھی دار السلطنت سے روانہ ہوتے اور فیض آباد کی طرف اُن کا گذر ہوتا تو ایک یا دو رات مقام کرتے اور مان کے سلام کو محلسرا مین جاتے تو چند ساعت روبرو بیٹھ کر اُٹھ کھڑے ہوتے مان بیٹے دونون کو انقباض رہتا کوئی بات پیار و انبساط کی ظہور مین نہ آتی۔ بیگم صاحبہ کا میلان خاطر بیٹے کی ضد سے بی لطفن کی طرف ہو گیا اور آصف الدولہ کے ریخ سے اُسکے بیٹے کو عروج دیا اور چونکہ یہ منظور تھا کہ بیٹے کو ترکہ نہ پہونچے بے دریغ لاکھون روپے کا مال بیجا صرف کرتین۔

جھاؤلال وغیرہ کی مذلت اور بعض پلٹنون کی برطرفی

مختار الدولہ چند ماہ تک فیض آباد مین رہے اور بیگمات سے نقد روپیہ اور مال

واسباب لے کر اور وزیر الممالک کے کارخانون کو سمیٹ کر لکھنؤ کو آئے ان کی غیر حاضری
کے زمانے مین جھاؤلال اور راجہ صورت سنگھ اور راجہ پٹر چند خزانچی نے باہم موافقت
اور میل کر کے خیر خواہی کے قالب مین نواب مختار الدولہ کی ناشائستہ حرکات کو
وزیر الممالک کے ذہن نشین کیا مختار الدولہ ان اخبار خیر اندیشی کو سُنکر وزیر کی طرف
سے دل مین بے حد خائف تھے جب لکھنؤ کے قریب پہونچے تو تحقیق حال کے لیے بیرون شہر
مقام کرایا وزیر الممالک فرط اشتیاق سے خود مختار الدولہ کے لشکر مین پہونچے
اور ان لوگون کی غمازی کا حال اُن سے مشرحًا بیان کر دیا مختار الدولہ اپنے
طالع کی یاوری پر خوش وخرم ہوے اور نواب کے ہمرکاب شہر مین داخل ہوے اور
راجہ جھاؤلال کی متعلقہ فوج مین سے چار پلٹنین نجیبون کی اور چند پلٹنین تلنگون کی
جو اپنی چڑھی ہوئی تنخواہ مانگتی تھین اُسی دن موقوف کر دین۔ راجہ جھاؤلال
وزیر الممالک کی مصاحبت کے گھمنڈ پر نیرنگی زمانہ سے غافل تھے مختار الدولہ کے حق مین
تحقیر واہانت کی باتین کرنے لگے۔ چغل خورون نے یہ باتین مختار الدولہ کے کانون تک
پہونچائین۔ اُنھون نے دربار مین جانا موقوف کیا۔ نواب وزیر اُنکے شیفتہ تھے
بے تکلفانہ اُنکے مکان پر پہونچے اور بہت دلداری کی۔ مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ
وزیر الممالک میرے دام مین گرفتار ہین اور زمانہ رام ہے تو عرض کیا کہ اگر فدوی کی حرمت
منظور ہے تو میرے مخالفون کو اپنے حضور مین حاضر ہونے سے محروم کر دیا جائے نواب نے
اُنکی یہ عرض قبول کی اور اپنی خواصی مین ہاتھی پر بٹھا کر دولتخانے مین لائے مختار الدولہ
نے اپنے معاندون کو نہایت زجر وتہدید کے ساتھ سامنے بلا کر اُنکے تمام کام اور مناصب
ومراتب چھین کر معزول ومردود کر دیا راجہ جھاؤلال نے اپنی رہائی بجز اطاعت

داراوت کے نہ کھی اسلیے مختار الدولہ کی طرف رجوع کی اور قول وقسم کرکے اپنی طرف سے مطمئن کرلیا اور پھر اپنے منصب و مرتبے پر برقرار ہوگیا بلکہ بسبب موافقت ظاہری مختار الدولہ کے ہر روز اُسکا کام ترقی پر تھا۔

مختار الدولہ کے ساتھ مہدی گھاٹ پر فوج نے جو سختی کی تھی اُن کا دل اس فرقے سے بے حد مکدر تھا۔ اُنھون نے دیکھا کہ بسنت علی خان کے پاس زبردست کمپو ہے اُسکو برباد کردینے کی فکر کی اور جھاؤ لال کی سپاہ کو بھی اور کم کرنا چاہا غرض اُن کی یہ تھی کہ سپاہ انکی یاری پر نرہے گی تو ہمیشہ میرے دست نگر رہینگے۔ اس کام کے پورا کرنے کو اُنھون نے چکلہ اٹاوہ کے بندوبست کے لیے روانگی کی خبر مشہور کی اور اواخر ماہ شعبان ۱۱۹۰ھ ہجری کو بڑے لاؤلشکر کے ساتھ نواب کو لے کر کوچ کیا اور مہدی گھاٹ کے مقام پر کشتیون کا پل بند ھواکر جھاؤ لال کی چند پلٹنین اور چند پلٹنین بسنت علی خان کے کمپون کی اور کچھ فوج اُس پل کے ذریعہ سے دریا پار کرادی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ پل توڑکر کشتیان ہٹالی جائین اور دریا کے کنارے توپین لگوا دین اور انگریزی فوج کا ایک کمپو جو بلگرام مین مقیم تھا اُسے بلاکر حکم دیا کہ ان سپاہیون کو یہان سے بھگا دو اب مختار الدولہ نے اُنکو برطرفی کا حکم بھیجا۔ جب اُنھون نے یہ فریب پایا تو لڑنے مرنے کو آمادہ ہوگئے بڑا فتنہ پیدا ہوا قریب تھا کہ تمام لشکر لُٹ جائے کہ جان۔ بہ سٹو صاحب ہاتھی پہ سوار ہوکر تھوڑے سے نوکر ساتھ لیکر دریا کو عبور کرکے اُن سپاہیون کے پاس پہونچے اور کہا کہ جبکہ نواب نے تمکو موقوف کردیا تو تمکو لڑنے کا کیا حق ہے اُنھون نے تنخواہ کا عذر کیا رزیڈنٹ نے اُسی وقت اپنے کارپردازون کو حکم دیا کہ ہمارے خزانے سے چند ہزار روپیہ گاڑی مین بھر لائین

اور اُنکی سولہ دن کی چڑھی ہوئی تنخواہ بیباق کراکے بندوقین لے لین اور لشکر سے نکالدیا جب ان کمپوؤن کے دوسرے آدمیون نے یہ کیفیت دیکھی تو دوسرے دن صبح کے وقت کوچ کا نقارہ بجا کر سب نے مرتب ہوکر توپین اور بندوقین لے کر امیر الامرا مرزا نجف خان کے لشکر کی طرف کوچ کیا۔

آصف الدولہ گنگا کو عبور کرکے فرخ آباد کے نواح مین پہونچے اور وہان کئی مقام کیے اور ریاست مین سے کئی توپین اور دو تین ہاتھی اور کچھ گھوڑے پسند کرکے لے لیے کہتے ہین کہ پانچ لاکھ روپے خراج کے ریاست فرخ آباد سے مقرر ہوے ایک روز ایسے بڑے بڑے اولے پڑے کہ ایک ایک اولہ پانچ پانچ سیر کا تھا اسکے صدمے سے بہت سے آدمی اور جانور ہلاک ہوے پھر یہان سے اٹاوے کی طرف کوچ کیا[1]۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اٹاوے پہونچکر یہان قیام کیا یہ مقام صوبہ اودھ اور انتربید کی حدود مین واقع ہے جہان سے اپنے بھائی سعادت علیخان کو جو روہیلکھنڈ کی حکومت پر متعین تھے اور شیدی بشیر کو طلب کیا۔

تاریخ تیموریہ سے اٹاوے جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رانا چتر سنگھ نے اُن کو ہمت بہادر کے استیصال کے لیے مختار الدولہ سے عرض کرکے بلُایا تھا جس کا حال آگے آتا ہے۔

فائدہ۔ انتربید اُس ملک کا نام ہے جو گنگا اور جمنا کے درمیان مین ہے یہ دونون دریا کوہ کمایون سے نکلکر الہ آباد کے پاس مل گئے ہین تو انتربید کا مبدء دامن کوہ کمایون ہے اور منتہا نواح الہ آباد۔

---

[1] دیکھو گیان پرکاش ۱۲

شیدی بشیر کی سپاہ کا بلوا کرنا۔ اور اُسکا بھاگ کر ذوالفقار الدولہ نجف خان کے پاس چلا جانا

محمد بشیر شجاع الدولہ کا غلام زر خرید تھا اور نواب ممدوح کی خدمت مین نہایت تقرب رکھتا تھا شجاع الدولہ نے اُسکو نجیب آباد کے انتظام پر مقرر کر دیا تھا جس کا تعلق نواب سعادت علی خان ناظم بریلی سے تھا اُسنے جو دیکھا کہ مختار الدولہ انگریزون سے مل گیا ہے اور چاہتا ہے کہ وزیر الممالک کی سرکار کو بگاڑ کر اپنا کام بنائے تو اُس نے دولت خواہی کی راہ سے نواب کو اس راز سے آگاہ کیا اور ایک عرضداشت بھیجی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مختار الدولہ کی حرکات ناشائستہ کا انجام سلطنت کے حق مین بہتر نہ ہو گا ارکان دولت جن سے سلطنت کو مضبوطی تھی بعض کو اُمین سے بے جرم نکالدیا بعض کو قید کر دیا بعض کو نان شبینہ کا محتاج بنادیا۔ اور نئے آدمی اپنی مرضی کے موافق نوکر رکھ کر سب کام اُنکے ہاتھون مین دیدیے ہین۔ یہ لوگ رات دن مختار الدولہ کی سرسبزی اور سلطنت کے ہوا خواہون کی ذلت و خواری کی فکر مین مصروف رہتے ہین خدانخواستہ عنقریب کوئی ایسی خرابی پیدا کر دینگے جس کا تدارک مشکل ہو گا ابھی عنان اختیار بندگان عالی کے ہاتھ مین ہے اگر یاوری اقبال اور تعلیم سروش دانش سے حضور والا سپاہ کی خبر گیری کی مشقت اور دوست و دشمن کے پہچان لینے کی تکلیف گوارا کرین اور اگلے کارپردازون کو جنھون نے ابھی در دولت کو نہین چھوڑا ہے اپنے پاس بُلا کر حقیقت حال استفسار فرمائین تو اُمید ہے کہ حریف جوابدہی کے خوف سے سلطنت کی اندرونی بدخواہی کا خیال چھوڑ کر خیر خواہی کے راستے پر آجائین۔ نواب وزیر مختار الدولہ کی محنت مین محو

ہو رہے تھے اُنھون نے مختار الدولہ کو اس راز سے آگاہ کر دیا مختار الدولہ نے مصلحۃً
اس بات کو تغافل مین ڈالدیا اور جب بشیر کے افسرون کو اپنا طرفدار کر لیا تو چند روز
کے بعد مخفی اشارہ کیا کہ بشیر کو قید کر لین اتفاقاً اُسنے بھی اس منصوبے کی خبر پائی بیچارہ
مع رفقا کے متحیر ہوا ایک دن اُس کے آدمی اُسکی اذیت دگرفتاری کے لیے تیار ہوے اور
طلب تنخواہ کے حیلے سے ہجوم کر کے اُسکے یہان آپہونچے اور ارادہ کیا کہ اُسکے زنانے مین گھسکر
اُسکو گرفتار کر کے بے حرمت کرین میر بہادر علی کہ سادات بارہہ سے ایک شریف آدمی تھا
اور حبشی مذکور کا پُرانا رفیق تھا اور مرہون احسان تھا اور شجاع الدولہ کی طرف سے
اُسکی نیابت کا کام انجام دیتا تھا اُسنے اہل فوج کو اس ارادے سے روکا اور کہا کہ محل
کے اندر نہ گھسنا چاہیئے لشکریون نے اُس سیّد کو قتل کر ڈالا اور بشیر کو پکڑ کر پہرے مین
بٹھا دیا اور کوئی دقیقہ اُسکی بے حرمتی مین باقی نہ چھوڑا بشیر دو شبانہ رُوز پنجابیون کے
طویلے مین سئیسون کے زُمرے مین چھپا پڑا رہا آخر کار اُسنے پہرے کے آدمیون کو رشوت دیکر
اپنا مال و اسباب جو قارون کے خزانے سے کم نہ تھا لے کر کشتیون کے ذریعہ سے دریا گنگ
کو عبور کیا شیو پرشاد کی فرح بخش مین یون ہی مذکور ہے اور سیر المتاخرین کے مؤلف نے
کہا ہے کہ میر بہادر علی نے شیدی سے دشمنون کے ہنگامے سے پیشتر یہ کہا کہ بندہ ان لوگون
کو باتون مین لگاتا ہے آپ جس طرح سے ممکن سمجھین اپنی راہ لین اور چند اشخاص معتبر
کو کہا کہ دریا یہان سے قریب ہے آپ لوگ شیدی کے ہمراہ ہو کر اُس کو دریا پار کر کے
نجف خان کے ملک مین پہونچا دین یہ کہکر بشیر کو گھوڑے پر سوار کیا اور چند معتبر آدمی
ہمراہ کیے اور کہا کہ آپ حتے الامکان یہان سے فرار ہو جیے اس عرصے مین لوگ بشیر کے
خیمے پر آپہونچے عرفہ شور و شر پیدا ہو گیا حبشی مذکور نے اس معرکے مین اپنی راہ لی اور

میر بہادر علی نے دشمنون سے مقابلہ شروع کیا سد راہ ہوکر آخر دم تک مردانگی کے ساتھ مدافعت کرتا رہا کہ آدھ گھڑی تک کسی کی جرأت نہوئی کہ بشیر کے خیمے مین داخل ہوکر حقیقت حال سے مطلع ہوا اس عرصے مین شیدی بشیر گنگا سے پار ہوکر آصف الدولہ کی حد سے سلامت نکل گیا۔ یہان جب میر بہادر علی مارا گیا تو بلوائیون نے بشیر کے خیمے مین گھسکر اُس کو ڈھونڈا اور نہ پایا مختار الدولہ نے جب بشیر کے نکل جانے کا حال سُنا تو بہت افسوس کیا اور اس غفلت کے جرم مین سپاہ کو برطرف کردیا فرح بخش مولفہ شیو پرشاد اور سیر المتاخرین مین شیدی کی بربادی خود آصف الدولہ کے اشارے سے بتائی ہے۔ بشیر اکبر آباد مین ایلچ خان کے پاس چلا گیا نجف خان نے اسکے آنے کو بھی نعمت غیر مترقبہ تصور کیا اور تھوڑے دنون کے بعد اپنے لشکر مین جو ڈیک کو محاصرہ کیے ہوے تھا طلب کرکے معانقہ اور مصافحہ کیا اور بہت مہربانی فرمائی اور محالات لالپور اور رہتک دہانسی وحصار وغیرہ اُسکے سپرد کرکے کہا کہ وہان کی آمدنی سے اپنے رسالے کی تنخواہ ادا کرے اور اپنے مصارف چلائے اور سپاہ جمع کرے۔ بشیر نے وہان پہونچکر مخالفون اور سرکشون کو مغلوب کیا اور موسے خان بلوچ کو موافق کرکے لالپور علاقہ رہتک مین مقام کیا ملّا رحمداد خان روہیلہ نے مجد الدولہ کے ایما سے ۳۰ کوس کی مسافت کا دھاوا کرکے بشیر کے لشکر پر شبخون مارا۔ بشیر اور موسے خان دونون گھوڑون پر سوار ہوکر میدان جنگ سے فرخ آباد بھاگ گئے یہ مقام بلوچ مذکور تھا اور غیر ہے اُس فرخ آباد سے جو نوابان بنگش کی ریاست مین تھا۔ ملا رحمداد خان نے گھوڑون ہاتھیون خیمون پالکیون اور دوسرے سامان پر قبضہ کرلیا۔ تھوڑے دنون بشیر موسے خان بلوچ کے علاقے مین رہ کر

پھر ذو الفقار الدولہ کے پاس چلا گیا اُس نے بدستور مہربانی کی اور وہی علاقہ سونپنے لگا بشیر نے قبول نہ کیا۔

گور سہائے نے تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ بشیر کے چلے جانے کے بعد مختار الدولہ نے نواب کی دیوانی کا خلعت مع خطاب راجگی کے جگناتھ داماد راجہ صورت سنگھ دیوان نواب شجاع الدولہ کے لیے تجویز کیا اور راجہ صورت سنگھ کو مہاراجہ کا خطاب دیکر بشیر کے علاقے پر روانہ کیا۔

محبوب علی خان خواجہ سرا کا مقہور ہونا

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ شجاع الدولہ کے سردار ایسی ایسی حرکات دیکھ کر اپنی اپنی فکر مین مصروف تھے چونکہ اب ہندوستان مین نوکری تو رہی نہ تھی اور نہ کوئی ایسا رئیس مقتدر رہا تھا لہذا بہر حال اوقات بسری کرتے تھے منجملہ اُن کے محبوب علی خان خواجہ سرا جو شجاع الدولہ کی طرف سے کوڑے اور [illegible] تھا اور کسی قدر صاحب جرأت و غیرت بھی تھا صاحبزادے کے اطوار سے نہایت متحیر تھا کہ کیا کرنا چاہیے لیکن فوج اور عمدہ اسباب جنگ اُس کے ساتھ تھا [illegible] کے پیادون کی رجمنٹ کا نام برق انداز تھا جس مین چھ سات ہزار نجیب بندوقچی تھے انکے علاوہ سوار بھی تھے کہ کُل دس ہزار جرار آدمیون کی جمعیت اپنے ہمرکاب رکھتا تھا اور کوڑے واٹاوے کے اطراف مین حسب الحکم شجاع الدولہ نہایت کر و فر کے ساتھ بسر کرتا تھا آصف الدولہ کو اس کا بھی استیصال مدنظر ہوا اور یہ خیال ہوا کہ نکل نہ جانے پائے چند لوگون کے ساتھ حاضر حضور رہے یہ حال

محبوب علی خان کو بھی معلوم ہو گیا اُسنے یہ ارادہ کر لیا کہ جب آصف الدولہ ظاہر ظہور
کوئی بات اُسکے خلاف کرین تو وہ بھی نمکحرامی کا داغ لگا کر نجف خان سے جا ملے اتفاقاً
اِس عرصے مین راجہ کمال سنگھ باندھ والا اور لچھمان سنگھ مرکھری والا مین منافشہ
پیدا ہو گیا انمین سے ایک نے اپنی مدد کے لیے محبوب علی خان کو مع تمام سپاہ کے
بلایا اور یہ وعدہ کیا کہ جب لشکر جمنا کے کنارے پہونچے گا تو ایک لاکھ روپے
دیے جائینگے اور ایک لاکھ روپے اُس وقت پہونچینگے جب لشکر جمنا کو عبور کر لیگا اور
اور تین لاکھ روپے فتح کے بعد پیش کیے جائینگے محبوب علی خان نے یہ سمجھا کہ جب
مین اُس ملک مین پہونچون گا تو میری سطوت سے وہ ملک بے مشقت وزیر الممالک
کے ملک کا ضمیمہ ہو جائے گا اور یہ روپیہ مزید ہو گا اس کو حاصل کر کے سپاہ
کی تنخواہ چکا دُون گا جو کہ اِس سے پہلے اُس کو مختار الدولہ سے ملک بندیلکھنڈ
کی تسخیر کی اجازت حاصل ہو چکی تھی اور نواب وزیر نے بھی بندیلون کے نکالنے
کا حکم دیدیا تھا اِس وجہ سے اب بادہ غفلت اور خیال نخوت نے اُسے دوبارہ
[illegible] کم وقت سے استمزاج کرنے کی اجازت نہ دی اور بغیر پوچھے جمنا کے کنارے تک
[illegible] نار کنان جا پہونچا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ اس فوج کے اپنے ملکون مین آنے سے
[illegible] ون راجہ ڈرے اِسلیے لاکھ روپے دینے مین دریغ کیا۔ محبوب علی خان کی سپاہ
[illegible] ماہ سے تنخواہ نہ ملی تھی روپے کی وصولی کی امید سے وہ یہان تک آئی تھی
[illegible] یہ حال سپاہ نے دیکھا تو اپنی چڑھی ہوئی تنخواہ مانگی اور افسر دنگی فرمانبرداری
[illegible] حراف کر کے سرکشی کرنے لگی۔ محبوب علی خان نے خیال کیا کہ کام ہاتھ سے
[illegible] تاہے اور اپنی سپاہ کے ہاتھ سے آپ برباد ہوا جاتا ہون اُس نے فوج سے

یہ کہاکہ تم اطمینان سے یہان مقیم رہو مین تمھارے کمیدانون کو ساتھ لیکر واپس دارالحکومت
کو جاتا ہون ۔ چکلۂ کوڑہ کے مہاجنون سے روپیہ قرض لیکر تمھارے پاس لاتا ہون
تنخواہ تمھاری چکاکر اور تم کو راضی و خوش کرکے بندیلکھنڈ پر حملہ کرونگا اور
اُس مُلک کو فتح کرکے وزیرالممالک کے مُلک مین شامل کردونگا ۔

لکھنؤ مین چغلخورون نے وقت پاکر نواب آصف الدولہ سے ایسا عرض کیاکہ
محبوب علی خان اس فکر مین ہے کہ تمام سپاہ آراستہ اور توپخانہ شائستہ لے کر اس طرح
فریب کرکے جمنا کو اُتر کر نجف خان ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا جائے نواب
یہ حال سُن کر بہت ناراض ہوے اور بغیر تحقیق و تامل کے مخفی مسٹر جان برسٹو سے
اُسکے استیصال کے باب مین مشورہ کیا رزیڈنٹ نے گذارش کیاکہ اگر محبوب علیخان
کو یہ حال معلوم ہوگیا تو اُسپر غالب آنا دُشوار ہے اسلیے یہ بہتر ہے کہ انگریزی پلٹنون
کو باندے والے راجہ کو مدد دینے کے بہانے سے یہان سے روانہ کیا جائے اور
غفلت کی حالت مین اُس فوج بے سردار پر یورش کرکے اُس کا توپخانہ چھین لین
اگر بخوبی اُنپر قابو حاصل ہوجائے تو بندوقین بھی ڈلوالین اور اُن کو پریشان کردین
القصہ کرنیل بالکر دو پلٹنین اور چند توپین لے کر کڑہی کر ی منزلین کرکے اُس طرف
پہونچ گیا ۔ قبل سے یہ بات مشہور کردی تھی کہ یہ انگریزی سپاہ باندے والے راجہ کی
امداد کو جارہی ہے اسلیے محبوب علی خان کے لشکری غفلت مین رہے کرنیل اپنی تمام فوج
کے ساتھ محبوب علی خان کے لشکر سے چند کوس کے فاصلے پر جا پہونچا اور وہان مقام کردیا
اور اپنے مخبر بھیج کر اُن کا تمام حال معلوم کرلیا جب آدھی رات باقی رہی تو فوج کو
لڑائی کے لیے تیار کرکے اور توپین آگے کرکے اُس جماعت کی طرف کوچ کیا وہ

بادہ غفلت و ادبار مین مدہوش تھے ان حریفون کے قریب پہونچ جانے سے
کچھ اندیشہ نہ کیا مسافر سمجھ کر چپ رہے یہان تک کہ جس باغ مین محبوب علی خان کی
فوج مقیم تھی انگریزی فوج وہان آکر جم گئی اور اب پیام دیا کہ تم لوگ اپنے مالک سے
انحراف کرکے آئے ہو اسلیے نواب وزیر نے حکم دیا ہے کہ اگر تم کو اپنی نجات و رستگاری
منظور ہے تو اپنی توپین اور بندوقین دیدو اور جدھر چاہو چلے جاؤ تمھاری جان
و مال سے کسی کو تعرض نہین اتفاق تو دیکھیے کہ تمام عمدہ سردار اور ذمہ دار فسہر محبوب علیخان
کے ساتھ تھے اس موقع پر کوئی ایسا افسر نہ تھا کہ سپاہ اُسکے زیر حکم ہوتی یہ لوگ بالکل
بے خبر تھے کوئی بقضاے حاجت کو گیا تھا کوئی کہین کسی کام مین مصروف تھا کوئی
سوتا تھا کوئی جاگتا تھا مگر اُن لوگون نے بھاگنے کو عار سمجھکر اُسی وقت سنبھل کر
بندوقین ہاتھون مین لے کر صفین قائم کرلین اور لڑنے کو تیار ہوے انگریزی توپون
کی پہلی باڑھ نے صدہا بہادرون کو بچھا دیا بقیۃ السیف نے بندوقون کی باڑھ مار کر
وہ توڑے ڈالدین اور تلوارین لے لے کر مردانہ حملہ کیا اور اس بے جگری کے ساتھ
انگریزی لشکر پر ٹوٹے کہ اُسکی دھجیان اڑادین انکی بندوقون کے فیر سے چند انگریز
مارے گئے اکثر سپاہی زخمی ہوے اور کچھ سپاہی ہلاک ہوے تھے اب انکی تلوارون
کی روشنی سے انگریزی سپاہیون کی آنکھون مین تاریکی چھاگئی اور ایسا دلیرانہ معرکہ
ہوا کہ اُس فوج کے پاؤن اُکھڑ گئے اور نہایت اضطراب کی حالت مین پسپا ہونے
لگی محبوب علی خان کے سپاہی کسی کے زیر حکم تو تھے نہین اپنی شجاعت ذاتی سے
اُنھون نے لڑنا شروع کیا تھا کہ اس عرصے مین بعض ناخدا ترسون نے یہ خبر مشہور
کردی کہ محبوب علی خان اپنی فوج کے تقاضے سے ڈر کر چلا گیا اور فوج کی بربادی

کے لیے یہ انگریزی سپاہ بھیجی ہے اب کیا ضرور ہے کہ ہم اپنی جان تباہ کرین جس قدر
لازمۂ غیرت و شجاعت تھا وہ ایک بار ادا کر دیا اور حریفون کو مقابلے سے ہٹا دیا
انگریزون کی لڑائی سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے اور ہمارا کوئی اس وقت یار و یاور
نہین یہ بہتر ہے کہ فرصت کو غنیمت جانکر اپنا اپنا اسباب لے کر یہان سے جدھر موقع ہو
چلے جائین ایسی بات کو دلون مین پوری تاثیر ہوتی ہے اور طبیعت ایسی خوشنما باتون
کو پسند کرتی ہے اس پر رائے قرار پائی اور دلاوران نامجو پر نامردی غالب آئی یاران بے ننگ و عار کی
چرب زبانی نے ایسی تاثیر کی کہ فوراً باربرداری اور سواری مین سے جو کچھ ہاتھ لگا
لے کر اور جنکے پاس یہ چیزین نہ تھین انھون نے اپنے سرون پر اُٹھا اُٹھا کر اور لشکریون
اور دوکاندارون کا سامان لوٹ لوٹ کر اور بندوقین ہاتھون مین لے لے کر
گروہ گروہ جدھر سینگ سمائے اُدھر چلے گئے اور تھوڑی سی دیر مین باوجود ظہور غلبے
کے قدرت کاملۂ الٰہی نے نامردون کو مرد اور مردون کو نامرد بنا دیا۔ اور اس قدر
فوج کثیر بے سبب مغلوب و بے حواس ہو کر مردی و مردانگی کو خیرباد کہہ گئی۔ اُسی دن
سپاہ انگریزی نے مفرورین کے کمپ پر قبضہ کر لیا اور تمام توپخانہ اور محبوب علیخان
کا جسقدر سامان لوٹ سے بچا تھا لے لیا محبوب علی خان کو یہ حال اُس وقت معلوم ہوا
کہ آب نامرادی اُسکے سر سے بھی چڑھ گیا اُسکو کوئی تدبیر ایسی نہ سوجھتی تھی کہ اس ورطۂ بلا
سے نجات پاتا آخر بجز الحاح و زاری کے رستگاری کی کوئی صورت نہ دیکھی اور معتمدون
کے ذریعہ سے کرنیل سے عہد و پیمان لے کر ملاقات کی اور اُسکے ساتھ لکھنؤ کو چلا گیا اور
نواب وزیر سے بار باب مجرا ہوا کچھ دنون بدگمانی کی وجہ سے اُسیر عتاب رہا آخرکار نواب
کی ماں کی سفارش سے قصور معاف ہو کر خلعت پایا نواب نے ایک لاکھ روپے کی جاگیر

اُسکی گذر اوقات کے لیے مقرر کردی وہ اُسکی آمدنی سے مصارف چلاتا تھا جب امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا دور ہوا اور اُنھون نے انگریزون کا قرضہ چکانے کے بہانے سے نواب کی مان اور دوسرے سردارون کی جاگیرین ضبط کین تو محبوب علی خان کی جاگیر بھی ضبطی مین آگئی وہ غیور آدمی تھا لکھنؤ مین رہنا مناسب نہ سمجھا نواب سے اماکن مقدسہ کی زیارت کی اجازت حاصل کرکے روانہ ہوا دہلی پہونچا یہان مرزا نجف خان تھے اُنھون نے سید محمد خان اور قاسم خان رسالہ دارون کو استقبال کے لیے بھیجا اور کمال اعزاز کے ساتھ ملاقات کی اور کمند محبت مین گرفتار کرکے بالفعل اس عزیمت سے باز رکھا۔

لطافت علی خان کی سرگذشت

لطافت علی خان خواجہ سرا جو ایک برگیڈ کا مالک تھا وہ اس حال کو دیکھکر باہر نکل جانے کی راہ ڈھونڈھنے لگا چونکہ ہمیشہ سے یہ مقرر تھا کہ کچھ فوج شجاع الدولہ کی سرکار سے بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہتی تھی اور ایک شخص سوال وجواب کے لیے بادشاہ کے پاس رہا کرتا تھا اُسنے اُسکو غنیمت جانا اور کارسازی کرکے بادشاہ کے پاس معہ پانچ پلٹنون[1] کے چلا گیا۔ اور مرزا نجف خان وغیرہ سے موافق ہوکر ۱۱۹۵ہجری تک وہان بسر کرتا رہا عالم شاہی مین ہے کہ ۱۱۹۷ہجری مین ذوالفقار الدولہ کے بھانجے مرزا شفیع خان کے حکم سے اسکی آنکھین چھری کی نوک سے نکلوائی گئی تھین کیونکہ اُس سے دغا کرنا چاہتا تھا بعض کہتے ہین کہ مرزا شفیع خان اور افراسیاب خان دونون نجف خان کے

[1] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

لے پالک تھے اول نجف خان کے انتقال کے بعد افراسیاب خان دلی کا امیر الامرا بنا بعد اسکے مرزا شفیع نے اُس کو نکالکر بزور بادشاہ سے یہ منصب لے لیا اور نجف خان کی بیٹی سے نکاح بھی کر لیا ۱۱۹۷ھ ہجری مین اسمعیل بیگ خان ہمدانی کے ہاتھ سے ڈیگ مین مارا گیا تو دوبارہ افراسیاب خان امیر الامرائی کے مرتبے کو پہونچا پھر افراسیاب خان ۱۸ ذی حجہ ۱۱۹۸ھ ہجری کو زین العابدین برادر مرزا شفیع کی رائے سے مارا گیا۔

مختار الدولہ کا انوپ گر گوشائین کی خرابی کا سامان پیدا کرنا

راجہ اندر گر گوشائین نواب صفدر جنگ کے پرانے متوسلین سے تھا انوپ گر اُس کا چیلہ جسکا خطاب ہمت گر بہادر ہے اور ہمت بہادر کے نام سے مشہور ہے مختار الدولہ کی طرف سے تیس چالیس ہزار سپاہ کے ساتھ کالپی و جھانسی کی طرف متعین تھا اُس کے ساتھ بائیسی پلٹن بھی تھی اور بھدوریہ والا راجہ بخت سنگھ اور دینا والا راجہ شیر جیت سنگھ اور سمتھر والا راجہ بشن سنگھ بھی اسکے لشکر مین آ گئے تھے ہمت گر کو یہ منظور تھا کہ کالپی و جھانسی کی طرف مرہٹون کا بیج نہ چھوڑے اسلیے رانا چتر سنگھ کو جو اس طرف کے مُلک سے خوب واقف تھا گوہد سے بُلایا اور اپنے ساتھ رکھنا چاہا اُسنے روپیہ نہونے کا عذر کر کے پہلو تہی کی ہمت بہادر نے چار ہزار روپے روزانہ اُسکی روانگی کی تاریخ سے جب تک ساتھ رہے مقرر کر دیے رانا چار ہزار پیادہ و سوار ساتھ لے کر ہمت گر کے لشکر مین آ گیا اور شریک صحبت ہو کر انیس خلوت خاص بنگیا لیکن ہمت گر کی تلون مزاجی نے ہر روز نا چاقی

لہ تاریخ تیموریہ مین ایسے ہی لکھا ہے مگر اسوقت گوہد مین رانا لوکیندر سنگھ حکمران تھا ۱۲

پیدا کی اور نامناسب گفتگو درمیان مین آنے لگی۔ ایک دن ہمت بہادر اپنے مشیرون
سے بطور مشورے کے کہنے لگا کہ مین چاہتا ہون کہ راجہ شیر جبیت سنگھ کو کسی طرح قید کرکے
اُس کا علاقہ دبالون۔ باوجودیکہ شیر جبیت سنگھ اور رانا مین صفائی نہ تھی لیکن ہمت بہادر
کی بات رانا کے دلکو ناگوار گذری اور شیوۂ فتوت سے بعید سمجھا اور ناراض ہوکر کہا
کہ یہ امر آئین مروت سے بعید ہے کہ ایک شخص کے ساتھ قول و قسم کرکے اُسے اطمینان دلانا
اور اپنے پاس بلاکر دغا و فریب سے پیش آنا اگر اُسکے ملک کو دبانا منظور ہے تو اُس کو
خبر کرکے اجازت دو کہ وہ اپنے ملک کو چلا جائے اور مقابلے کی تیاری کرے اور پھر اُس
سے لڑکر بزور شمشیر اُسپر قبضہ کرو تاکہ فتح و فیروزی کی داستان دفترون مین لکھی جائے
اور برسون تک زمانے مین یہ کارنامۂ شجاعت یادگار رہے۔ ہمت بہادر اس جواب سے
نہایت شرمندہ ہوا۔ اسی طرح ایک دن فضول گوئی کے طور پر اپنے رفیقون سے بولا
کہ راجہ بخت سنگھ عورتون کی طرح رہتا ہے اور اکثر مکان مین بیٹھا ہوا اپنی عورتون
کے کپڑے سیتا رہتا ہے میدان کارزار مین وہ دلاورون کے سامنے شمشیر زنی کیسے کرے گا
رانا چتر سنگھ کی پاس خاطر سے اُسکے محالات مین نے چھوڑ رکھے ہین نہ کہ اُسکی شجاعت
کی توقع سے رانا کو یہ یاوہ گوئی اُسکی پسند نہ آئی جواب دیا کہ گو راجہ بخت سنگھ
جوان نازنین دعیاش و تماشبین ہے لیکن یقین رکھنا چاہیے کہ میدان جنگ مین
وہ شیر خشمگین سے کم نہین ہوگا تم نے سُنا ہوگا کہ نواب امیر خان مرحوم کی کیا وضع تھی
اور کیا لباس تھا لیکن میدان جنگ مین کوئی اُسکے مقابلے کی تاب نہ لاتا تھا اسی
مجلس مین بہت سے ایسے آدمی موجود ہین کہ وہ مدت تک نواب شجاع الدولہ کے
پاس عورتون کی طرح حاضر ہوتے تھے اور اب شجاعت و دلاوری کی لاف زنی کرتے

ہین ۔ راجہ ہمت بہادر اس کنائے کو سمجھ کر بہت شرمندہ ہوا اور کچھ جواب نہ دیا
ایسی ایسی باتین سن کر اطراف کے راجون نے چلا جانا چاہا اور رانا چتر سنگھ سے
صلاح پوچھی اُس نے جواب دیا کہ یہ شخص نہایت متکبر و مغرور ہے اپنی پندار
غلط کے بدلے مین عنقریب نقصان کے گڑھے مین اوندھا گرنے والا ہے بہتر یہی ہے
کہ یار لوگ اسکی رفاقت ترک کر کے اپنے اپنے ملکون کو چلے جائین اور واردات غیبی کے
منتظر رہین القصہ رانا چتر سنگھ سب سے اول چلا گیا اور اُسکے جاتے ہی ہمت بہادر
کی ہوا بگڑ گئی اطراف کے تمام باج گذار راجون نے شورش و فساد برپا کر دیا اور
اکثر محالات ہمت بہادر کے عاملون کے ہاتھ سے چھین لیے ہمت بہادر بہت گھبرایا
اور کچھ تدارک نکر سکا اور اب علاقے کا فتح ہونا مشکل ہو گیا ۔ اس عرصے مین پیشوا کے
ارکان سلطنت نے ہمت بہادر کو خط لکھے جس مین اُس کو اس ملک سے مرہٹون کے
نکالدینے کی وجہ سے دھمکی دی گئی تھی اور یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر وہ ہماری اطاعت
و رفاقت اختیار کرے گا تو اُسپر عنایت کی جائے گی اور اُس کو صاحب رتبہ بنا دیا
جائے گا ہمت بہادر راجون کی نافرمانی اور سرداران لشکر کی بیدلی کی وجہ سے
پریشان تھا اور سمجھتا تھا کہ اب اس ملک کا فتح ہونا قدرت سے باہر ہے جواب مین
کئی عرضیان نہایت اطاعت و انقیاد کے مضامین کی بھیجین ۔

رانا چتر سنگھ نے یہ حال معلوم کر کے اُسکو خراب کرنے کے لیے نواب وزیر کو اُسکی
شکایت لکھی اور کہا کہ وہ مرہٹون سے مل گیا ہے ۔

مختار الدولہ نے ایلچ خان اور بشیر خان کے اخراج کے بعد یہ ارادہ پختہ کر لیا تھا
کہ ہمت بہادر کو بھی بگاڑ دین اُنھون نے رانا کو جواب لکھا کہ فی الحقیقۃ راجہ ہمت بہادر

نے کام بگاڑ دیا اور خودی و غفلت و نادانی سے خودسری کے خیالات اُسکے دماغ مین
سما گئے ہین نا عاقبت اندیشی سے مرہٹون سے خط و کتابت کرکے اُنکی رفاقت اختیار کرنا
چاہتا ہے اسلیے جناب وزیر الممالک کی راے یہ ہے کہ تم اُسکی تادیب کو فوراً جاؤ
اگر وہ راہ راست پر آکر ندامت و شرمساری ظاہر کرکے معافی چاہے تو امان دے کر
دار السلطنت کو بھیجدو ورنہ اُسپر حملہ کرکے استیصال کردو - رانا جتر سنگھ کی یہی آرزو
تھی اُسنے جواب مین لکھا کہ اگر جناب وزیر الممالک انتظام مہمات کے حیلے سے جمنا کے
کنارے تک تشریف لے آئین تو فدوی اُن کے اقبال سے ہمت بہادر کو زندہ گرفتار کرکے
حاضر حضور کرے گا مختار الدولہ کو یہ راے پسند آئی اور نواب وزیر کو اٹاوے
کی طرف لے چلے ہمت گر کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ وزیر الممالک ایک بھاری لشکر لیکر
ادھر آرہے ہین تو رانا کی دراندازی سے ڈر کر چند معتمدون کو ساتھ لے کر وزیر الممالک
کے لشکر مین چلا گیا اور وسائط و وسائل کھڑے کرکے مختار الدولہ سے صفائی کرلی اور
قول و قسم کے ساتھ اُنکو اپنی طرف سے مطمئن کیا جب وہ صاف ہوگئے تو کہا کہ رانا
قدیم سے اِس سرکار سے عناد و نفاق رکھتا ہے اور ہمیشہ فتنہ انگیزی کرتا رہتا ہے
جس زمانے مین کہ شجاع الدولہ اس طرف رونق افروز تھے تو اُن کی فوج کے
ہاتھ سے تباہی سے ڈر کر مکارانہ اُنکے حضور مین آیا اور میر نعیم خان کے ساتھ مرہٹون کو
نکالنے کے لیے مامور ہوا اور آخر کار مرہٹون سے سازو باز کرکے نعیم خان سے دغا کی
نواب شجاع الدولہ کے دل مین اِس بے ادائی کا خار کھٹکتا رہا لیکن اُن کو اجل نے
اتنی مہلت نہ دی کہ رانا کو سزا دیکر انتقام لیتے اب مین نے اُس کو اپنی رفاقت کے لیے
بلایا تو لیت و لعل کرتا رہا آخر کار چار ہزار روپے روزانہ مقرر کراکے مدت تک یہ رقم

لیتا رہا اور آخر کار کام کے وقت دغا کرکے وہان کے مقدمات مین خلل ڈالدیا اب جو خود
نواب وزیر الممالک یہان تشریف لے آئے تو وہ مکار دغا باز اس وقت تک سلام کو
حاضر نہوا اور دور سے حیلہ سازی و دراندازی کر رہا ہے میرے قول کی صداقت
اس سے معلوم ہو جائے گی کہ آپ اُس کو اپنے پاس بلائین آپ دیکھ لینگے کہ وہ نہ آئیگا
مختار الدولہ نے ہمت بہادر کے استصواب سے رانا کو حاضر ہو کر وزیر الممالک کی
سعادت ملازمت حاصل کرنے کے لیے لکھا رانا نہایت عیار و دور اندیش تھا
ہمت بہادر کی تدبیر سے متوحش ہوا اور حاضر ہونے مین عذر کرنے لگا اُس وقت
مختار الدولہ کو رانا کی سرکشی کا حال کھلا اُسکی بیخ کنی کی فکر سے اکثر رسالہ دارون کو
حکم دیا کہ جمنا کو عبور کرکے رانا کے ملک کو تاراج کرین اور ہمت بہادر نے بھی اپنی سپاہ
کو ضلع جھانسی وکالپی سے طلب کرکے رانا کے ملک کی سرحد مین پڑاؤ ڈالا اب رانا سمجھا
کہ اس لشکر جرار کا مقابلہ طاقت سے باہر ہے اپنے وکلاے معتمد جان برسٹو کے پاس بھیجکر
اُنسے کہلایا کہ اگر آپ حمایت و کفالت میری کرین تو حاضر ہونے کو تیار ہون رزیڈنٹ
نے مختار الدولہ کو دبایا اور کپتان لادکو لانے کے لیے رانا کے پاس بھیجا کپتان نے گوہد
مین پہونچکر رانا کو تسلی و دلاسا دیا اور عہد و پیمان کرکے وزیر الممالک کے پاس لایا
مختار الدولہ نے چند کوس سے اُس کا استقبال کیا اور بکمال اعزاز و اکرام کے ساتھ وزیر
کے سلام کو لے گئے وزیر نے بھی رانا کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا رانا نے مشورے
کے وقت عرض کیا کہ اس جماعت قلیل کی سرکوبی کے لیے اس قدر لاؤ لشکر یہان رکھنا
اور جس شخص پر اعتماد نہو اُسکو مطلق العنان کر دینا شیوۂ دانش و احتیاط اور
دور اندیشی و کفایت سے بعید ہے اس مہم کو میرے ذمے کر دیا جائے کہ تھوڑے سے

عرصے مین اِس سرزمین کو مرہٹون کے شر و فساد سے صاف کردونگا مختار الدولہ کو ہمت بہادر
سے دلی نفرت تھی اور یہ مشورہ عین اُن کی مرضی کے موافق تھا پسند کیا اور رانا کو
اُس ضلع کے مہمات کے انتظام کی مختاری کا خلعت دلاکر رخصت کیا رانا اپنے بخت و اقبال
کی یاوری پر ناز کرتا اپنے ملک کو چلا گیا۔ اور مختار الدولہ نے بلا تامل و اندیشہ
راجہ ہمت بہادر کو حکم دیا کہ نئی فوج موقوف کردے اور افواج متعینہ کو یہان
بھیجدے۔

فرح بخش مین شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ اگرچہ گوشائیون
کے حال پر مہربان تھے لیکن وہ مطمئن نہ تھے اور مختار الدولہ کی فیلسوفی سے خائف
تھے ہمت گر بھنڈ اور بھداور کے انتظام کا بہانہ کرکے آصف الدولہ سے رخصت
حاصل کرکے چلا گیا کچھ دنون وہان مقیم رہا پھر جب نواب وزیر کے ارکان ریاست
مین اختلال پیدا ہو گیا اور سپاہ بلوے پر بلوے کرنے لگی تو ان واقعات سے اُسکے دل میں
نواب وزیر کی ملازمت سے کراہیت آگئی اور اُس ضلع کو ویران کرکے اور بھنڈ کی
آبادی جلاکے اکبرآباد کو ایلچ خان کے پاس چلا گیا کیون کہ دونون مین مدت سے
عہد و پیمان ہو رہا تھا وہان سے ایلچ خان کی تحریر کے ذریعہ سے نواب ذو الفقار الدولہ
کے پاس جو ڈیگ کے محاصرے مین مصروف تھا چلا گیا اُس نے اُسپر بڑی مہربانی کی نواب
نے ڈیگ کو فتح کرکے محالات سنکھانہ وغیرہ بارہ لاکھ کی آمدنی کا ملک ہمت گر کو جاگیر اد
اور رسالے کی تنخواہ مین دیدیا شیو پرشاد اس بیان کے بعد کہتا ہے کہ امراؤ گر
ابھی آصف الدولہ کے پاس موجود ہے لیکن مختار الدولہ کی چالبازی سے بیدل
ہے انھون نے اٹاوہ وغیرہ میان دوآب کا ملک گوشائیون کی حکومت سے نکالک

زین العابدین خان کو اُس جگہ مقرر کردیا ہے وہ اپنے متعلقہ ملک کا انتظام کرکے
زر تحصیل اقساط کے بموجب خزانے مین بھیجتا ہے بالفعل آصف الدولہ کی سرکار مین
مختار الدولہ کا طوطی بولتا ہے اور اُن کا تمام ساختہ و پرداختہ مقبول ہے اور
مختار الدولہ مآل اندیشی کی وجہ سے جان برسٹو سے ملے ہوے ہین۔ دونون تمام ریاست پر
حاوی ہین۔

بائیسی پلٹن کی بربادی

شجاع الدولہ کی سیاہ کی سیاہ وردی والی پلٹنون مین سے ۲۲ پلٹنون کا ایک گروہ
تھا جس کا سرگروہ سید احمد بائیسی والا مشہور تھا کیونکہ ان پلٹنون کے پورے گروہ
کو بائیسی کہتے تھے ان مین سے چار پانچ ہزار آدمی شریف مغل دہلی کے رہنے والے تھے
یہ فی کس پندرہ روپے ماہوار کے حساب سے تنخواہ پاتے تھے انکی چھ پلٹنین تھین اور
ائین تعلیم قواعد انگریزی کا اہتمام تھا گو اُنکے پاس بندوقین توڑہ دار تھین مگر وہ اُنھین
نہایت پھُرتی سے آگ بناتے تھے چونکہ یہ لوگ شریف و نجیب تھے اسلیے انکی خاطرداری
زیادہ تھی میر احمد کے مرنے کے بعد اُس کا بھتیجا میر افضل علی اُسکی جگہ بائیسی کا افسر اعلیٰ
مقرر ہوا تھا۔ نواب شجاع الدولہ نے جبکہ جنگ افاغنہ کے عزم سے گنگا کو عبور کیا تو
ملک دوآبہ کو راجہ ہمت بہادر کے تفویض کردیا راجہ کے ساتھ میر افضل علی بھی تھا اور
اپنی فوج کے ساتھ کالپی مین رہتا تھا نواب کی وفات کے بعد بھی آٹھ ماہ تک یہ دونون
متصرف رہے گو رسھلے نے تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ مختار الدولہ نے میر افضل علی کو لکھا
کہ ہمت بہادر سے مخالفت کرو اور اُسکے لشکر کو تباہ کرو مین کسی شخص کو یہان سے بھیجونگا

تم اُسکے اتفاق سے کام کیجیو اور مین جانتا ہون کہ وہ ملک سرکار سے علاقہ نہین رکھتا ہے
اور جو کچھ تمھارے سپاہیون کے لیے مقرر ہے ہم اُس سے ڈیوڑھا دینگے اور سواے فوج
موجودہ کے جو کچھ فوج اور نوکر رکھوگے اُسکی تنخواہ بھی ملک سے محسوب ہوگی اور
دو لاکھ روپے کی جاگیر تمھارے واسطے مقرر ہوگی لیکن کسی کو اسپر اطلاع نہو افضل علی
نے بپاس حق نمک مختار الدولہ کے مشورے پر عمل نہ کیا بلکہ اپنے ایک دوست کے پاس
جو جھاؤلال کے ساتھ رہتا تھا اُس کا شُقّہ بھیجدیا تاکہ راجہ کی معرفت نواب آصف الدولہ
کو دکھادیا جائے شخص مذکور نے لالچ کی توقع سے میر مذکور کا خط اور مختار الدولہ کا شقہ
مختار الدولہ کے دیوانخانے کے دار وغہ مرزا اَبُو کے پاس بھیجدیا مختار الدولہ نے اُن
خطون کو چاک کرکے شخص متوسط کو عنایت کا اُمیدوار کیا اور راجہ جھاؤلال کو خلوت
مین طلب کرکے کہا کہ ایک خط اس مضمون کا میر افضل علی کو لکھ بھیجین کہ سرموہمت بہادر
کے حکم سے تخلف نکرے اور یکدلی کے ساتھ کام کرے راجہ نے مختار الدولہ کے ایما
سے لکھا کہ تمنے راجہ ہمت بہادر کے ساتھ کس لیے عداوت اختیار کررکھی ہے کہ اُس نے
عرضی تمھاری شکایت مین حضور مین بھیجی ہے بہتر یہ ہے کہ باہم شیر وشکر ہوکر رہو
میر مذکور اصل کار سے غافل تھا یہ خط پہونچتے ہی راجہ کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوا راجہ بھی
مقابلے کو تیار ہوا مگر چونکہ راجہ دور اندیش آدمی تھا چند معقول آدمیون کو درمیان
مین واسطہ کرکے تصفیہ کرلیا اور پھر ایک خط مختار الدولہ کو لکھا اور ایک عرضی حضور مین
ارسال کی کہ افضل علی بے وجہ مجھ سے لڑنے کو آمادہ ہوا مگر فدوی نے پاس ادب کیا اور
تحمل کیا امیدوار ہون کہ حضور کا شقہ میر مذکور کے نام صادر ہوجائے کہ بے وجہ فساد
پیدا نکرے۔ نواب نے مختار الدولہ سے فرمایا کہ میر افضل علی کو یہان بلالیا جائے اس

عرض کیا کہ میر مذکور خود بخود ہمت بہادر کے ساتھ لڑنے کو تیار ہوا ہے اور چاہتا ہے
کہ نئے ملک کو اپنے تصرف مین لائے الغرض شقہ اُسکی طلبی مین روانہ کیا نواب ان دنون
اٹاوہ مین مقیم تھے وہ یہ حکم پہونچتے ہی روانہ ہوا جبکہ لشکر کے متصل پہونچا توبسبب اسکے
کہ شام ہو گئی تھی قریب دو یا چار کوس کے لشکر سے اپنی سپاہ کو لیکر اُترا اور چاہا کہ صبح کو
حضور مین حاضر ہو مختار الدولہ نے موقع پاکر حضور مین عرض کیا کہ میر افضل بوجہ
اُس کاوش کے جو مجھ سے رکھتا ہے لشکر سے علٰحدہ اُترا ہے اور چاہتا ہے کہ وہان سے
تنخواہ کا سوال وجواب کرے جواب ملا کہ تم جانو اور وہ جانے اور بعض کہتے ہین کہ خود
نواب نے حکم دیا تھا کہ ہمارے لشکر سے فاصلے پر قیام کرے اور فرمایا کہ توپین توپخانے مین
داخل کردی جائین اس پلٹن کے پاس تیس چالیس توپین تھین اور انکے متعلق بہت سا
گولہ بارود تھا سپاہی وافسر میر افضل علی کی خاطرخواہ اطاعت مین نہ تھے اور اس کو
شمار وحساب مین نہ لاتے تھے انھون نے فوراً تمام توپین اور اُن کا جملہ سامان سرکار مین
بھیجدیا مگر بڑی دو توپین کہ میر احمد نے اپنے روپے سے بنوا کر ایک کا نام باندہ قصاب
اور دوسری کا نام صف شکن رکھا تھا اور ساخت اُنکی عجیب وغریب تھی میر افضل علی کی وراثت
کے دعوے سے اپنے پاس رہنے دین اس کے بعد سپاہ نے عرض کرایا کہ ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ
دیدی جائے کئی ماہ سے سرکار سے کچھ نہین ملا ہے بڑی تکلیف سے گذرتی ہے اور آیندہ
اگر رکھنا منظور ہو تو ماہ بماہ تنخواہ ملتی رہے مختار الدولہ نے اس بات کا تو کچھ جواب
نہ دیا یہی کہا کہ وہ دونون توپین اور تمام بندوقین بھی داخل سرکار کرو اور جہان چاہو
چلے جاؤ فوج نے سمجھ لیا کہ ہماری تباہی اور حق تلفی منظور ہے ایسا عرض کرایا کہ اگر ہمکو
جدا کرنا منظور ہے تو ہمارا کیا زور ہے سوا فرمان برداری کے کوئی چارہ نہین ہماری

تنخواہین مل جائین اپنا حق پاکر تمام ہندوقین کارخانہ سرکاری مین جمع کرادینگے اور ہم چلے جائینگے۔ یہان کئی روایتین ہین فرزند علی کی ملخص التواریخ۔ تاریخ مظفری اور سیر المتاخرین کی تو یہ روایت ہے کہ آصف الدولہ نے آشفتہ ہوکر مختار الدولہ سے کہا کہ انکی سرتابی کی سزا دو انھون نے عرض کیا کہ یہ لوگ اپنی تنخواہ مانگتے ہین اور کچھ غرض نہین رکھتے آصف الدولہ نے فرمایا کہ اگر تمھین یہ تکلیف گوارا نہین تو ہم خود جاتے ہین جب اُنھون نے دیکھا کہ خود بدولت سوار ہوتے ہین تو مجبور ہوکر فوج متعینہ کو لیکر انکی سرکوبی کو گئے اور گور سہاے کی تاریخ اودھ کی روایت وہی ہے کہ نواب نے صرف یہ جواب دیا تھا کہ تم جانو اور میر افضل علی جانے مختار الدولہ نے بموجب حکم کے پچھلی رات سے میر افضل علی کی سپاہ کے چارون طرف نواب کی ساری فوج اور توپخانہ جما دیا۔ اور تاریخ تیموریہ کی روایت یہ ہے کہ مختار الدولہ سپاہیون کی تنخواہ کا التماس سنکر ناراض ہوے انکے وکلا کو نکلوا دیا اور اپنے رسالہ دارون کو اُن سے لڑنے کے لیے حکم دیا اور توپخانے کے افسر کو فرمایا کہ اس جماعت کے آس پاس توپین لگادے تاکہ نکلنے نہ پائین غرضکہ غرۂ محرم سے ان شرفاء نجبا پر جو اپنا حق مانگتے تھے دار و گیر کا آغاز ہوا اور نواب کی سپاہ سنگدل نے ان کو نقطے کی طرح اپنے دائرے مین گھیر لیا اور رسد وغیرہ جو دریا پار سے انکو پہونچتی تھی اُس کی آمد و رفت مسدود کردی اُن کے بہشتی اگر پانی بھرنے کے لیے کنوؤن یا ندی پر جمع ہوتے تو گولون کا نشانہ بنا کر اُن کا کام تمام کردیتے اسطرح اُن غریبون پر شور محشر برپا ہوگیا بلکہ یون کہا جائے کہ دوسرا واقعہ کربلا نمودار ہوا تو بیجا نہوگا اُسی رات اکثر ناجوانمرد بھیس بدل بدل کر اس مہلکے سے نکل گئے لیکن حریفون کے ہاتھ آگئے اور جان و مال دونون کا نقصان اُٹھایا تھوڑے سے بہادران ناموجرمت عزت

کی پاسداری کرکے آمادۂ مرگ ہوئے اور اپنے قول پر قائم رہے۔

مختار الدولہ ۷ ماہ محرم کو تمام فوج اور سارا توپخانہ مسلح کرکے اُس جماعت کے محاربے کو سوار ہوئے۔ اُن لوگون نے جو اپنی قلت اور مخالفون کی کثرت دیکھی تو مقتضاے بشریت سے ہراسان ہوکر اپنے وکلا کی معرفت مختار الدولہ سے عرض کرایا کہ ہم بہن سے اکثر مسلمان اور اہل بیت کے محب اور آپ کے جد بزرگوار کے تعزیہ دار ہین اُمیدوار ہین کہ اِن چند ملتمسات مین سے جو بھی پسند خاطر مبارک ہو قبول فرمایا جائے۔

(۱) ہمارے گناہ و جرائم کو معاف کرکے ہماری تنخواہ مین سے اِس قدر خرچ ہمکو مرحمت ہو جائے کہ ہم بندوقین داخل سرکار کرکے اپنے وطن کو لوٹ جائین اور وہان دُعاے عمر و دولت بندگانِ عالی مین مصروف رہین۔

(۲) اگر ہمارا قتل و غارت ہی مدِ نظر عالی ہے تو ہمکو بھی عذر نہین اور بجز جان دینے کے کوئی چارہ نہین رکھتے لیکن ان دنون تعزیہ دار ہین اور آج محرم کی ساتوین تاریخ ہے عاشورے کے دن تک ہمکو امان جان بخشکر ماتم کر لینے کی مُہلت دی جائے بعد اسکے جیسا راے جہان آراے خواہش کرے اُسپر عمل کیا جائے۔

(۳) اگر یہ بھی منظور خاطر عالی نہو تو جس قدر ہماری تنخواہ چڑھی ہوئی ہے اُس کی تھیلیان گاڑیون مین بھر وا کر اِس سپاہ کے مجمع مین جو مور و ملخ سے کم نہین اور ہمارا خون پینے کو آمادہ ہے کھڑی کرا دی جائین اور اُن کی حفاظت کے لیے تاکید کر دی جائے اگر ہم اُن پر غالب آکر روپے چھین کر زندہ و سلامت بچ رہین تو اپنے حق کو پہونچ جائینگے اور لائق تحسین و آفرین قرار پائینگے اگر مارے گئے تو آپ کا مطلب

حاصل ہو جائے گا۔

(۴) اگر یہ بھی ناگوار خاطر عالی ہو تو خدا اور رسول اور روح سید الشہدا کے واسطے ہم پر اتنا رحم کیجیے اور ننگ بدنامی کا دھبہ ہم پر نہ آنے دیجیے کہ اپنے خداوند نعمت سے مقابلہ کیا آپ خود دور سے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر ہمارے دست و بازو کا تماشا دیکھتے رہیے کہ ہم کیسا لڑتے ہین۔ نواب شجاع الدولہ نے لاکھون روپے صرف کر کے ہمکو تیار کیا قواعد حرب وضرب سے ماہر بنایا قضاے آسمانی سے ہمارے ہاتھ سے کوئی کارنمایان اُنکے سامنے ظہور مین نہ آیا حیف آتا ہے کہ اپنا سپاہیانہ ہُنر دکھائے بغیر دلِ پُرحسرت کے ساتھ گولون کا نشانہ بن جائین تو پین ہمارے مقابلے سے ہٹا کر سیاہ وردی کی پلٹنون کو جو ہماری طرح قواعد دان اور فنون جنگ سے آگاہ ہین اور شیوۂ شجاعت اور تعلیم آداب رزم سے ہمارے ساتھ ہم چشمی رکھتی ہین ہمارے تباہ کرنے کے لیے حکم دیا جائے اوّل بندوقون سے میدان جنگ کو گرم کرین بعدہ تلوارین میانون سے نکالکر باہم لڑین اور ایک دوسرے کے دست و بازو سے ملک عدم کا راستہ لین اُسوقت ہمارا جوہر آپ پر کھُل جائے گا اور آپ کو تماشائے عجیب نظر آئے گا اور اس قدر کثیر فوج مور و ملخ کی طرح ہم بیکسون پر حملہ کرنے کو لانا اور ہماری تباہی کیلیے یہ زبردست توپخانہ جمانا جنابعالی کی بدنامی کا باعث ہے یہ داغ قیامت تک نہ دُھل سکیگا۔

مختار الدولہ اگرچہ سیّد عالی نژاد تھے لیکن اسوقت شامیون کی سی عادت اختیار کر کے یہی جواب دیا کہ مجکو ان برگشتہ بختون کی ہلاکت کے سوا کوئی چیز منظور نہین" اس جواب کے بعد گولہ اندازون کو حکم دیا کہ گولہ باری کرین ان بیچارون نے جب دیکھا کہ نائب کا دل کسی طرح رحم پہ آمادہ نہین ہوتا تو مجبوراً تعزیہ خانے مین آکر

سید الشہدا کا تابوت ہاتھی پر کسکر اُسکے آس پاس تمام سادات اور شیوخ اور اُن کی
متابعت سے دوسرے مسلمان سروپا برہنہ لباس ماتم پہنے گریبان چاک تعزیہ خانے
کی خاک چہرون پر ملے شمشیر و سپر دوش پر لٹکائے بندوقین ہاتھون مین لیے ماتم کرتے
سینہ کوٹتے اور یا حسین یا حسین کہتے میدان جنگ کی طرف چلے ان کی سوگواری و زاری دیکھکر
حریفان سنگدل کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہوگئے اور زبانون پر واحسرتا کے الفاظ
آئے وہ ماتم دار لوگ باواز بلند کہتے تھے کہ ہم اپنا حق طلب کرتے ہین ہم کو اپنے خداوند
سے کوئی منازعت منظور نہین ہے یہان تک کہ مختار الدولہ کی سپاہ مین سے ایک گولا اگر
اُدھر گرا اُس وقت اُنھون نے نعرۂ یا حسین مارکر آواز دی کہ اب ہم حلقۂ بندگی و اطاعت
سے نکل گئے پس صفین جماکر اور دونون توپین سامنے کرکے ایسے گولے مارے کہ نواب وزیر
کے لشکر سے صدہا آدمی خاک و خون مین لوٹنے لگے اور جو زندہ تھے وہ پسپا ہونے لگے
مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ کام ہاتھ سے جاتا ہے اور لشکر بھاگنا چاہتا ہے تو خود توپخانے
کے قریب پہونچے اور ایک گولہ انداز کو جو گولہ زنی مین نہایت مشاق تھا اپنے بازو سے
بازوبند مرصع کھولکر بخشا اور کہا کہ ان لوگون پر تاک تاک کر گولے لگائے اتفاق سے
اُس سنگدل کا پہلا گولہ اُس ہاتھی کے لگا جس پر تابوت کسا ہوا تھا ہاتھی اس صدمے
سے گر پڑا جوانون نے تابوت کو کھولکر تابوت سکینہ کی طرح ہاتھون ہاتھ سرون پر اُٹھا لیا
اور چلنے لگے دوسرا گولہ خود اس تابوت مین لگا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تیسرا گولہ
بارود پہ پڑا اُسکے اُڑنے سے صدہا آدمی ضائع ہوے اس عرصے مین مختار الدولہ کے سوار
حملہ آور ہوے اور تلوارون سے نامورون کو قتل کرنا شروع کیا سپاہیان میر افضل علی
نے دیکھا کہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب پیادہ و سوار اور توپخانہ ہمکو گھیرے ہوے ہے

تو نہایت خوف زدہ ہوے اور بندوق بھرنے اور تلوار چلانے کی ہمت نہ رہی بھاگنے
لگے اور پاس کے ایک گانون مین یہ مفرور جا چھپے مگر تین ہزار کے قریب بہادر جوان
ایک دوسرے کی شرم حضوری سے فرار کو ننگ و عار سمجھ کر مخالفون پر حملہ آور ہوے
اور اس سختی سے چوٹ کی کہ مختار الدولہ کے لشکری تاب مقاومت نہ لا کر ہٹنے لگے
انھون نے تعاقب کیا۔ آگے ایک نشیب مین نجیبون کی دو پلٹنین گھات لگائے بیٹھی
ہوئی تھین جب یہ نبرد آزما تعاقب کنان اُس نشیب پر پہونچے تو یکایک وہ لوگ اُٹھے
یہ دلاور اُنکی طرف متوجہ ہوے وہ فریب کی راہ سے زور زور سے کہنے لگے کہ ہم
تمھاری وردی اور وضع مین شریک ہین یہان تمھین مدد پہونچانے کے لیے چھپ کر
بیٹھ گئے تھے کچھ تم سے لڑنے کا ارادہ نہ تھا ہم پر فیر نہ کیجیو یہ اجل رسیدہ اُنکے داؤن
مین آگئے اور اُنکے قرب و جوار سے احتراز نہ کیا بلکہ اُن کو رفیق سمجھ کر اپنے پاس بلا لیا
وہ سب دو ہزار جوان تھے اور بندوقین بھری ہوئی ہاتھون مین تھین ایکبارگی سر کین
ڈیڑھ ہزار کے قریب دلاوران نامجو کھیت رہے اس صدمے سے اُنکی صفون کا انتظام
بگڑ گیا جس قدر باقی رہے تھے اُنھون نے بندوقین ہاتھون سے ڈالکر تلوارون پر
ان دغا بازون کو رکھ لیا۔ انور علی خان خواجہ سرا کہ ان جان بازون کے حملے سے
مع اپنے رفیقون کے جو رُستم ثانی ہونے کے مدعی تھے یا تو میدان جنگ سے مُنھ پھیر کر
بھاگا جا رہا تھا یا یہ حال سُنکر لوٹا اور کوشش کرکے ان سرفروشون کے مورچے مین گھسکر
توپون پر قابض ہو گیا اور گولہ باری کرانے لگا جب یہ لوگ اپنی توپون کی طرف
جھپٹے تو اُس وقت گولون کے صدمون سے خزان رسیدہ پتون کی طرح اُڑنے لگے۔
اور حریفون نے میدان جنگ مین اُن کے افسرون کے سر کاٹ کر نیزون پر لٹکا دیے

جس سے اب کسی کو لڑائی کی تاب نرہی میر افضل علی اپنے دو تین بھائیون کے ساتھ آمادۂ مرگ کھڑا رہا اُس وقت مختار الدولہ نے عبد الرحمن خان قندھاری کے سامنے قسم کھاکر اُسے بھیجا کہ میر افضل علی کو کسی طرح اذیت نہ پہونچے گی وہ حاضر ہو جائے خان مذکور میر موصوف کا اطمینان کر کے لایا لڑائی ختم ہو گئی فتحمندی کے شادیانے مختار الدولہ کی طرف بجنے لگے مختار الدولہ شام کے وقت سرداروں کے سر نیزون پر لٹکوا کر لشکر وزیر مین داخل ہوے۔

حکایت مختار الدولہ کے لشکر کا ایک آدمی جو شجاعت کا نہایت مدعی تھا اس شہادت کے کھیت مین ایک زخمی کی طرف سے گذرا جس کے ہر زخم سے خون فوارے کی طرح جاری تھا علاوہ دوسرے زخمون کے دونون پاؤن بھی توپ کے گولے سے اُڑے ہوے تھے لیکن نہایت استقلال اور ہوش و حواس کے ساتھ یا حسین یا حسین کہہ رہا تھا ان دونون مین پہلے سے نوک جھوک رہتی تھی اُس سپاہی نے نہایت جوشیلے آواز سے زخمی کو کہا کہ "اے فلان اپنے ولی نعمت کے ساتھ لڑنے کا مزہ پا لیا۔ اس مین کیا مضائقہ تھا کہ تم لوگ اوّل ہتھیار دیدیتے اور پھر اصلاح کی کوشش کرتے" اُس زخمی نے کہا کہ "اے دوست جو کوئی شیوۂ انصاف رکھتا ہوگا اس غیرت و حمیت پر تحسین و آفرین کہے گا اگر کوئی ناجوان مرد بے حمیتی و بے حیائی سے برا کہے تو مضائقہ نہین موت تو کبھی نہ کبھی آتی ہی مگر یہ سعادت کیسے حاصل ہوتی کہ ایام شہادت و مصیبت مولاے حسین مین حق طلبی کی راہ مین ثابت قدم رہ کر ظالمان امت کے ہاتھ سے مرتبۂ شہادت کو پہونچے البتہ ہمارا اور تمھارا کارنامہ دلاورون کی مجالس مین ضرب المثل رہے گا۔"

بعد اسکے کہا کہ اے یار اب میری ایک وصیت سُن ے طعن وتشنیع کا محل باقی
نہین جہان فانی مین اب ایک ساعت کا مہمان ہون ایک وصیت کرتا ہون اگر فتوت
وجوان مردی کو کام فرماکر قبول کروگے تو دنیا وعقبےٰ مین مشکور وماجور ہوگے،،
اُس سوار نے کہا کہ ،،کیا حاجت ہے بیان کرو مین اُس کو بسروچشم بجالاؤنگا زخمی
نے کہا کہ ،،چند چھوٹے اور بیکس بچّے میرے فلان شہر مین ہین اُنکی روزی کا سہارا
سوائے میرے کوئی نہین اور مین یہان اس طرح زخمی ہوکر رہگراے ملک آخرت
ہونے والا ہون ایک سو کئی اشرفیان اور کئی جواہر جو پٹھانون کی لڑائی مین ہاتھ
آئے تھے میری کمر مین بندھے ہین عنقریب لٹیرے آکر کپڑے اُتار کر انھین بھی لوٹ لینگے
تم اُنھین کھول لو آدھے خود لے لیجیو اور آدھے میرے یتیم بچّون کو پہونچادیجیو،، وہ نادان
لالچ مین آکر فی الفور گھوڑے سے اُترا اور ڈھال تلوار ہاتھ سے زمین پر رکھدی
اور زخمی کے پاس پہونچکر اُسکی کمر کا پٹکا کھولنا چاہا اُس دلاور کی کمر مین تلوار چھپی ہوئی
تھی ایک ہاتھ ایسا مارا کہ دونون ٹانگین لکڑی کی طرح کٹ گئین اور اس حیلے سے
اپنے ہمچشم کو اپنے پہلو مین بٹھا کر ہنسا اور کہا کہ اس جگہ مین تنہا پڑا ہوا انفس شماری
کرہا تھا نہ کوئی انیس تھا کہ تھوڑی دیر اُس سے بات کرتا اور نہ کوئی جلیس تھا جس کو
دردِ دل سُناتا چونکہ ہم مین تم مین مُدّت سے خصومت اور لاف وگزاف عداوت
قائم تھی اور دونون مین ہمچشمی کے دعوے زبانون پر آتے رہتے تھے الحمد للہ کہ اسوقت
بھی مین نے اپنا ہمدرد بنالیا اور اس مصیبت کے مقام مین تم کو دل کا حال کہنے
کے لیے اپنا ہمنشین کرلیا جب تک دونون زندہ ہین ایک دوسرے کا انیس رہے گا
اور اس جہان سے سفر کے بعد دونون یہان کی خاک مین مل جائینگے اور روز محشر مین

ساتھ ساتھ بارگاہ باز پرس مین جائینگے۔

یہ واقعۂ ہائلہ ۷ محرم ۱۱۸۹ھ ہجری کو مقام اٹاوہ مین ظہور مین آیا۔ آصف الدولہ کے اکثر نوکر جو سلطنت کا زور بازو تھے اِس لڑائی مین کام آئے اور وہ اس فتح سے نہایت خوش ہوے۔

اَلقصّہ گور سہاے کہتا ہے کہ مختار الدولہ نے میر افضل علی کو کہلا بھیجا کہ تمنے کس لیے بے سبب ہمّت بہادر سے پرخاش کی تھی جواب دیا کہ راجہ جھاؤلال کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ بے سبب ہمّت بہادر نے میری شکایت حضور مین بھیجی ہے جب یہ جواب مختار الدولہ کے پاس پہونچا تو اُس خط کو میر مذکور سے منگاکر حضور مین پیش کر دیا تو۔ جھاؤلال کو قید کر دیا اُس کی گرفتاری کے بعد دیوانخانے کی داروغگی میان بسنت کو ملی۔ لیکن اور تاریخون مین جھاؤلال کے معتوب ہونیکی دوسری وجہ لکھی ہے جو آگے معلوم ہوگی۔

تاریخ تیموریہ مین بیان کیا ہے کہ جب مختار الدولہ تمام سپاہ لے کر بائیسی سے لڑنے کے لیے حربگاہ کو چلے گئے تو جھاؤلال اور بسنت علی خان وغیرہ یاران قابو طلب نے وقت کو غنیمت جانکر نواب وزیر سے عرض کیا کہ مختار الدولہ جو اس قدر فوج لیکر اُس جماعت پر حملہ آور ہوے ہین تو اس سے مقصود اسکی تباہی نہین بلکہ اس خیال مین ہین کہ اُنکے مقابلے سے بھاگ کر لشکر مین آوین تو وہ دلاور تعاقب کرتے ہوے حضور کے کیمپ مین گھس پڑین اور لشکریون کو بے دل و بے حواس ہین لوٹ لین اسکے بعد مختار الدولہ کے دل مین جو خیالات فاسد سماے ہوے ہین اُن کی مدد سے ظہور مین لائین نواب وزیر مختار الدولہ کی امارت و نخوت اور کبر خود سری و زد دیکھتے تھے اُنھون نے اِس بعید العقل بات کو قریب الوقوع سمجھ لیا۔ اور فوراً حکم دیا کہ تم دونون

اپنے رسالون کو تیار کرکے راستے مین جما دو اگر مختار الدولہ اپنے ارادۂ دلی کے وقوع
مین لانے کے لیے میدان جنگ سے بھاگین اور ادھر کا قصد کرین تو اتنے گولے اور
گولیان مارو کہ قدم اُٹھانے کی تاب نہ ہے وہین اُن کا کام تمام ہوجائے القصہ ان
دونون سرداروں نے اپنی اپنی سپاہ کو تیار کرکے اور توپخانہ و آلات حرب درست کرکے
لشکر وزیر الممالک اور فوج مختار الدولہ کے درمیان مین جاکر مورچہ بندی کی اور
توپین کھڑی کرکے زنجیرون سے کس دین اور سپاہیون کو آمادۂ کارزار کرکے
اگلی صفین باندھ دین اور خدا سے دم بدم مختار الدولہ کے بھاگنے کی دعا کرتے تھے
چونکہ مشیت الٰہی اور تھی اور ابھی چند دن اُن کو عیش و حکمرانی دیکھنی مقدر تھی عروج
کے کچھ دن باقی تھے فتح و نُصرت حاصل کرکے لوٹے۔ راجہ جھاؤلال و بسنت علی خان
اس واقعہ سے بہت شرمندہ ہوے اور ڈرے اور مبارکباد کہتے ہوے سامنے گئے
مختار الدولہ کو مخبرون کے ذریعہ سے تمام حال معلوم ہوچکا تھا مگر اُس وقت اغماض کرنا
مناسب جانا۔

نواب آصف الدولہ کو شاہ عالم بادشاہ کے ہان سے خلعت وزارت حاصل ہونا نواب کا بادشاہ کے حضور مین زر نقد اور اسباب اور چتر اور تخت بھیجنا

مولوی ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ آصف الدولہ اودھ مین

نوابی کرتے تھے خزانہ اُن کا خالی تھا سپاہ کی تخفیف کرنا چاہتے تھے عادتین اُن کی بُری تھین گھر مین بھی فساد تھا باہر بھی ملک مین بدنظمی ہو رہی تھی غرض ایسے ہنگامے برپا ہو رہے تھے کہ جس سے نواب کو خود اندیشہ اور رفیق انگریزون کو خوف تھا۔ ۱۷۷۸ء کے موسم سرما مین یہ افواہ اُڑی کہ شاہ عالم اور مرہٹے اور رہیلے اور سکھ مرزا نجف خان کے رفیق بن گئے ہین۔ آصف الدولہ پر حملہ کرنے کو چلے آتے ہین۔ گورنر جنرل نے نواب کو سمجھایا کہ وہ نجف خان سے آشتی کرلین جس سے یہ مصیبت سر سے ٹلے۔ آصف الدولہ کو ابتک وزارت کا خطاب بادشاہ کے ہان سے نہ ملا تھا۔ اگرچہ اُس کا ملنا نہ ملنا برابر تھا مگر وہ اُس خالی خطاب کے لیے بیتاب تھے مختار الدولہ نے مجد الدولہ سے سازش کرکے اپنے خاص ذریعہ سے خطاب و خلعت وزارت منگانے کا بندوبست کیا پیش کش اور پانچہزار سپاہ بادشاہ کے پاس بطور کمک بھیج کر یہ خطاب حاصل کیا چنانچہ خلعت وزارت مع جواہر اور قلمدان طلائی مرصع اور فیل و اسپ خاصہ کے آصف الدولہ کے لیے بادشاہ کے ہان سے روانہ ہوا۔ یہ خلعت ۱۰ صفر ۱۱۸۹ ہجری کو قطب الدین خان (خویش مجد الدولہ) اور راجہ دیارام کے حوالے ہوا تھا بادشاہ نے ان دونون شخصون سے فرمایا کہ اول اس خلعت کو ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خان کے پاس لیجاؤ اُسکے صوابدید کے بعد آصف الدولہ کے پاس پہونچاؤ اور یہ بات ذوالفقار الدولہ کی عزت افزائی کے لیے کی گئی تھی چنانچہ قطب الدین خان اور دیارام نیاز علی خان کے ساتھ جو آصف الدولہ کی طرف سے اس سوال وجواب کے لیے آیا تھا اُسکے پاس خلعت لیکر پہونچے جہان دونون ڈیگ کے محاصرے مین مصروف تھا پھر قطب الدولہ اُس سے رخصت ہوکر اودھ کو روانہ ہوا جب آصف الدولہ کی

قیام گاہ کے قریب پہونچا تو مختار الدولہ نے مع خدم و حشم کے استقبال کر کے فرمان باطنی
برپا کی۔ اور نواب نے بھی استقبال کیا اور خلعت پہن کر باپ دادا کے خطاب سے
معزز ہوے۔ اور اس عطیہ کے شکرانے مین محفل آراستہ کی اُسی دن مختار الدولہ مارے
گئے۔ وزیر نے ایک لاکھ روپے اور تنقیح الاخبار کی روایت کے مطابق دو لاکھ روپے[1]
نقد اور دس گھوڑے اور کئی ہاتھی جن پر طلائی اور چاندی کی مطلا عماریان تھین اور
یورپ کی بہت سی عمدہ چیزین اور ہر قسم کے تحف دھرا یا اور اسباب و سامان مع چتر
اور تخت روان کے مرزا خلیل اور نیاز علی خان کی معرفت بادشاہ کو بھیجے اور
قطب الدین خان کو خلعت ملبوس اور سرپیچ جواہر اور جیغہ مکلل اور مالاے مروارید
اور ایک ہاتھی اور آٹھ ہزار روپے دیے۔ اور راجہ دیارام کو بھی خلعت دیا اور اُن کے
رفقا کو علی قدر مراتب دوشالے عطا کیے اور بادشاہ کے پاس رخصت کیا اور
ذوالفقار الدولہ کے لیے اپنی نیابت کا خلعت مع فیل و عماری زر اور سائبان اور
زربفت کی جھول اور اسپ کے بھیجا اور مجد الدولہ کے لیے دو ہاتھی اور ایک گھوڑا
روانہ کیا۔

بعض کتابون مین لکھا ہے کہ مختار الدولہ نے ایک خلعت آصف الدولہ کے لیے
شاہ دُرّانی سے بھی حاصل کیا اور دونون بادشاہون کے ہان سے مختار الدولہ کو بھی
خلعت ملے۔

تاریخ مظفری سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم نے آصف الدولہ کو مسند نشینی کے بعد
ہزبر جنگ خطاب دیا تھا۔

[1] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

مختار الدولہ کے قتل کے لیے سازش ہونا اور اُس کا کھُل جانا

جس زمانے مین کہ مختار الدولہ قتل ہوے تو یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ نواب آصف الدولہ کے خاص اشارے سے مختار الدولہ مقتول ہوے۔ تاریخ مظفری اور ملخص التواریخ مؤلفہ فرزند علی اور فرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد اور سیر المتاخرین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آصف الدولہ کی اُن کے قتل پر مرضی تھی۔ مگر بعض صاحب کہتے ہین کہ یہ بات محض افترا ہے۔ مؤلف عماد السعادت بھی لکھتا ہے کہ جس وقت مرزا محمد امین بن مرزا محمد یوسف کور نے آصف الدولہ سے عرض کیا کہ مین مختار الدولہ کو درمیان سے اُٹھاتا ہون تو نواب ممدوح نے اجازت ندی اور نواب سالار جنگ نے بھی جنکی بیٹی مختار الدولہ کے فرزند سے منسوب تھی ایک دن امتحاناً نواب وزیر سے پوچھا کہ مختار الدولہ کے قتل کے باب مین کیا حکم ہے اُس وقت بھی آصف الدولہ راضی نہ ہوے اگر آصف الدولہ کو مختار الدولہ کا موقوف کرنا مدنظر ہوتا تو کون روک سکتا تھا پھر قتل کرانے کی کیا وجہ تھی۔ اور تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین یون ہے کہ مرزا محمد امین کور کو نواب نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تم خود مارنا چاہو تو مارڈالو تم جانو اور تمھارا کام جانے تم بھی سید ہو اور وہ بھی سید ہین آپس مین خوب نپٹ لوگے اگر میری اجازت سے قتل کرنا چاہتے ہو تو مین ایک سید کے قتل پر راضی نہین بیچارے نے تمھارا کیا لے لیا ہے مرزا امین نے پھر کچھ نہ کہا۔ چونکہ مختار الدولہ کی اجل آچکی تھی نواب آصف الدولہ کو رنجیدہ کر دیا اور بعضے ایسے کام جو نواب کو ناپسند تھے کیے اور ایک بار جان برسٹو کے سامنے نواب سے مباحثہ کیا (انتہیٰ)۔

بعض اہل تحقیق نے اس واقعہ کی اصلیت یون بیان کی ہے اور یہ حال اُن لوگون سے زبان بزبان سُنا ہے جو اُس وقت مین ریاست مین اقتدار رکھتے تھے کہ مختارالدولہ شیرازی نشو ونما کے بعد ایران سے آئے تھے نشہ شراب غرور ونخوت جو لازمۂ اہل ایران ہے آنکھون مین چڑھا ہوا تھا اہل ہند سے اختلاط کم رکھتے تھے اُمرا سے نہایت کج ادائی کے ساتھ مُلاقات کرتے تھے باقی ملازمان نواب وزیر اُن کی نظرون مین کب جچتے تھے۔

راجہ جھاؤلال اور بسنت علی خان نے ایکدن نواب وزیر سے عرض کیا کہ ہم لوگ جو حضور کے ساتھ بزم شراب گرم کرتے ہین تو یقین ہے کہ مختارالدولہ ہمکو آب شمشیر سے سرد کر دینگے جب یہ وار خالی گیا تو مکرر پھر عرض کیا کہ کرور روپے کا محاسبہ مختارالدولہ سے لینا چاہیے اسپر بھی نواب نے التفات نہ کیا۔ جب کسی شمشیر تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو اُنھون نے یہ مشورہ قرار دیا کہ جس وقت بندگان عالی بستر خواب سے آنکھ کھولتے ہین تو مختارالدولہ آتے ہین اور نواب اُنکی صورت دیکھ کر آنکھ کھولتے ہین اور کمپنیان سلامی کے لیے روتنخانے مین آتی ہین بہتر یہ ہے کہ اُس دم مختارالدولہ کے گولی ماردی جائے نواب وزیر کو اس مشورے پر اطلاع نہ تھی۔ مرزا حسن رضا خان سرفرازالدولہ بھی اس مشورے مین شریک تھے اور ان سے اور مختارالدولہ سے قرابت تھی اور صورت اس قرابت کی یہ ہے کہ نواب علی مردان خان شاہ جہانی کے پوتے نواب کلب علی خان کی چند لڑکیان تھین اُنمین سے ایک لڑکی مرزا حسن رضا خان سے بیاہی تھی ایک لڑکی مینڈھو بیگم سید صاحب ابن سید مصطفےٰ المخاطب بہ مصطفوی خان سے منعقد تھی اس مینڈھو بیگم کی ایک بیٹی پیاری بیگم نامی مختارالدولہ کی زوجیت مین تھی۔ اس قرابت قریبہ کی وجہ سے مرزا حسن رضا خان نے

مختار الدولہ کو اُن کے منصوبۂ قتل سے اطلاع دی بلکہ مدت تک یہ بار گران پیاری بیگم اور اقبال الدولہ زوجہ وپسر مختار الدولہ کی گردن پہ رکھا کہ مین نے مختار الدولہ کو قاتلون کے ہاتھ سے بچایا ورنہ اُسی وقت کام تمام ہوچکا تھا۔ غرض یہ کیفیت سُنکر مختار الدولہ اندیشہ مند ہوے اور صبح کے وقت نواب کے پاس نہ گئے دو مرتبہ سرکاری عصابردار بھی بُلانے کے لیے آیا۔ مختار الدولہ نے کسل طبیعت کا عذر کردیا جب تیسری بار عصابردار یہ پیام لایا کہ جو طبیب و علاج تمھارے گھر مین مہیا ہے وہ یہان بھی موجود ہے۔ مناسب ہے کہ جلد آؤ جناب عالی تمھارے انتظار مین ابھی تک خوابگاہ سے برآمد نہین ہوے۔ تو مختار الدولہ نے مجبور ہو کر چھ سات سو سوار کارگذار اور اکثر عزیز و اقارب اپنے ساتھ لیے اور پہلے مسٹر جان برسٹو رزیڈنٹ کے پاس گئے کہ اُس کو فی الجملہ اپنی کیفیت سے مطلع کرین یہ معاملہ سفر مقام اٹاوہ مین پیش آیا تھا نواب آصف الدولہ کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ بھی سوار ہوکر فی الفور جان برسٹو کے ڈیرے پہ پہونچے۔ نائب اور منیب کے پس و پیش پہونچنے مین چند منٹ کا تفاوت واقع ہوا ابھی مختار الدولہ نے باتین شروع کی تھین کہ نواب وزیر کی آمد آمد کی خبر ہوئی۔ مختار الدولہ اور صاحب رزیڈنٹ نے استقبال کیا۔ نواب نے مختار الدولہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہمنے کیا بدی کی تھی کہ تمنے ہمارا دو تین کروڑ روپیہ خراب کیا اور اُس کا حساب نہ سمجھایا۔ مختار الدولہ نے یہ اشارہ سُنکر اپنی مہر جان برسٹو صاحب کے حوالے کی اور جواب دیا کہ صاحب میرے ضامن ہین ایک کروڑ دو کروڑ روپے تک جو میرے ذمّے ثابت ہون مین اُن کے ادا کرنے کو حاضر ہون لیکن جس وقت

یہ بات غلط نکلے تو اُمیدوار ہون کہ جنابعالی اُن مُفسدہ پردازون کے نام سے
اطلاع فرمائین کہ مین اس قدر روپیہ اُن سے لے کر سرکار عالی مین حاضر کرون یہ امر
بھی دولت خواہی سے خالی نہین۔ نواب نے اُس وقت ہر ایک کا نام بتلا دیا۔
مختار الدولہ نے عرض کیا کہ میری دولت خواہی یہ ہے کہ ایّام صاحبزادگی مین
کارخانہ سرکار کا جو نہایت ابتر تھا بخوبی انتظام کیا دوسرے نواب شجاع الدولہ
سے حضور کی جاگیر کی سند مسترد کی جس سے سرکار کے کارخانے کو خوب رونق ہوئی
تیسرے مسند نشینی کے وقت سب اعیان ریاست یہ کہتے تھے کہ آصف الدولہ عیاش
اور صاحبزادہ مزاج ہین ریاست کی لیاقت نہین رکھتے دولت خواہ نے اُسوقت
کرنیل کلیس اور مسٹر کانوبی کو برخلاف مسٹر بھولیر صاحب کے حضور کی مسند نشینی
کے لیے آمادہ کیا چوتھے محمد ایلچ خان دلی سے خلعت نہ لا سکا مین نے بدون صرف روپے
کے وہان سے خلعت حاصل کر دیا اور بادشاہ قندھار سے بھی خلعت منگا دیا اُس وقت
کسی شخص نے خیر طلبی اور دولت خواہی کا دعوےٰ نہ کیا۔ اب جملہ انتظام پورے
ہو چکے تو ہر ایک خیر خواہی بگھارنے لگا بہر صورت ان باتون کا انصاف حضور کے ہاتھ
مین ہے اگر ان باتون پر بھی مزاج عالی مین کدورت ہے تو اس نیابت سے نان جوین
ہزار درجہ بہتر ہے زیادہ ہوس نہین۔ جب تک جنابعالی محاسبہ لین مجھ دولت خواہ
کو تکلیف نوکری معاف ہو رزیڈنٹ نے بھی اقرار ضمانت کیا۔ یہ باتین ہو چکین
تو نواب وزیر نے مختار الدولہ کو آغوش لطف مین لے کر فرمایا کہ مین ہمیشہ تم سے
رضامند رہا اور اب بھی خوش ہون اور کوئی خلاف خیال نکرو اور اس وقت
میرے ساتھ چل کر اپنے مخالفون کو مجھ سے لو چنانچہ مختار الدولہ کو اپنی خواصی مین

کنوبی

بٹھا کر اپنے خیمے مین لائے - ابھی ان کی سواری خیمے مین نہ پہونچی تھی کہ بسنت علیخان وغیرہ نے یہ خبر سن لی اور اُن پر پریشانی نے ہجوم کیا بسنت علی خان تو سلامی دیکر بھاگ کر اپنی فوج مین جا چھپا اسی طرح اور بھی روپوش ہو گئے فقط راجہ جھاؤلال کی شامت سر پر سوار تھی حاضر رہا اُس کو نواب نے بلا کر مختار الدولہ کے حوالے کیا اور فرمایا کہ اس کو قید رکھو - مختار الدولہ نے جھاؤلال کو ایک خیمے مین قید کر دیا فقط اسی قدر ممانعت کی کہ قلمندان اور ہتھیار اس کے پاس نہ جانے پائین اور پہرہ سر پر رہے اسکے سوا عمدہ کھانون اور کپڑون اور ناچ گانے مین کوئی فتور نہ تھا مختار الدولہ کا نائب انور علی خان خواجہ سرا خود جھاؤلال کے ڈیرے پر پہونچا اور تمام مال و اسباب اُس کا ضبط کر لیا اور رادھا اوتی طوائف جو اُسکی محبوبہ تھی اُسے پابزنجیر کر کے اپنے کیمپ مین لے آیا اور ایک چھوٹے خیمے مین قید کر دیا - چند روز کے بعد مختار الدولہ نے نواب وزیر الممالک کو اپنے اوپر متوجہ دیکھ کر عرض کیا کہ حضور کے چند نوکر میری جان لینے کے درپے ہین اگر حضور کو فدوی کی خاطر منظور ہے تو اُن کی جوابدہی کا معاملہ میرے سپرد کر دین نواب نے اجازت دی کہ جس طرح مناسب سمجھو اپنے حریفون کو شکنجۂ عذاب مین کھینچو بسنت علی خان کو اب پورا یقین ہو گیا کہ مختار الدولہ مجھکو قید کرینگے اُن کے چنگل سے رہائی مشکل ہے تو اپنے چند دوستون کے مشورے سے کلام اللہ ہاتھ مین لے کر مختار الدولہ کے پاس گیا اور قسم کھائی کہ مجھکو اطاعت کے سوا کوئی بات منظور نہین - مختار الدولہ نے اُسکے ہاتھ سے کلام مجید لے لیا اُسنے تلبیس و فریب کی راہ سے مختار الدولہ کے طشت کا پانی جس مین اُنھون نے پاؤن دھوئے تھے لے کر پی لیا مختار الدولہ باوجود مخاصمت کے اُسکی ارادت کے ایسے مفتون ہوے

لہ [illegible] ۱۲

کہ گلے سے لگا لیا اور اپنے دل سے غبار کدورت نکال ڈالا اور خلعت دیکر فرزند خواندہ بنایا اور تمام فوج کا مختار کر دیا بسنت علی خان اپنے خیمے کی طرف شاد کام لوٹا اور ایک ہفتے تک یہ معاملہ اسی طرح رہا کوئی صدا نہ اُٹھی ۔

مختار الدولہ اور بسنت علی خان خواجہ سرا کا مارا جانا اور آصف الدولہ کا ہلاکت سے بچ جانا

یمین الدولہ سعادت علی خان جو بیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ شجاع الدولہ کے عہد سے بریلی کے انتظام مین مصروف تھے اور اس عہدہ حکومت مین مختار الدولہ نے جان برسٹو سے اجازت لے کر اُن کو اُس کام سے معزول کر کے بلا لیا تھا یہ نہایت مُدبر تھے حُکّام کمپنی کے ساتھ خط و کتابت جاری تھی لیاقت و دانائی کی وجہ سے شجاع الدولہ کی جملہ اولاد مین ممتاز تھے اور علامہ تفضل حسین خان اُنکی اتالیقی مین رہتے تھے سعادت علی خان بھی اٹاوے مین نواب وزیر کے ہمراہ تھے اور سلطنت کی تمنا دامنگیر تھی اُنھون نے اپنے دل مین خیال کیا کہ جب تک مختار الدولہ کے عروج پر پانی نہ پھرے گا گوہر مدعا کا ہاتھ آنا دشوار ہے بسنت علی خان سے موافقت پیدا کی اور بسنت علی خان اور جھاؤلال سے اودھ کی نیابت دینے کا وعدہ کیا اور مختار الدولہ و آصف الدولہ کے قتل کرنے کی فکر کی راجہ جھاؤلال ۔ فضل علی ۔ طالب علی خیالی خان ۔ مُراد علی اور نور الدین اس کام پر مامور ہوے اور میر باقر اور یوسف خان جو محمد بشیر کے ساتھ والون مین تھے اُنھون نے بھی شراکت کی اور تفضل حسین خان بھی

اس سوال وجواب مین شیر وشکر تھے بسنت علی خان نیابت کی امیدمین ہمہ تن اس
کام مین مصروف تھا۔ اور آگے سے زیادہ حاضر باشی مختار الدولہ کے پاس
شروع کی بظاہر دوست صادق اور جان نثار بنا طلسم ہند مین اسی طرح ہے۔

تاریخ یتموریہ مین بیان کیاہے کہ خود بسنت علی خان کو یہ خیال ہوا کہ نواب
وزیر الممالک مختار الدولہ کے اس قدر مفتون ہین کہ مطلق ملک و فوج کی خبر نہین
رکھتے اور مختار الدولہ کو شجاع الدولہ کی سلطنت کا برباد کرنا مدنظر ہے یہ بہتر ہے
کہ مختار الدولہ کو قبر مین سُلا کر آصف الدولہ کو گوشۂ عافیت مین بٹھا دیا جائے
اور سعادت علیخان کو جو شجاع الدولہ کے فرزند وہین نہایت لائق وفائق ہین مسند نشین
کیا جائے یہ راز اپنے سرداران لشکر سے بیان کیا سب کی دلی تمنا یہ تھی کہ مختار الدولہ
کا استیصال ہوجائے اُنھون نے اتفاق رائے کرکے اور بھی ترغیب دی اور نواب
سعادت علی خان کو مسند نشینی کا اُمیدوار کرکے اپنے مشورے کا سرگرم ممبر بنالیا
لیکن یہ کام آسان نہ تھا اِس لیے بسنت علیخان نے مکر وفریب سے کام لیا۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ بسنت علی خان خواجہ سرا جو شجاع الدولہ کا نہایت
معتمد علیہ تھا اور فی الحقیقت جرأت سے خالی نہ تھا مختار الدولہ سے ہمسری کرکے
اطاعت نہین کرتا تھا اِسلیے مکرر باہم گرنا چاقی ہوئی اور پھر وسائل وسایط کے ذریعہ
سے صفائی ہوئی اسی ضمن مین ایک مرتبہ ایسی رنجش بڑھی کہ آمیزش کی صورت
نہوئی آصف الدولہ بھی دل مین بسبب خودمختاری مختار الدولہ کے جو مسٹر جان برسٹو
سے متفق تھے آزردہ ہوکر اُنکے معزول کرنے اور قتل کرنے کی فکر مین تھے بسنت علیخان
خواجہ سرا جنرل صاحب کے اس راز کو پا گیا چاہا کہ مختار الدولہ کو کسی طرح سے مار کر آصف الدولہ

کا مورد عنایت ہو اور باطنا مرزا سعادت علی خان سے سازش کی کہ جب بندہ مختار الدولہ کو مار کر آئے تو تم مع چند ہمراہیون کے سوار ہو کر پہونچ جانا بندہ آصف الدولہ کے پاس پہونچکر اُن کا کام بھی تمام کر دے گا اور آپ کو مسند ریاست ملجائے گی جب یہ مشورہ طے پاگیا تو بسنت علی خان نے از سر نو مختار الدولہ سے براہ مکر و فریب ملاپ کیا۔

فرح بخش مین شیو پرشاد نے ذکر کیا ہے کہ مختار الدولہ کو نیابت حاصل ہوے عرصہ نہ گذرا تھا کہ اعیان سلطنت کے استیصال پر کمر باندھی اور بتدریج ہر ایک کو برباد کر دیا اور جو جو ہاتھ لگا اُس کو قید کر کے بڑی سختی اور عذاب کے ساتھ ہلاک کیا اول جو شخص اُنکے پنجے سے جان بچا لے گیا وہ ایلچ خان ہے کہ رنگ صحبت بدلا ہوا دیکھکر حصول خلعت وزارت کے بہانے سے دہلی کو چلا گیا اور مختار الدولہ کی دراندازی کی وجہ سے بادشاہ کے ہان سے بدون حصول خلعت اکبر آباد کو نواب ذوالفقار الدولہ کی حمایت مین چلا گیا۔ دوسرا محمد بشیر ہے کہ جب اُس نے دیکھا کہ مختار الدولہ میری بربادی کے درپے ہین تو پتھر گڑھ علاقہ نجیب آباد سے کنارہ کشی کر کے اکبر آباد کو چلا گیا تیسرا انوپ گر گوشائین ہے کہ وہ اٹاوے سے بھنڈ کے انتظام کا بہانہ کر کے آصف الدولہ سے رخصت حاصل کر کے چلا گیا اور بھنڈ کو جلا کر اور لوٹ کر ذوالفقار الدولہ کے پاس پہونچا پرگنہ فتح آباد اور سعد آباد اُسکی جاگیر مین ذوالفقار الدولہ نے مقرر کیا۔ انقلاب روزگار دیکھیے کہ تھوڑے دنون سے نواب آصف الدولہ کے مزاج مین مختار الدولہ کی طرف سے کدورت آگئی تھی اور مختار الدولہ کی طرف سے بھی روز بروز وہ حرکات جو آصف الدولہ کی رنجش اور خفگی کا باعث ہوتین ظہور مین آتین اور آثار نافرمانی

صادر ہوتے تھے نواب اُنکی حرکات وسکنات سے تنگ آگئے تھے اسلیئے اُنکی گرفتاری
وقتل کے درپے تھے بسنت علی خان جو نواب آصف الدولہ کا رازدار تھا اُن کے
ارادے اور منشا پر مطلع ہوکر مختارالدولہ کے قتل پر آمادہ ہوگیا بلکہ خاص
آصف الدولہ کی اجازت سے اس کام پر مستعد ہوا اور مختارالدولہ کی دعوت پر
عداوت مقرر کی۔

القصّہ بسنت علی خان نے مختارالدولہ سے نہایت عجز ونیاز کے ساتھ عرض کیا
کہ بندہ بسبب نحوست ایام کے چند روز تک آپکی نظرون مین مردود رہا گو بعد اِسکے
نصیب کی یاوری سے مورد عنایت ہوا لیکن ابتک ہمچشمون مین حرمت وعزت نہین
ہے اور تمام لشکر مین انگشت نما ہے آپکی عنایت سے مرتبۂ غلامی کو پہونچا اس لیے
آرزومند ہون کہ غریب خانے پر تشریف لے جاکر ہمسرون مین سربلند فرمائیے
مختارالدولہ اس وقت کسی کو دنیا مین اپنی برابر نہین جانتے تھے اور موت کا وقت
قریب آپہونچا تھا اسلیئے بلا تامل منظور کر لیا اور کہا کہ کل ماہ صفر کا آخری چہارشنبہ ہے
ہم سیر کے لیے سوار ہونگے واپسی کے وقت تمھارے ڈیرے مین اُترکر ایک دن اور
ایک رات وہان تفریح وتماشے مین بسر کرینگے۔

بسنت علی خان نے سامان دعوت کی تیاری کی اور عُمدہ عُمدہ کھانے پکوائے۔
مختارالدولہ دوسرے دن دربار مین آکر آصف الدولہ سے رُخصت ہوے اور نواب
کی تمام فوج کو جلو مین لے کر سیر وتفریح کے لیے سوار ہوے مُراجعت کے وقت بسنت علیخان
کے ڈیرون کی طرف آئے مختارالدولہ کے بعض ہواخواہون نے منع کیا کہ وہان نہ جانا چاہیے
لیکن قضا نے اُنکی آنکھون پر غفلت کے پردے ڈالدیے تھے کچھ سماعت نہ کی دشمن جانی

دوست صادق نظر آتا تھا بسنت علی خان نے اُس وقت بعض اپنے مخلصون کو کہ اُن مین سے میر قدرت اللہ کے دونون بھانجے مراد علی اور لطف علی تھے مطلع کیا کہ قتل مختار الدولہ کا عزم ہے جب مختار الدولہ بسنت علی خان کے خیمے پر پہونچے تو اُس نے سر دروازہ تک استقبال کیا اور نہایت تواضع کے ساتھ سواری سے اُتار کر مسند پر لا بٹھایا اور نذر دکھائی جس قدر جمعیت جلو اور سواری کی ہمراہ تھی مختار الدولہ نے اُس کو رخصت کر دیا وہان پر سوائے چند طوائفون کے اور کوئی نہ تھا اور جلا او طوائف بھی جو مختار الدولہ کی مرغوب تھی وہان موجود تھی اور سونا و کمن قوال جو نہایت خوش گلو تھے حاضر ہوے مختار الدولہ کے ساتھ کئی آدمی ایسے بھی تھے کہ وہ بوجہ تقرب کے خیمے کے اندر چلے آئے تھے اُنکو بھی مبالغہ وتاکید کے ساتھ واپسی کی اجازت دی یہ سب اندر سے چلے آئے اور باوجود مختار الدولہ کے تقید کے اپنے اپنے مقامون پر حیرت زدہ سے بیٹھ گئے اس زمانے مین گرمی شدت سے پڑتی تھی اور لو چلتی تھی لشکر مین اکثر امیرون نے تہ خانے بنوائے تھے بسنت علیخان نے بھی ایک تہ خانہ بنوا کر فرش و اسباب وغیرہ سے آراستہ کیا تھا جب دُھوپ تیز ہوئی تو مختار الدولہ کو تہ خانے مین چلنے کی تکلیف دی اُن کا جام حیات لبریز ہو چکا تھا اُنھین بسنت کی خبر تو تھی نہین اپنے پیرون سے قبر مین اُترے غرض کہ درباری کپڑے اُتار کر بآرام تمام استراحت فرمائی اُن کی محبوبہ دلنواز بھی حاضر تھی اور بسنت علی خان بھی وہان موجود تھا مختار الدولہ کی منشا ایسی پائی گئی تھی کہ کوئی اور مہمان نہ رہے اسلیے صرف یہ تین شخص اور کچھ خدمتگار اُس جلسے مین رہے وہ ساغر کا رنگ جما اس تہ خانے مین فوارے جاری تھے اور ایک حوض پانی سے

بھرا ہوا تھا مختار الدولہ سفید باریک کُرتا پہنے تھے دونون پانون حوض مین ڈالدیے
یوسف خواجہ سرا کہ نہایت حسین تھا اور شجاع الدولہ کا منظور نظر تھا پانون ملنے
کے لیے بُلالیا گیا۔ ایک گھڑی نگذری تھی کہ ایک چوبدار آیا اور بسنت علی خان سے
کہنے لگا کہ خوان تیار ہین مختار الدولہ کو اُس کا یون بے حجابانہ چلے آنا ناگوار گذرا
ناراض ہوے اور کہا کہ یہ کونسا وقت دسترخوان لگانے کا ہے بسنت علی خان نے
عذر کیا جب دوپہر ہوئی مختار الدولہ نے خدمتگارون کو بھی رخصت کرکے ارادۂ
خواب آخرت فرمایا یہان تک کہ کوئی پاس نرہا شراب کی زیادتی کی وجہ سے مدہوش
تھے اور بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خدمتگارون کو رخصت کردیا
تھا اور بعض موجود تھے یا یہ ہو کہ تہ خانے کے دروازے پر بعض خدمتگار حاضر
رہے ہون اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ روایت صحیح ہے کہ تہ خانے مین آنے
سے پہلے کھانے سے فارغ ہوچکے تھے۔ بعض اقربائے مختار الدولہ مؤلف سیر المتاخرین
سے کہتے تھے کہ شراب مین زہر ملایا تھا اگر نہ مارتے تو بھی زہر سے مرجاتے۔ شیو پرشاد
نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ جب وہ سوگئے تو راجہ جھاؤلال کے مغلون نے
بسنت علی خان کے ایما سے چھری سے کام تمام کردیا اور سیر المتاخرین مین ہے
کہ میر مُراد علی اور اُسکے بھائی نے مع دو تین اور ہمراہیون کے مُنکر ونکیر کی صورت
تہ خانے مین آنکر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا تاریخ تیموریہ اور تاریخ شاہیہ مین ذرا اس کو
تفصیل سے لکھا ہے کہ مختار الدولہ کے قتل سے پہلے بسنت علی خان نے بناوٹ
سے اپنے آپکو بدمست قرار دیا اور اُبکائیان لیتا اور قے کرتا باہر نکل گیا اُس وقت
سات آدمی جو تہ خانے کے دروازے پر منتظر کھڑے تھے اندر آنے لگے مختار الدولہ

اُنکے بے طاب اور مُسلح آنے سے کسی قدر مستی سے ہوش مین آگئے اور زور سے کہا
کہ ہان ابکوئی ہے''، وہان کون تھا کہ اُنکی مدد کو پہونچتا یا ایسی سختی مین اُن کا سپر بنتا
اور تاریخ شاہیہ مین پانچ آدمیون کا قتل کے لیے آنا لکھا ہے اُنمین سے میر فضل علی
اور میر طلب علی اندر آگئے تھے اور باقی تین آدمی باہر کھڑے رہے تھے مختار الدولہ
سمجھ گئے کہ یہ مجھے قتل کرنے کو آئے ہین اپنی جگہ سے دروازے کی طرف لپکے میر فضل علی
نے دوڑ کر پہلو مین کٹار ماری مختار الدولہ نے دونون ہاتھ اُس کی کمر مین
ڈالکر پکڑ لیا اور ایسے کودے کہ دونون حوض مین جا پڑے لیکن اُن کا کام کٹار
سے تمام ہو چکا تھا پھر میر طلب علی نے پہونچکر چند پیش قبض مارے اُنکی جان نکل گئی
سر کاٹ کر زمین پر ڈالدیا یہ واقعہ ۲۰ صفر ۱۱۸۹ھ ہجری یوم چہار شنبے کو مقام
اٹاوہ مین ظہور مین آیا تھا ایک سال ۲ ماہ ۸ دن کار نیابت انجام دیا میر محمد یعقوب
نے اس سانحہ کی تاریخ کیا مزہ دار موزون کی ہے ؎

قتل مردے شود نامردے

کسی اور شخص نے اُن کے مقتول ہونے کی تاریخ تعمیہ کے ساتھ یون نظم
کی ہے۔

مرتضےٰ خان شہید اکبر شد — از جفائے سپہر گردان شوم
سر قاتل گرفتہ ہاتف گفت — بہر تاریخ سید مظلوم

بعض خدمتگار جو حاضر تھے قتل کے خوف سے جان بچا کر نکل گئے اور خیمے مین
خبر پہونچائی بسنت علی خان خواجہ سرا مع دو تین کمپنی کے تیار و مسلح آصف الدولہ
کے پاس آیا اور اپنی فوج کو مع توپخانہ تیار کر آیا تھا منشا اُسکی یہ تھی کہ نواب کو

قتل کرکے سعادت علی خان کو اُن کا قائم مقام کردے محافظون نے کمپنیو ن کو
روک لیا اُسے تنہا جانے دیا جاسوسون نے پہلے سے نواب کو خبر کردی تھی کہ یہ واقعہ
گذرا ہے اور بسنت علی خان ادھر آرہا ہے وہ نہایت پریشان ہوے دربانون نے
اُسے روک کر نواب کو اطلاع کی تو اُنھون نے تنہا بلایا بسنت علی خان اُس وقت
نشے مین اپنے آپ سے بھی بے خبر تھا اور تدبیر کار سے غافل۔ شمشیر برہنہ در دست
عین نشے مین آکر تسلیم مبارکباد عرض کی کہ حضور کے دشمن کو حسب الحکم قتل کیا۔
آصف الدولہ بے حد مسرور ہوئے۔ مگر ظاہرداری کے واسطے تاکہ مخلوق مین مطعون
نہون غضب آلودہ ہو کر کہا کہ اے نمک حرام! تو نے یہ کیا غضب کیا تجھکو کس نے
اجازت دی تھی؟ بسنت علی خان نے نواب کا مزاج برہم دیکھ کر عرض کیا کہ راجہ
جھاؤلال کے فلان ہمراہی نے اُس بے گنہ کو مار ڈالا ہے اور تاریخ مظفری مین
لکھا ہے کہ بسنت علی خان نے یہ جواب دیا کہ کسی کے حکم پر کیا موقوف تھا جبکہ اُس کو
آقا کا دشمن پایا مار ڈالا۔ سیر المتاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ بسنت علی خان کو
شمشیر بکف دیکھ کر آصف الدولہ نے اپنی جان کے خوف سے کہا کہ یا شمشیر برہنہ کیون آتا
ہے کیا میرا ارادہ رکھتا ہے وہ بغلین جھانکنے لگا اور دیکھا کہ راجہ نواز سنگھ اور
خانی خان اور چند اشخاص نواب کے پاس مسلح کھڑے ہین وقت ہاتھ سے
جاچکا تھا عرض کیا کہ کیا مجال کہ نمک حرامی کرون آصف الدولہ نے فرمایا کہ
تلوار پھینکدے اُسنے دور ڈالدی جب نہتا ہو گیا تو آصف الدولہ نے لوگون کو

ف ۱ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

ف ۲ دیکھو فرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد ۱۲

ارادہ کیا کہ اس کو قتل کر ڈالیں اور خود بھی اپنے ہاتھ کا تنچہ اُس پر خالی کیا
از سنگھ اور ہولاس سنگھ اور موتی سنگھ وغیرہ مردم حضوری نے جو بسنت سے
دشمنی رکھتے تھے فوراً تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور سر تن سے اُڑا دیا اور قتل کرنے
کے بعد گالیاں دے کر پاپوش کاری بھی کی اور نواب وزیر فوراً اُٹھ کر خیمے کے
بالاخانے پر جسپر کبوتر خانہ تھا پہونچے۔ خواجہ غلام محمد خان عرف بڑے مرزا جو
بسنت علی خان کا بھانجا مشہور تھا اور بعض نے چچا یا خالو بتایا ہے اکثر دربار
مین آیا کرتا تھا قضارا اُس وقت بھی آن پہونچا اور بسنت علی خان کو مقتول دیکھ کر
متحیر اور غضبناک ہوا ا درنیچہ جو کمر مین تھا میان سے نکالکر نواز سنگھ کی کمر مین مارا
اگر پٹکا نہ بندھا ہوتا تو دو ٹکڑے ہو جاتے غلام علی خان جو غچا غچ کے نام سے
مشہور تھا اور اُس زمانے مین نواب کا مورد کرم تھا تلوار میان سے نکالکر خواجہ غلام محمد
کے سامنے آیا خواجہ نے اُسکے تلوار ماری وہ بھاگ نکلا نواب کے سب آدمی بھاگنے
لگے وہ بالاخانے پر پہونچا۔ خانی خان بھی تلوار اور ڈھال لے کر سامنے آیا اور
کہا کہ ارادہ کیا ہے جس راستے سے آیا ہے اُدھر ہی چلا جا اور نواب مطلق اپنی جگہ
سے حرکت نکرکے خواجہ سے بولے کہ کیون کھڑا ہے اُسنے عرض کیا کہ پاس نمک رکھتا
ہون ورنہ ہندوستان کو بے چراغ کر دیتا فرمایا کہ چلا جا عرض کیا کہ اس شرط سے
جاؤن گا کہ کوئی مجھ سے متعرض نہو یہان سے آبرو کے ساتھ نکل جاؤن فرمایا کہ
نواب مرحوم کی روح کی قسم کوئی تجھ سے متعرض نکرے گا وہ آداب بجالا کر باہر نکلا
جوتے بھول گیا تھا لوٹا اور جوتے پہنکر چلا گیا۔ جب بڑے مرزا کے بالاخانے سے
نیچے اُترا توچہ کی کے خاص پر دارون نے چاہا کہ بندوقون پر دھر لین نواب نے

فرمایا کہ ہمنے اس کو پناہ دی ہے۔ تاریخ مظفری مین ہے کہ جب بڑے مرزانے سُنا کہ
بسنت علی خان مارا گیا تو ڈھال تلوار لے کر آصف الدولہ کے ہان پہونچا اور بسنت
کی لاش کو دیکھ کر کہا کہ اس کو کس نے مارا ہے حاضرین مین سے ایک شخص غصے کے ساتھ
بولا کہ مین نے مارا ہے۔ بڑے مرزا نے اُس کو وہین مُلک عدم کو پہونچایا نواب نے
یہ حال دیکھ کر کہا کہ ہمارے سامنے سے چلا جا اُس نے عرض کیا کہ اگر کوئی مجھ سے
متعرض نکرے گا تو مجھے بھی کسی سے پرخاش نہین وزیر نے کہا کہ جا تجھ سے کسی کو
کام نہین وہ وہان سے چلا گیا۔ اور شیو پرشاد کی فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے
کہ بڑے مرزا نے نواز سنگھ کو زخمی کیا اور صحیح وسلامت دربار سے نکل کر اپنے خیمے
مین آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی جان ومال کی سلامتی سے اکبر آباد کو ایلچ خان
کے پاس چلا گیا اس عرصے مین بسنت علی خان کی پلٹنین جو نواب وزیر کے مقتول ہونے
کی منتظر تھین سراپردے تک آپہونچین۔ اور مختار الدولہ کی فوج بھی انتقام کیلیے
تیار ہو گئی اور قریب تھا کہ ان دونون فوجون مین تصادم ہو کر لشکر لٹ جائے
اس وقت لشکر مین ایک تلاطم برپا تھا بازاری اور دوکاندار اور سپاہی سردار
اپنی اپنی اشیاے نفیس اُٹھا اُٹھا کر اُفتان وخیزان چارون طرف بھاگنے لگے
سردارون کی عورتین ضیق فرصت کی وجہ سے سواری کی تیاری کی راہ ندیکھ کر
برہنہ پا خیمون سے نکل کھڑی ہوئین قریب تھا کہ بد معاش لوٹ مار شروع کردین مگر
نواب وزیر ہمّت کرکے سب کی تسلی کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر سراپردے سے باہر نکلے
انور خان خواجہ سرا جو مختار الدولہ کا نائب تھا خواصی مین تھا اول بسنت علی خان
کی سپاہ مین گئے اور افسرون کو بُلا کر اُنپر بہت مہربانی کی اور فرمایا کہ تم سرکار کے

نوکر ہو اگر دونون نمک حرام مارے گئے تو اپنے اپنے اعمال کا بدلا پا لیا تم کس واسطے
بغاوت پر آمادہ ہوتے ہو بدستور اطاعت و فرمانبرداری پر ثابت قدم رہو مین
ہر ایک شخص پر مہربانی رکھونگا اور بسنت علی خان سے زیادہ تمھارا خیال کرونگا
جب ان لوگون نے اپنے ولی نعمت کی زبان سے کلمات تسلی آمیز سُنے تو دل کو
صبر و شکیب حاصل ہوا اور کمرین کھولدین پھر نواب وزیر مختار الدولہ کی سپاہ
مین گئے اور وہان بھی افسرون کو بُلا کر دلدہی کی اور خار کُلفت و ملالت اُن
کے سینون سے نکالکر اُن کی تسکین کی لیکن چشم زدن مین دونون سرکارون
کے کارخانے اور سامان امارت لٹ کر برباد ہو گئے اور تمام قیمتی اشیا مفسد
ہاتھون ہاتھ اُڑا لے گئے۔

نوازش علی خان خواجہ سرا نے مختار الدولہ کی لاش کو تجہیز و تکفین کے بعد
آغوش لحد مین سونپا اور وہین اٹاوے سے دو کوس نکل کر اُن کا مقبرہ بنوایا۔ اور
بسنت علی خان کی فوج کے آدمیون نے اُسکی لاش کو بڑے کروفر سے اُٹھایا اور
خاک مین ملایا۔ اور کھانے تقسیم کیے۔ مختار الدولہ نے لکھنؤ مین دریاے گومتی
کے پاس جہان حسن باغ اور سیدون کا احاطہ تعمیر ہے لاکھون روپے کے مصارف سے
مظفر حسین خان کے اہتمام مین عالی شان عمارات بنوائی تھین اور سیدون کا احاطہ
اُس زمانے مین مختار الدولہ کا احاطہ مشہور تھا۔ اُن عمارات مین سے اکثر منہدم
ہو گئین اور کچھ ضبط ہو گئین۔

شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے بسنت علی خان
کا علاقہ مرزا حسن رضا خان اور راجہ جگناتھ داماد راجہ صورت سنگھ کے سپرد کر دیا

رائے پٹر چند خزانچی کہ نواب شجاع الدولہ کے عہد مین بسنت علی خان کی سپاہ کی موجودات اور بخشی گری کا کام کیا کرتا تھا اس کو راجہ جھاؤلال نے بسنت علیخان کی حیات مین ہزارون بے حرمتی اور ذلت کے ساتھ قید کردیا تھا اب اُس سے جھاؤلال نے مختار الدولہ اور بسنت علی خان کا تمام مال و اسباب وصول کرکے قید سے رہا کردیا مگر ابھی منالال دیوان بسنت علی خان قید مین ہے لالہ عالم چند کہ دیوان کا پیشکار ہے اُس طوفان بے تمیزی سے رہائی پاکر کیمپ مین پہونچ گیا۔

سعادت علیخان کا بدنامی اُٹھاکر نجف خان ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا جانا

جب نواب سعادت علی خان کو یہ حال معلوم ہوا کہ مختار الدولہ مارے گئے اور بسنت علیخان وزیر الممالک کو قتل کرنے کو گیا ہے تو اس نوید کے سُنتے ہی بے تامل اپنے خیمے سے روانہ ہوے اُمراؤگر کے کیمپ تک پہونچے تھے کہ علامہ تفضل حسین خان مل گئے اور اُنھون نے بسنت علی خان کے بھی مقتول ہونے کی خبر سُنائی اور کہا کہ لشکری اس خونریزی کا واقع ہونا آپکے اشارے سے مشہور کرتے ہین سعادت علی خان اس خبر سے پریشان اور اندیشہ مند ہوے اور سوچے کہ کیا کرین مُفت بدنام ہوے نہ آصف الدولہ سے مقابلے کا مقدور تھا نہ یارائے قیام تھا لاچار ہوکر اُسی دم امراؤگر گوشائین کے خیمے مین پہونچکر اُس سے مدد چاہی سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ سعادت علی خان نے گوشائین سے یہ بھی کہا کہ اگر تم حمایت کرو اور میرے بھائی کو مسند سے اُٹھاکر مجکو مسند آرا کرو تم تمھین بڑے مرتبے پر پہونچادون اور تاریخ تیموریہ مین کہا ہے کہ نواب

سعادت علی خان نے گوشائین کو یہ کہا کہ اگر تم اپنے لگلے وعدے پر قائم رہو تو جو کچھ دل
مین ٹھہرائی ہوئی ہے وہ بات ابھی ظہور مین آسکتی ہے گوشائین نے جواب دیا کہ
ہم سب بسنت علی خان سے قوی دل تھے اُسکی مدد سے اس کام پر آمادہ ہوے تھے
اُس کے مارے جانے سے شیرازۂ استقامت بکھر گیا کسی کا دل مطمئن نہین ہر اک اپنے
کام مین حیران ہے پس دوسرے کی کوئی کیا مدد کر سکتا ہے ہرکارہاے اخبار نے یہ خبر
نواب آصف الدولہ تک پہونچائی وہ جلد سوار ہوکر اُمراؤگر کے خیمے مین آئے اور
سعادت علی خان کے یہان آنے کا سبب دریافت کیا گوشائین نے سخن سازی کی راہ
سے قسم کھائی اور کہا کہ مجکو کسی طرح حضور کے ساتھ دغا منظور نہین آخرکار نواب
آصف الدولہ وہان سے اُٹھ کر جان برسٹو صاحب کے خیمے مین چلے گئے اور مختار الدولہ
کے قتل کے بارے مین کلمات حسرت آمیز کہنے لگے جان برسٹو صاحب نے بھی بہت افسوس
کیا جس وقت نواب آصف الدولہ نے رزیڈنٹ کے خیمے کی طرف رُخ کیا گوشائین نے
سعادت علی خان سے کہا کہ اس وقت آپکی حمایت کرنا انگریزون سے جنگ مول لینا
ہے بہتر یہ ہے کہ آپ یہان سے تشریف لے جائین نواب وزیر بھی آپکی طرف سے بدگمان
ہین اُس وقت سعادت علی خان نے اُس کی کمر مین ہاتھ ڈالکر کہا کہ اگر تمکو حمایت سے
گریز ہے تو مجکو کسی طرف حفاظت کے ساتھ پہونچادو گوشائین نے کہا کہ یہ بات بھی
ہو نہین سکتی مگر مین آپ کو ایک گھوڑی ایسی دیتا ہون جو سوکوس راہ طے کر سکتی ہے
اور اس وقت سپاہ کا بلوا ہے کوئی کسی کی خبر نہین رکھتا اُس پر سوار ہوکر جدھر
جی چاہے نکل جائیے کہ اس ہلّڑ کے مٹ جانے کے بعد البتہ نواب وزیر آپ کے ساتھ
بدی کرینگے نواب سعادت علی خان اُس گھوڑی پر سوار ہوکر گھبراکر اُس تہلکے سے اکبرآباد

کی طرف چلے گئے اُنکے ساتھ علامہ تفضل حسین خان اور انکا بھائی رحمت اللہ خان
اور دو تین پرانے نواب کے نوکر جنھون نے ایسے وقت مین بھی ساتھ نہین چھوڑا تھا
اور مختار الدولہ کے چند قاتل تھے۔ بڑی کوشش کے ساتھ کڑی کڑی منزلین طے کرنیلگے
راستہ بھول گئے گنوارون نے فتحپور کے پاس اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا راہ بھولکر
مرزا سعادت علی خان گوہد کے علاقے مین پہونچے تفضل حسین خان کو میر مظہر علی خان
سے رابطۂ اتحاد تھا اور یہ شخص رانا چتر سنگھ کی سرکار مین بڑا اقتدار رکھتا تھا اسوجہ
سے گوہد کے علاقے مین تھوڑی دیر آرام کیا اور تفضل حسین خان نے میر مظہر علیخان کو
مرزا کے آنے سے خبر دی اُس نے فتوت کے اقتضا سے رانا کو خاطر داری و مہمانی پر
آمادہ کیا رانا اندھیری رات مین چند رفیقون کو ساتھ لے کر وہان آیا اور مراسم دلجوئی
وخاطر و مدارات کے ادا کیے اور قلعہ گوہد مین لے گیا اور مناسب وقت پیشکش گذرانا
نواب سعادت علیخان کو رانا کے حسن سلوک سے بہت تسلّی حاصل ہوئی اور چند روز
یہان رہ کر کلفت سفر مٹا کر امیر الامرا ذوالفقار الدولہ نجف خان کے ملک کو
جانے کا ارادہ کیا رانا نے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا اور اپنی کچھ فوج
حفاظت و رہبری کے لیے ہمراہ کر دی جس نے ان کو امیر الامرا کی سرحد تک پہونچا
دیا۔ جب کہ ایلچ خان کو سعادت علی خان کے اکبر آباد کے قریب پہونچنے کی خبر
ہوئی تو گھوڑے ہاتھی پالکی اور دوسرے سامان امارت ایک دو منزل پر بھیج کر
باوجود علالت کے استقبال کر کے کپڑون کے خوان اور گھوڑے ہاتھی اور اشرفیان
اور روپے نذر کیے اور بہت سامان مرزا کے پاس مقرر کر دیا اور بڑی خاطر داری
کی۔ چند روز مرزا اکبر آباد مین رہے اور مدار الدولہ کی بیٹی سے جو شجاع الدولہ کی

زندگی سے اُنکے ساتھ منسوب تھی نکاح کیا اور اسکے بعد ذوالفقارالدولہ کے پاس چلے گئے۔ سیرالمتاخرین مین لکھاہے کہ ذوالفقارالدولہ نے مرزا کے قریب پہونچنے کی خبر سُن کر استقبال کیا اور کمال عزت کی کپڑون اور جواہر کے خوان اور گھوڑے ہاتھی دیے اور دلجوئی کرنے لگا اور آمد و رفت مین بہت سا پاس ادب کرتا اکثر خود جاکر ملاقات کرتا سعادت علی خان کے تکلیف کھینچنے کا روادار نہ تھا۔ اگر اتفاقاً مرزا سعادت علی خان اُس کے قیام گاہ پر چلے جاتے تو دروازے تک استقبال کرکے اپنی مسند پر بٹھاتا اور خود مؤدب نیچے بیٹھتا۔

شیو پرشاد نے فرح بخش مین بیان کیاہے کہ نجف خان نے یہ تجویز کی کہ وزارت کی نیابت سعادت علی خان کے لیے اور غسل خانے کی داروغگی مدارالدولہ کے لیے اور خانساما نی کی خدمت کرم قلی خان بن منیرالدولہ کے لیے مقرر ہو۔ ایک دن سعادت علی خان اکبرآباد مین اپنی ناکامیابی سے خفا ہوکر دریاے جمنا سے عبور کرکے شاہ درے مین جا اُترے اور ارادہ کیا کہ فوج جمع کرکے بریلی وغیرہ اقطاع روہیلکھنڈ پر قبضہ کرین ذوالفقارالدولہ نے اُنکے مزاج کی ناخوشی پر مطلع ہوکر کرم قلی خان کو بھیجکر سعادت علی خان کو سمجھاکر لوٹایا اور راضی وخوش دل کرلیا اور بیانہ وغیرہ تین محال اُنکی جاگیر مین مقرر کردیے اور دو پلٹنین کہ مقابلہ کرنیل مار کرسے کوڑے اور اٹاوے کی طرف سے بھاگ آئی تھین وہ سعادت علی خان کے سپرد کردین اور آصف الدولہ کو تحریر کیا کہ شجاع الدولہ کے عہد سے اقطاع روہیلکھنڈ سعادت علیخان کے تحت حکومت ہین مناسب یہ ہے کہ آپ بدستور وہ ملک مرزا کے سپرد کردین اگر آپ تعویق واغماض کرینگے تو مرزا بارادۂ ناصواب کوئی حرکت کرینگے آصف الدولہ

نے یہ تحریر دیکھکر ایلچ خان کو جو آصف الدولہ کے پاس لکھنو پہونچکر نیابت کا کام
کرنے لگا تھا طلب کرکے اُس سے مشورہ کیا اور دریافت کیا کہ سعادت علیخان کے باب
مین کیا کیا جائے اور اس کو ہدایت کی کہ جان برسٹو صاحب پر یہ امر ظاہر کرکے
اُن سے درخواست کرے کہ وہ اس کا تصفیہ کردین تاکہ فتنۂ خانگی خاموش رہے
ایلچ خان جان برسٹو کے پاس گیا اور اُس سے صلاح کی تو اُس نے کہا کہ چند پرگنے
سعادت علی خان کی جاگیر مین دیدیے جائین اور نواب بہادر اور مرزا جنگلی کو
اُنکے پاس بھیجکر منالیا جائے۔

آصف الدولہ کی کاہلی وعیاشی سے تمام ملکی اور جنگی کامون مین فتور پیدا ہوجانا رزیڈنٹ کا ہر ایک جزوی وکلی چیز پر حاوی ہوکر سلطنت کو سر اُٹھانے کے قابل نہ چھوڑنا

یہ سفر آصف الدولہ نے بڑی نامبارک ساعت مین کیا تھا کہ سپاہ کے بلوون سے
بڑے بڑے رنج اُٹھائے اور اُنکی قوت کو عظیم الشان صدمہ پہونچا مگر اُنھین سمجھ کہان
تھی کہ اس حالت پر اُن کو افسوس آتا اور تدارک پر متوجہ ہوتے بلکہ اُنھون نے
سپاہ کو اور کمزور کرنا چاہا۔

مختار الدولہ کے مارے جانے کے بعد بیٹر چند کو نواب کے مزاج مین دخل ورسوخ
پیدا ہوگیا۔ اُسکے مشورے سے نواب وزیر نے مختار الدولہ کے وقت کے تمام امتیازی

آدمیون کو موقوف کر دیا اور شجاع الدولہ کے وقت کے لشکر کے پرانے نوکروں مین سے بھی بہت سے لوگون کو برطرف کر دیا اور اکثرون کے لیے یہ مقرر کیا کہ سال مین بارہ مہینون کی جگہ آٹھ ماہ کی تنخواہ ان کو ملا کرے اور بعض کی تنخواہ سال بھر مین دس ماہ کی رکھی باقی سرکار مین بچت قرار دی چنانچہ مرتضیٰ خان بریچ کے رسالے کے نصف آدمیون کو الگ کر کے بڑی کوشش سے نصف کو باقی رکھا۔ شاگرد پیشہ مثلاً فراش۔ خدمتگار۔ چوبدار وغیرہ بھی ایک چوتھائی موقوف ہوے اور جس قدر باقی رہے تھے اُنکی تنخواہ بھی عالم بالا پر تھی بھوکون مرتے تھے۔ ہر ایک شخص تنخواہ کے لیے داد بیداد کرتا پھرتا تھا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا۔ بلکہ جو لوگ نئے سرداری کے مرتبون کو پہونچے تھے وہ طعن وتشنیع سے زخمون پر نمک چھڑکتے تھے جو رسالہ دار ایسے تھے کہ انگریزون کی حمایت اُن کو حاصل تھی تو اُن کی تنخواہ مل جاتی تھی مگر یہان یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ زر نقد کے توڑے اُن کو پر کھائے جاتے تھے بلکہ وہ اس طرح ملتی تھی کہ سرکاری کپڑے اور پرانے دُھرانے تانبے کے برتن اور دوسری قابل نیلام چیزین اُن کو تنخواہ کے عوض مین دی جاتی تھین اور یہ مال سو کا ہوتا تو ہزار مین کوت کر دیا جاتا۔ اس وقت نواب کی سپاہ کی حیثیت بے حد خراب تھی اور جس کسی کو بھی ذرا سا تعلق ملازمت سے تھا اُسکی حالت روز محشر کے مجرم سے کم نہ تھی کوئی کسی کی دردمندی کی فکر نہین کرتا تھا اور نہ کسی مستمند کی فریاد سُنتا تھا جاگیرداران قدیم کی جاگیرین ضبط کر لین یہان تک کہ بیگمات کی جاگیر پر بھی ہاتھ صاف کیا اس زمانے مین مزے مین وہ تلنگے تھے جو ایک زمانے مین دال روٹی کو بھی ترستے تھے صاحبزادگی کی حالت مین نواب کی اردلی مین رہنے اور ناگفتہ بہ

کاموں کے مرتکب ہونے نے اُن کو اُن کے حوصلوں سے زیادہ نواب کے ہاتھ سے رتبوں پر پہونچا دیا۔ نواب شجاع الدولہ کے رشتہ دار جو صاحب غیرت و حمایت تھے ان اراذل واوباش کے پیش ہو جانے سے اپنے منصبوں سے گر کر حاضر باشی سے بھی محروم تھے۔ مختار الدولہ کے رشتہ دار جو اُن کی زندگی مین کسی کو اپنا ہم پلّہ نہین جانتے تھے اِس کبر و نخوت کے مکانات مین اِس وقت اتنے درجہ اعتبار سے گرے کہ بعضے معزول ہوے بعضے قید ہوے بعضے جلا وطن ہو کر در بدر پھرنے لگے اُن کے دوسرے متوسلون کی بھی بے حد ناقدری تھی یا تو وہ عروج تھا یا یہ حال ہوا کہ نہایت درماندہ و عاجز ہو کر سر نہین اُٹھاتے تھے۔

جُوق جُوق سپاہی و سردار جماعت جماعت رسالہ دار و جماعہ دار مرزا نجف خان کی ترقی اقبال کا حال سُن کر اُن کے لشکر کی طرف روانہ ہونے لگے ان مین مرتضیٰ خان بڑیچ بھی تھا اور وہ بھی علی قدر مراتب قدر دانی کرنے لگے نواب کے باپ کے نوکرون کو اِنسے بہت نفاق پیدا ہو گیا نواب کو بھی یہ باتین معلوم تھین اِس لیے کسی پر اعتبار نہ رہا۔ خود آرام طلب تھے کام کرنے سے گھبراتے تھے اِسلیے تمام کام سلطنت کا جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کے ہاتھ مین دیدیا تمام مُلک کے حل و عقد کا رزیڈنٹ کو اختیار ہو گیا اُنھون نے بھی سرکار کمپنی کی خیر خواہی کے کام کرنے کو ایسے بڑے وسیع مُلک کے معاملات مین اپنا دخل پیدا ہونا غنیمت جانا اور اُس کو لطیفۂ غیبی سمجھا برسٹو صاحب عقل کے پتلے تھے اُنھون نے آصف الدولہ کو ایسا شیشے مین اُتارا اور اُن کے مزاج مین وہ دخل پیدا کیا کہ نواب علانیہ کہا کرتے تھے کہ مسٹر جان برسٹو میری جان ہے میرا بھائی ہے میرا مالک و مختار ہے جو کچھ وہ کہے کرو۔ کل معاملات مالی و مُلکی و

انتظام افواج و آراستگی اسباب حرب و معزولی و بحالی سپاہ و کمی و بیشی محاصل معاملات مین اُن کو پورا اختیار حاصل ہو گیا آئے تو تھے رزیڈنٹ بنکر یہان تمام کامون کے مالک بن گئے۔

جو فوج نواب شجاع الدولہ نے انگریزی فوج کی تقلید پر بڑی کوشش اور صرف کثیر سے تیار کی تھی وہ تمام فوج جان برسٹو نے آصف الدولہ کو دو تنخواہی کے پردے مین سمجھا کر انگریزون کے ہاتھ مین دیدی اس مین کرنیل اور میجر اور کپتان سب انگریز مقرر ہوے اور تمام توپخانہ جو قواعددان فرانسیسون اور ارمنیون سے شجاع الدولہ نے تیار کرایا تھا وہ انگریزی افسرون کے ہاتھ مین آگیا تمام فرانسیس اور ارمنی افسرون کو نکال باہر کیا بلکہ ملک سے بھی خارج کردیا۔

امراؤگر سے نواب کو بدگمانی تھی اُس سے صاف نہ تھے اس لیے اُسکو تمام سپاہ ہمراہی کے موقوف کرنے کا حکم دیا اُس نے جو دیکھا کہ نواب کسی طرح اُس کے حال پر متوجہ نہین ہوتے نئے نئے آدمی پیش ہوکر خود نواب کے ہاتھ سے اُن کی سلطنت کی چولین ڈھیلی کرائے دیتے ہین اور وہ اس فعل سے بڑے خوش ہین اور ایسے صلاح کارون کو اپنا دوست صادق جانتے ہین تو مجبور ہوکر اُس نے نواب کی رفاقت سے پہلوتہی کی اور اپنی تمام سپاہ ساتھ لے کر اکبرآباد کا عزم کیا اتفاقاً اثناے راہ مین اُسکا گذر وہان ہوا جہان بیرچند کے عیال واطفال مُقیم تھے امراؤگر نے ان تمام لوگون کو اور اُسکے مختار کار اُتم چند کو قید کرکے ساتھ لیا جب یہ خبر بیرچند کو پہونچی تو بہت پریشان ہوا نواب کے قدمون پر سر رکھ کر زار زار رونے لگا اور مُدّت تک حضور مین اظہار دردمندی کرتا رہا اور بہت سی سفارشین امراؤگر کے پاس پہونچائین اُس نے یہی جواب دیا

کہ میری تمام سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ کوڑی کوڑی جب تک یہان نہ آجائے گی کبھی رہا نہ کرون گا بٹرچند نے جب دیکھا کہ سب روپے پہونچائے اہل وعیال کی رہائی ناممکن ہے تو اُسکے رسالے کی تمام وکمال تنخواہ بھجوائی اور ہزارون بار خوشامد کی تب اُسکے متعلقین گوشائین کے ہاتھ سے رہا ہوے۔ یہ تمام واقعات چکلہ کوڑہ کے مقام پر ظہور مین آئے تھے۔

ایلچ خان کا آصف الدولہ کے پاس آجانا اور مختار الدولہ کی جگہ مُقرّر ہونا

مختار الدولہ کے مارے جانے کے بعد نواب وزیر نے چاہا کہ مُہر نیابت اقتدار الدولہ سید محمد خان برادر کلان مختار الدولہ یا سید معز خان اُن کے منجھلے بھائی کے تفویض کرین مگر انھون نے قبول نہ کیا اِس عرصے مین انور علی خان خواجہ سرا جسکا اخبار الدولہ خطاب تھا اُمور نیابت کو سرانجام دیتا تھا کچھ دنون کے بعد مہر نیابت سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان کے سپرد ہوئی لیکن یہ حرف ناآشنا تھے معاملہ فہمی کی قوت نہ تھی اس لیے انگریزون نے اِس بھاری عہدہ پر انکا تقرر تسلیم کرنے مین تامل کیا جبکہ کوئی نیابت کے لائق نہ پایا گیا تو ایرج خان کا ذکر ہوا جو شجاع الدولہ کے مرنے کے بعد مختار الدولہ کی معاندت کی وجہ سے خلعت وزارت لانے کے بہانے سے نکل گیا تھا اور برس دن سے اکبر آباد مین تھا مرزا نجف خان کی طرف سے یہان کا صوبہ دار تھا اُس زمانے مین نجف خان اِس خیال سے کہ ایرج خان کے پاس پچاس لاکھ روپیہ ہے اُس سے لے لیا جائے ڈیگ سے اکبر آباد کی طرف آرہا تھا۔ سعادت علی خان اُس کے ساتھ تھے ابھی منزل مقصود تک

نہ پہونچا تھا کہ آصف الدولہ نے دلجوئی کے مضامین کے پروانے ایلچ خان کے پاس بھیجے
اگرچہ یہ شخص اکبرآباد سے چلا جانا خدا سے چاہتا تھا کیونکہ نجف خان کے روپیہ طلب کرنے
سے کہ وہ ہمیشہ اُس سے مانگتا رہتا تھا تنگ آگیا تھا مگر اُس کو آصف الدولہ کی تحریر پر
اعتماد نہ تھا[۱] - مسٹر جان برسٹو سے حفظ آبرو کا وعدہ چاہا جب اُن کی تحریر پہونچی
تو غنیمت جانکر ۲۹ ربیع الاول ۱۱۹۰ ہجری کو مع عیال و اطفال او رسامان اور
مرتضےٰ خان بڑیچ اور محمد بشیر خان کے اکبرآباد سے بے اطلاع اور مشورہ ذوالفقار الدولہ
محمد نجف خان کے نکل کر رات کو شاہدرے مین ٹھہرا صبح کو وہان سے کوچ کرکے لمبی لمبی
منزلین طے کرتا ہوا فیروزآباد اور شکوہ آباد کی راہ سے نبی گنج کے پاس پہونچکر نواب
مظفر جنگ والی فرخ آباد کو پیام دیا کہ دریاے گنگا کا پُل بلا توقف تیار کردین نواب
نے جواب مین لکھا کہ گھاٹون اور کشتیون پر انگریزون کا اختیار ہے یہان سے
متعلق نہین اس لیے ایلچ خان قنوج کے پاس سرائے میران پور کے نزدیک مقیم ہوا اور
گنگا کو عبور کرنے کے لیے جنرل اسٹیبٹ رستم جنگ کو لکھا اُس نے جواب دیا کہ اجتماع اور
انبوہ لشکر کی ضرورت نہین سپاہ کو دور کرکے جریدہ اُتر کر چلے آئین - ایلچ خان کے ساتھ
جمیعت زیادہ تھی اُس نے آصف الدولہ کو لکھا کہ غلام بموجب طلبی حضور سے
دس ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ قنوج مین پہونچ گیا ہے جنرل صاحب نہین اُترنے
دیتے اُترنے کا اُمیدوار ہے نواب آصف الدولہ نے ایلچ خان کی استدعا کے بموجب
ایک خط جنرل صاحب کو لکھا کہ محمد ایلچ خان اور مرتضیٰ خان بڑیچ میری طلبی سے آتے
ہین ان کو عبور کی اجازت دیدی جائے اور محمد بشیر خان کو نہ اُترنے دیا جائے آخر الامر

[۱] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

محمد ایلچ خان اور مرتضے خان بڑیچ نے آصف الدولہ کی تحریر اور جنرل صاحب کے ایما سے زیادہ سپاہ کو برطرف کرکے پانسو جوانون کے ساتھ ۱۱ ربیع الثانی کو گنگا کے گھاٹ نانامئو پر نگینہ کے پاس عبور کیا اور وہان سے موہان پہونچکر متواتر عرضیان ارادت اور عقیدت کی متضمن وزیر کے حضور مین بھیجین نواب نے فرط کرم اور نوازش سے مرزا احسن رضا خان داروغۂ دیوانخانہ کو استقبال کے لیے بھیجا مرزا نے بموجب ارشاد کے استقبال کیا اور ایلچ خان کی تسلی وتشفی کرکے ۳۰ ربیع الثانی ۱۱۹۰ہجری کو سہ شنبہ کے دن نواب آصف الدولہ کی ملازمت کرائی۔ نواب نے بڑی قدردانی کی اور خلعت ہفت پارچہ اور پالکی جھالردار اور ہاتھی اور گھوڑا ایلچ خان کو عطا کیا۔ اور خلعت پنج پارچہ اور پالکی سادہ اُسکے پسر متبنے غلام نبی خان کو دی اور ۲۲ ماہ مذکور کو خلعت نیابت ومختاری اُمورات جزو کل کا ایلچ خان کو عنایت کیا۔ اور اُسکی پیش دستی مین مرزا احسن رضا خان مامور ہوے نواب نے تمام رسالہ دارون اور حاکمون اور سردارون پر تاکید کردی کہ ایلچ خان کو نائب کل تصور کرکے کاغذات مالی وملکی اُس کے پاس بھیجتے رہین جو کوئی اُس کے حکم سے خلاف ورزی کریگا اُس کے حق مین بہتر نہوگا۔ ایلچ خان نے اپنی کمان چڑھی ہوئی دیکھکر الہ آباد سے سید معز خان کو علیحدہ کرکے حبیب رلے کو وہان مقرر کیا اور بہرائچ واعظم گڑھ کی حکومت سید محمد خان سے نکالکر بسنتی رام کو دی یہ دونون مختار الدولہ کے بھائی تھے اور مالیسی وغیرہ کے محالات پر سیتارام کو مقرر کیا اور سانڈی پالی کا علاقہ غلام نبی خان کے تفویض کیا اور اودھ کے تعلقے پر الماس علی خان کو قائم کیا اور کوڑے کی خدمت میر سلیمان کو جو نواب قاسم علیخان عالیجاہ والی بنگالہ کا خانسامان تھا دی۔ جبکہ مختار الدولہ کے

بھائیون کو محمد ایلچ خان نے علٰحدہ کرنا چاہا تو جان برسٹو صاحب نے اُن کی طرفداری کرکے کہا کہ خان مقتول کے بھائیون کو اپنی اپنی جگہ بدستور سابق بحال رکھو ایلچ خان نے جواب دیا کہ عزل ونصب عمال مین دخل دینا صلاح دولت نہین۔ ایرج خان نے براوران مختار الدولہ کے ساتھ صرف معزولی ہی تک بس نہین کیا بلکہ اُنکے ساتھ بلا قصور نہایت سخت برتاؤ کیا یہانتک کہ اقتدار الدولہ کو دھوپ مین بٹھایا۔ اور کانون مین زنبور لٹکا کر طالب محاسبہ ہوا اور آب ودانہ اور بول وبراز مسدود کیا اور سپاہ سلطنت کی بہت تخفیف کی۔

شیدی بشیر کا باقی حال

ایلچ خان نے آصف الدولہ کے پاس پہونچ کر ظاہر مین تو شیدی بشیر خان کے عفو قصور کی درخواست کی اور در پردہ نواب کے مزاج کو اُس کی طرف سے اور مکدر کر دیا اور آصف الدولہ سے اس مضمون کا ایک شقہ لکھا کر کہ ہمارے پاس حاضر ہونے کا ارادہ موقوف کرکے جہان دل ہو چلا جائے بشیر خان کے پاس بھجوا دیا مشارٌالیہ آصف الدولہ کی عنایات اور ایلچ خان کی شوم طبعی سے مایوس ہو کر مکن پور سے کوٹا اٹاوہ گیا وہان ٹھہرنا مناسب نہ جانکر فیروز آباد کو راجہ ہمت گر کے پاس چلا گیا جس سے پہلے سے دوستی رکھتا تھا اور وہین قیام اختیار کر لیا۔ گیان پرکاش مین لکھا ہے کہ آخرکار بشیر خان نابینا ہو گیا تھا۔

امام بخش غلام بچہ اور اُس کا اقتدار

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ کسی کا ایک غلام بچہ امام بخش نام نہایت بد آغاز و نافرجام

تھا۔ آصف الدولہ کے عہد طفلی مین اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کر آصف الدولہ کے پاس پہونچا اور مقرب ہوا۔ شجاع الدولہ نے اُس کے شر و فساد پر مطلع ہو کر مدتون قید رکھا اور عرصۂ دراز کے بعد رفقاے عزیز کی سفارش سے رہا کر کے اخراج کا حکم دیا تھا وہ مخفی پرگنہ ٹانڈہ کے نواح مین رہتا تھا اور اپنی اقامت کی خبر آصف الدولہ کو دیا کرتا تھا فیض بخش فرح بخش مین لکھتا ہے کہ شجاع الدولہ نے اسکو دائم الحبس کر کے قصبۂ ٹانڈہ مین رکھا تھا آصف الدولہ نے شجاع الدولہ کے مرتے ہی طلبی کا پروانہ اُس کے نام صادر فرمایا مختار الدولہ اور بسنت علی خان کے مقتول ہونے کے بعد وہی غلام بچہ تمام فوج ملازم سرکار آصف الدولہ کا جس مین قریب تیس چالیس ہزار تلنگے اور چار پانچ ہزار ترک سوار تھے جنرل ہوا۔ مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ اُس غلام بچے کی مجھ سے مکرر ملاقات ہوئی اور مین نے اُسکی بات چیت سُنی خدا جانتا ہے کہ نہایت پاجی اور صورت و سیرت مین جملہ مخلوق سے بدتر تھا۔ دو روپیہ ماہوار نوکری کی بھی لیاقت اپنے فسادات ذاتی کی وجہ سے نرکھتا تھا وہ تو اس لائق بھی نہ تھا کہ لشکر مین بھنگ فروشی کی دوکان کرتا حسن رضا خان نائب باوجود تمام اقتدار کے اس ملعون سے ڈرتا رہتا تھا۔ فیض بخش نے بھی اسکو شوریدہ پشت بد مزاج اور مغرور بتایا ہے۔ مگر تھوڑے دنون کے بعد آصف الدولہ کی طبیعت اُس کی مصاحبت سے سیر ہو گئی نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ اپنے مُلک سے خارج کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی اُسے جگہ یا سواری کو جانور دے گا تو اُسکا مال و اسباب ضبط کیا جائے گا وہ بد انجام برہنہ پا ملک و شہر سے بدر ہوا۔ تاریخ مظفری مین ذکر کیا ہے کہ وہ عظیم آباد کو چلا گیا چونکہ آدمیون نے اُس کو شان و شوکت کے ساتھ دیکھا تھا اُس نے لوگون پر یہ بات ظاہر کی کہ شجاع الدولہ کا بیٹا ہون اس وجہ سے

اُس کی عزت ہونے لگی اور اُس نے زبان آوری کی قوت سے لوگون کا ایک مجمع اپنے پاس کرکے سرکار دربار آراستہ کرلیا اِس عرصے مین مبارز الملک سعادت علی خان خلف نواب شجاع الدولہ کلکتے سے بنارس کی طرف لوٹ رہے تھے اُنھون نے یہ خبر سُن کر عظیم آباد اور مونگیر کی راہ مین امام بخش کو اپنے پاس بُلایا وہ اُن کے پاس حاضر ہوا اور اِس بات سے اِنکار محض کیا کہ مین نے یہ دعوےٰ کیا تھا کہ شجاع الدولہ کا بیٹا ہون سعادت علی خان نے اُسکا جرم معاف کرکے چھوڑ دیا جو لوگ اُس کے پاس جمع تھے اُنھون نے یہ حال دیکھکر سارا سامان واسباب لُوٹ لیا اور وہ تباہ حال ہو گیا۔ آخر کار مفقود الخبر ہو گیا۔

آصف الدولہ کی بعض عادات کا تذکرہ

مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ مجکو مکرر آصف الدولہ کی حضوری خلوت میسر آئی ظاہرا شعور و خرد سے بے نصیب تھے نہایت درجہ صحبت اراذل اور پواج نوکر وغیرہ مصروف تھے اور بجز لہو ولعب کے کسی طرف راغب نتھے کبھی کبھی اپنے اردلی والون کی ترغیب سے بندوق بازی اور تیراندازی کرنے لگتے تھے ہر روز صبح سے دوپہر تک ایک باغ سے دوسرے باغ مین یا ایک جنگل سے دوسرے جنگل مین جاتے اور ہاتھیون کے تماشے مین بسر کرتے بعد دو تین روز کے ہمیشہ ہاتھیون کی لڑائی دیکھتے ایسے ہی مشاغل مین دن رات گذارتے تھے دوسرا کوئی کام نتھا۔ اور نوکرون کی تنخواہ دینے کے باب مین اُنکا یہ حال تھا کہ اُن کی اردلی والون کے سوا ملازمان لشکر مین سے جو کوئی تنخواہ طلب کرتا تو اُس کے دشمن ہو جاتے اور توپ سے اُڑا دینے مین نہایت بیباک تھے۔ بعض لوگ بُلوا کرکے اپنی تنخواہ لے گئے تھے۔ اُن مین سے چند آدمی آصف الدولہ کے ہاتھ لگ گئے! ول قو

کچھ دنون قید رکھے گئے۔ بعدہ اُن کو توپ سے اُڑوا دیا۔ پس تذکرۂ آبحیات مین جو نواب کو فرشتہ سیرت بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اُنکی طبیعت مین عموماً تحمل اور بے پروائی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد حسین آزاد کو تاریخ کے ان حالات پر اطلاع نہ تھی یا یہ حال اُن کا اپنی خاص مرضی والون کے ساتھ ہوگا اور دوسرے نوکرون اور رعایا کے حق مین سفاک تھے یا یہ کہ نواب کا مزاج اوائل عمر مین سفاک واقع ہوا تھا اور آخر عمر مین طبیعت پر تحمل اور بے پروائی غالب آئی۔ مؤلف سیر المتاخرین نے محبوب علی خان خواجہ سرا کے مقہور رہونے کے ضمن مین بیان کیا ہے کہ آصف الدولہ کے اپنی جنگی فوج کے استیصال کا سبب یہ تھا کہ وہ روز و شب لہو و لعب چوپڑ بازی مرغون کی لڑائی۔ پتنگ بازی وغیرہ مین مصروف رہتے تھے اسلیے اُن کو ہر کام سے نفرت تھی۔ نہین چاہتے تھے کہ ایک گھڑی بھی اُمور مملکت داری مین مصروف ہون اور مملکت داری بدون اس کے ناممکن ہے کہ انتظام مُلکی مین غور کیا جائے بڑے بڑے کامون کو انجام دیا جائے لوگون کے سوال وجواب سُننے کی دردسری گوارا کی جائے حضرت کا وہ مزاج تھا کہ ایسے اُمور مین ایک گھڑی بھر بھی متوجہ ہونا دم بند کرتا تھا اور انگریزون کی نسبت یقین تھا کہ یہ میرے ہمہ تن خیر اندیش ہین۔ میرے نقصانات کے ہرگز روادار نہون گے اور انگریز چونکہ ہوشیار تھے اسلیے ایسے شخص کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے اور کسی طرح اُس کو زہیر نہین کرتے تھے۔ انگریزون نے معاملات مُلکی ومالی و انتظام فوج تو اپنے اختیار مین لے لیا تھا باقی ہر امر مین آصف الدولہ کو مع اُن کے مصاحبون کے مطلق العنان کر دیا تھا۔ کیا حسن اتفاق ہے کہ دونون اپنی اپنی دانست مین فارغ البال ایک دوسرے کو مغتنم سمجھتے تھے۔ افسوس شجاع الدولہ کی وہ ریاست تھی کہ اس زمانے مین سلاطین ہند

کی قائم مقام تھی لاکھون بڑے بڑے آدمی اور شاندار زمیندار اور راجہ اس ملک مین بسر کرتے تھے اور اب بجز رذیل اور پوچ مصاحبون کے آصف الدولہ کے دربار مین اُن مین سے کسی کا نشان بھی نہین چند روز کے بعد اُمرا اُگر گوشائین بھی چلا گیا اسیطرح برہان الملک اور صفدر جنگ کے اکثر اقربا نجف خان کے پاس چلے گئے جہان پر بیس تیس ہزار سوار اور پچاس ساٹھ ہزار پیادہ جرار رہتے تھے وہ مقام ویران ہوا چند پیادے بکسر پہ دو دو تین تین روپے کی نوکری مین افتخار سمجھتے ہین اور پڑے ہین۔ منشی ذکاءاللہ تاریخ ہند مین لکھتے ہین کہ آصف الدولہ کا دل و دماغ اوباشی اور شراب نوشی نے خراب کر دیا تھا۔

مختار الدولہ کے اقربا کا باقی حال

مختار الدولہ کے بھائیون نے اور اُنکے بعض رفیقون نے کڑی جھیل کر رہائی پائی اُن کا مال و اسباب ضبط ہوا دونون بھائی کبھی کبھی باریاب حضور ہوتے تھے اکثر خلوت اور گوشے مین بسر کرتے تھے جبکہ نواب وزیر کا لشکر اٹاوے سے پھر کر لکھنؤ مین آیا تو اقبال الدولہ پسر مختار الدولہ نے نواب کی دعوت کا سامان کیا اور اس کام مین بڑی دھوم دھام دکھائی ہزارون روپون کا کپڑا فرش پا انداز مین بچھوایا اور سوا لاکھ روپے کا چبوترہ تیار کرایا اور نواب وزیر وہان تشریف لے گئے ناچ رنگ ہوا خاصہ تناول کیا اور کشتیان نقد و جنس کی پیش ہوئین جو نواب آصف الدولہ نے قبول کین وقت رخصت اقبال الدولہ نواب وزیر کو پہونچانے گئے اور وہان سے رخصت ہوے ابھی دیوانخانے مین پہونچے تھے کہ اُسی وقت نواب کے حکم سے تلنگون

کے پہرے سر پر صورت بلا آپہونچے اور حکم دیا کہ دیوانخانہ سے جانب محلسرا قدم نہ اٹھائے۔ کچھ دنون وہین نظر بند رہے پھر از سر نو انکے گھر کی ضبطی ہوئی۔ جب یہ کار روائی ہو چکی تو نواب وزیر اقربائے مختار الدولہ کی تالیف قلوب کی جانب متوجہ ہوے اور انکے مکانون پر آنے جانے لگے پیاری بیگم زوجہ مختار الدولہ کے گھر اکثر جایا کرتے تھے اور اقبال الدولہ کے حال پر بہت مہربانی کرتے تھے پرگنہ اوریا کی جاگیر جسکی جمع ایک لاکھ روپیہ تھی اور جو اقبال الدولہ کے نامزد تھی بحال رکھی مختار الدولہ کی حیات اور اقتدار الدولہ کے زمانے مین اقبال الدولہ کی نسبت نواب سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ قرار پائی تھی اور بناتی بیگم دختر مختار الدولہ کی نسبت جو بطن مختلف سے تھی مرزا جھجھو پسر نواب سالار جنگ کے ساتھ مقرر ہو چکی تھی اور سالار جنگ مختار الدولہ کے مقتول ہونے کے بعد اپنی بیٹی کی نسبت سے اقبال الدولہ کے ساتھ منکر تھے آصف الدولہ نے سالار جنگ کو مبالغہ واصرار سے راضی کیا اور خود مستدعی اس شادی کے ہوے اور دس ہزار روپیہ مختار الدولہ کی بیگم کو اس صرف کے واسطے دیکر بخوبی سرانجام دیا آفرین علی خان خواجہ سرا اس بزم شادی مین شریک ہوا اور اُس کے روبرو رسمین ادا ہوئین۔

مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ آصف الدولہ اس عمل کے نہایت شائق تھے جہان شادی ہوتی ایک طرف آپ ہوجاتے اور دوسری طرف کسی علے کو مقرر کرتے۔ ایک مرتبہ مؤلف سیر المتاخرین کے قیام لکھنؤ کے زمانے مین بھی قائم خان فوجدار فیل خانہ کے بیاہ مین شریک ہو کر اہتمام کیا تھا۔

نواب وزیر دولت النسا بیگم زوجۂ اقبال الدولہ کو ہمشیرہ صاحبہ کہا کرتے تھے کیونکہ دولت النسا نواب سالار جنگ کی بیٹی تھی اور سالار جنگ نواب وزیر کے ماموں تھے

پرگنۂ دلمئو بھی اقبال الدولہ کی جاگیر مین تھا یہ پرگنہ معرکۂ ضیافت کے بعد ضبط کر لیا گیا
اور اس جاگیر کی عوض چکلۂ بہرائچ وغیرہ بارہ لاکھ روپے کا علاقہ صیغۂ مستاجری مین اُن
کے حوالے کیا گیا۔ انھون نے اپنے علاقۂ مستاجری مین پہونچکر زمینداران بٹول سے
میدان جنگ گرم کیا۔ اور مختار الدولہ کے دوسرے بھائی نصیر الدولہ اپنے بھتیجے اقبال الدولہ
کی جاگیر مین سے کچھ زر نقد لے کر دکن کو چلے گئے مگر ریوان تک پہونچکر کچھ دنون کے بعد
لوٹ آئے اور اقبال الدولہ چند سال کے بعد علاقہ داری سے معزول ہو کر خانہ نشین
ہوے مگر چند سال تک پرگنۂ اوریا کی جاگیر اقبال الدولہ کے نام پر برقرار رہی ایک بار
مقدمات سائر مین عامل الماس علیخان و عامل اقبال الدولہ مین نزاع واقع ہوئی پیاری بیگم
زوجۂ مختار الدولہ اور دولت النسا بیگم زوجۂ اقبال الدولہ نے نواب وزیر سے
مستاجری سائر جاگیر کی بھی چاہی مگر نواب نے یہ کیا کہ اوریا کو بھی الماس علی خان کی
مستاجری مین ملا دیا اور مصارف سپاہ کے وضع ہو جانے کے بعد سات ہزار روپیہ مہینہ
نقد جاگیر کا مقرر ہو گیا اس کے بعد چار ہزار روپیہ ماہوار گھٹا کر تین ہزار روپیہ مہینہ جاگیر
کی عوض رہ گیا۔ غرض جس قدر التفات حکام انگریزی کا مختار الدولہ کے لواحقین
کی طرف مبذول ہوتا اُس قدر کارپردازان سلطنت اُن سے بدظن ہوتے تھے
یہان تک کہ وہ تین ہزار روپیہ بھی مسدود ہو گیا اور آصف الدولہ مختار الدولہ کے
مخالف مشہور تھے حالانکہ برہمی جاگیر اور کمی مواجب کی وجہ نائبون کی بدسلوکی تھی۔
آصف الدولہ لکھنؤ مین رہنے لگے صرف نواب بیگم زوجہ وزیر الممالک صفدر جنگ بنت
برہان الملک والدۂ شجاع الدولہ اور بہو بیگم زوجۂ شجاع الدولہ فیض آباد مین
شجاع الدولہ کی تعمیرات کی اُنس کی وجہ سے متوطن تھین۔

ایرج خان کا انتقال کرنا۔ حسن رضا خان و حیدر بیگ خان کا زینۂ عروج پر قدم رکھنا

اکبر آباد سے آکر دو تین مہینے کے عرصے مین ایرج خان کارگزار نے جو کہ دربار آصفی کا مرجع صغار و کبار تھا تھوڑا سا انتظام کیا تھا اور جان برسٹو سے سوال و جواب کرتا تھا کہ آپ معاملات ملکی و مالی مین دست انداز ہوتے ہون جو روپیہ اپنا بابت قرض کے آصف الدولہ کے ذمے عائد کرتے ہو اُس کی قسط مقرر کر کے مجھ سے نقد لیا کیجیے اور موافق عہد شجاع الدولہ کے ملک سے دست برداری کیجیے اور مطابق عہد نامۂ کمپنی کے عمل کریے یہ بات اگر آپ کو نامنظور رہی اور سوال و جواب کرنا ہو تو بندہ آپ کے ساتھ کونسل مین گفتگو کرنے کو تیار ہے۔ مسٹر جان برسٹو اُس کے طلب کرنے سے نہایت شرمندہ تھا تدبیر مین تھا کہ کیا کرے۔ ایلچ خان اکبر آباد سے علیل آیا تھا لکھنؤ مین پہونچکر سخت علیل ہو گیا مدت دو ماہ اور ۱۷ دن بیماری کی حالت مین نیابت کا کام اچھا کیا عارضۂ سوء القنیہ اور ضعف و برودت جگر مین پہلے سے مبتلا تھا آخر استسقا ہو گیا ۲۸ رجب ۱۱۹۰ھ ہجری کو راہی ملک آخرت ہوا لیکن فیض بخش نے فرح بخش مین شعبان مین انتقال کرنا لکھا ہے۔ شیخ شفیع اللہ سے پانچ لاکھ روپے کے مال کی فرد ایلچ خان نے اپنی حیات مین بنوائی تھی وہ اُس نے نواب آصف الدولہ کی نذر گذرانی نواب نے فرد کو ملاحظہ کر کے تمام مال ضبط کر لیا اور چھ چھ پارچے کے خلعت غلام نبی خان اور لال محمد خان پسران متبنائے ایلچ خان کو مرحمت ہوئے[1]۔ ایلچ خان اور مختار الدولہ دونون کی حویلیون کی ضبطی ایک ساتھ قریب ہوئی لکھنؤ مین آج تک

[1] دیکھو فرح بخش مؤلفۂ شیو پرشاد ۱۲

ایلچ خان کا میدان اور مسجد مشہور رہے۔
اب آصف الدولہ اور جان برسٹو کو تقرر نائب کی فکر ہوئی۔ خواجہ حسن رضا خان شجاع الدولہ کے عہد سے باورچی خانے کی داروغگی اور کسی قدر تقرب رکھتے تھے اور اس عہد مین بھی زیادہ تر صاحب تقرب اور خلوت و جلوت مین حاضر باش تھے نیابت کی تجویز ان کے لیے ہوئی لیکن اس نظر سے کہ بے علم آدمی تھے اور آرام طلب و عشرت دوست اور کم محنت تھے اُنھون نے اس بار کے قبول کرنے سے انکار کیا اور لوگ بھی حیران تھے کہ عہدۂ نیابت سے جو بات مقصود ہے وہ ان سے کیسے برآئیگی بس ان بے چارے کو کیون تکلیف دی جائے خُدا جانے کس مصلحت سے مسٹر جان برسٹو کی یہی رائے قائم ہوئی کہ آصف الدولہ کی نیابت خواہ مخواہ انھین پر مُقرر ہو اور ان کا نائب دوسرا شخص کاردان اور ہوشیار کر دیا جائے اور اس خدمت کے لیے اول سالار جنگ کے استصواب سے الماس علی خان خواجہ سرا تجویز ہوا یہ نہایت کم ہمت تھا اندیشہ دور از کار کر کے انکار کر دیا اور کہا کہ حیدر بیگ خان اس کام کو اچھی طرح کر سکتے ہین جیسا کہ فرح بخش مین شیخ محمد فیض بخش نے ذکر کیا ہے دوسری کتابون سے حیدر بیگ خان کے تقرر کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ سمعیل بیگ خان شورہ والا مغل ولایت زا کہ نہایت عیار اور دنیا دار آدمی تھا اُس زمانے مین کہ شاہ عالم بادشاہ اور فوج انگریزی الہ آباد مین تھی سرکار کمپنی کی طرف سے ڈاک اور اخبار کا داروغہ تھا اور اس وقت مین بھی ڈاک خانہ اور رزیڈنٹی کے ہرکارون کا داروغہ تھا یہ شخص حیدر بیگ خان کابلی سے موافقت اور لالچ رکھتا تھا اور وہ بھی اس کے لیے سبز باغ بویا کرتا تھا ایرج خان کی بیماری کے وقت سے سمعیل بیگ خان جان برسٹو سے حیدر بیگ خان کے اس تقرر کے لیے کوشش اور اُن کی لیاقت کی تعریف

کرتا تھا اُنھون نے حسن رضا خان کی پیش دستی مین مقرر کراکر امیر الدولہ کا خطاب دلایا ہت پرشاد نے ملخص تاریخ اودھ مین حیدر بیگ خان کے تقرر کے متعلق ایک عجیب حکایت لکھی ہے اور وہ ایک ایسی ریاست مین بے جوڑ نہین معلوم ہوتی تفصیل اُس کی یہ ہے کہ ایلچ خان کے مرنے کے بعد نیابت کے باب مین مشورہ ہوا حسن رضا خان تو ناخواندہ تھے جان برسٹو صاحب نے تجویز کیا کہ دوسرا شخص پیش دست ہو چنانچہ تین آدمی تجویز ہوے مرزا ابو طالب خان لندنی - اسمعیل بیگ خان شورہ والا - مرزا جعفر تقدیر کی کسی کو خبر نہ تھی حیدر بیگ خان اُن دِنون تباہی سے پریشان اور بیکار بیٹھے تھے سو پچاس روپے کی نوکری کی امیدواری مین میانے پر سوار ہو کر جان برسٹو صاحب کے سلام کو جاتے تھے کوٹھی کے باہر ایک بڑا درخت تھا وہ وہان میانہ رکھوا کر بیٹھتے تھے جب رزیڈنٹ ہوا کھا کر آتا تو یہ بھی سلام کر لیتے اسی طرح ایک مدت گذر گئی ایک دن برسٹو صاحب نے اُنھین اپنے پاس بُلوا کر امتحان جو لیا تو خوب مستعد پایا - فرمایا کہ کوٹھی پر حاضر ہون اور آصف الدولہ کو کہلا بھیجا کہ کل نیابت کا خلعت ہماری کوٹھی پر لیتے آوین کہ ایک شخص کو ہمنے آپکے واسطے تجویز کیا ہے اور حیدر بیگ خان سے کہا کہ تم عمدہ کپڑے پہن کر کل صبح کو حاضر ہونا یہ بیچارے بہت خوش ہوے کہ شاید سو دو سو روپے کی نوکری میرے لیے تجویز ہوئی ہے فجر کے وقت جب اپنے معمول پر پہونچے اور اُدھر سے آصف الدولہ کی سواری بھی آئی خلعت تو ساتھ ہی تھا جان برسٹو نے وہ خلعت اُنھین پہنایا۔

حیدر بیگ خان کا حال

یہ حیدر بیگ اور اُنکا بھائی مرزا نور بیگ دونون کابل کی پیدایش تھے اور مذہب حنفی

رکھتے تھے دونون بھائی احمد شاہ بن محمد شاہ کے عہد مین کہ صفدر جنگ کی وزارت
کا زمانہ تھا ہندوستان مین آئے صفدر جنگ کی سرکار مین نوکر ہوے۔ صفدر جنگ کے
انتقال کے بعد حیدر بیگ خان سلطان پور۔ رُدولی۔ دریاباد۔ کوڑہ اور سرکار الہ آباد
کے فوجدار رہے تھے۔ نور بیگ خان نے راجہ بینی بہادر کی سفارش سے شجاع الدولہ
سے اعظم گڑھ و سلطان پور وغیرہ چند محال ٹھیکے مین لیے دونون بھائی نہایت
سخت گیر تھے یہانتک کہ دوستون سے بھی غرض آشنا تھے تھوڑے دنون کے بعد ڈیڑھ لاکھ روپے
مالگذاری کے نور بیگ خان کے ذمے عاید ہوے اور دونون بھائی قید کر دیے گئے
جبکہ روپیہ داخل نہو سکا تو ان پر تشدد ہوا ان کو دھوپ مین بٹھاتے تھے کھانے مین
بہت سا نمک ڈالکر کھلاتے تھے اور پانی نہین دیتے تھے یہان تک کہ نور بیگ خان
صدمون سے مرگیا[1] اور حیدر بیگ خان نے سفارش سے رہائی پائی اور بہار علیخان
خواجہ سرائے بہو بیگم سے سفارش کرکے اُن کی جاگیر کوڑیا[2] کی تحصیلداری کی خدمت اُن
کو دلادی جبکہ وہان بھی حسب عادت دست تصرف دراز کیا تو محاسبے کی علت مین
کشاکش مین مبتلا ہوے آخرکار سید محمد خان اقتدار الدولہ نے ضمانت کرکے اُس بلا سے
نجات دلائی۔ اُس کے بعد چکلہ داری کوڑہ جہان آباد پر مقرر ہوے[3]۔ محمد ایلچ خان نے
پھر اُن کو محاسبے مین جکڑا اگر مرتضے خان بڑیچ نے ضامن ہوکر آبرو بچائی۔
ایلچ خان کے بعد طالع خوابیدہ بیدار ہوا حسن رضا خان کی پیش دستی کی عزت
پائی۔ حیدر بیگ خان دانشمند کارکردہ اور لائق اور شریف تھے سیاق سباق مین

---

[1] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲ [2] دیکھو طلسم ہند ۱۲ [3] دیکھو نسرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد ۱۲

ید طولے رکھتے تھے ذی علم تھے دفتر کی تہذیب و شائستگی اچھی طرح کی شجاع الدولہ کے عہد مین جو دفتر مرتب نہ تھا اُسے ترتیب دیا۔

گورنر جنرل نے بھی حسن رضا خان کو نائب اودھ تسلیم کیا۔

حیدر بیگ خان نے اپنے بڑے بھائی کی صحبت پائی تھی اہل دیہات اُن کے نظم و نسق کی تعریف کرتے تھے نہایت دانا و زیرک تھے جو کام کرتے تھے بہت سوچ سمجھ کر رتے تھے شاید کہ اُس مین لغزش نہو جائے فیض بخش کہتا ہے کہ حیدر بیگ خان کو خلعت نیابت شعبان ۱۱۹۰ھ ہجری مین ملا تھا تذکرہ حکومت المسلمین مین غلطی کی ہے جو لکھا ہے کہ ۱۲۰۵ھ ہجری مین مرزا حیدر بیگ خان عہدہ نیابت پر ممتاز ہوے تین سال تک سلطنت کے اعیان و ارکان اُن کو خیال مین نہ لائے اور اُنکی اطاعت سے عار کرتے تھے وہ بھی صبر و تحمل سے کام لیتے رہے اور اس عرصے تک ہر کام مین نواب وزیر اور انگریزون کی رضا جوئی مین مصروف رہے یہان تک کہ خوب استحکام و استقلال پیدا کر لیا۔ سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان کارمرجوعہ مین مصروف ہوے صحبت شراب و کباب مین شاغل اور آمد و رفت دربار سے غافل ہو گئے اور جو آیا فوج و ملازمین مین تخفیف کرتا تھا۔

حسن رضا خان سرفراز الدولہ

حسن رضا خان جان نثار خان کے پوتے تھے جو شاہ جہان شہنشاہ ہندوستان کے خواصان معتمد سے تھا۔ اُسکے چار بیٹے تھے۔

(۱) محمد عسکری خان۔

(۲) محمد ابراہیم خان۔

(۳) صمصام الدین خان۔

(۴) مرزا علی رضا۔ ان مین سے محمد عسکری خان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔
بیٹی مرزا علی خان سے بیاہی تھی۔ نواب ظفر اسی بیگم کے بطن سے پیدا ہوے تھے
اور مرزا عسکری کے بیٹون کو مرزا ننھے اور منجھلو صاحب کہتے تھے۔ محمد ابراہیم خان کے
کوئی اولاد نہوئی اور صمصام الدین خان کے جو بیٹا تھا وہ جو ہر لیاقت سے محروم
تھا اسلیے مشہور نہوا۔

مرزا علی رضا کے تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں تھین بیٹون کے یہ نام ہین۔

(الف) موسے خان۔

(ب) غلام رضا خان۔

(ج) حسن رضا خان۔ اُن کی بیٹیون مین سے بنارسی بیگم لطف علی خان بن
بندہ علی خان داروغہ تصیحہ کے ساتھ منعقد ہوئی تھی۔ اور دوسری لڑکی مرزا جعفر کی
زوجیت مین تھی جو جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے سرکار انگریزی کے متوسلون
مین قرار پائے تھے اور نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت مین اُن کا ذکر کیا جائیگا
تیسری لڑکی مرزا جھبکو صاحب پسر آغا زین العابدین بن نواب کلب علی خان کے ساتھ
بیاہی تھی۔ یہ کلب علی خان بندہ علی خان کے چچا اور مردان علی خان کے پوتے تھے۔
مرزا علی خان کی یہ تین بیٹیان اور حسن رضا خان ایک بیٹا ایک بطن سے تھے اور وہ دونون بیٹے
[illegible]تلف بطنون سے تھے حسن رضا خان کو اُن کے چچا ابراہیم خان نے پرورش کیا تھا
[illegible]ض بے علم تھے ہر چند اُنھون نے انکار کیا مگر یاوری قسمت اور فیض عنایت مسٹر جان برسٹو

سے آصف الدولہ کی نیابت اُن کے نام مقرر ہوئی انکی بے علمی کی وجہ سے مسٹر جان برسٹو کو ہمیشہ سوال وجواب کاغذی در پیش رہتے تھے صاحب علم کی تلاش تھی اس لیے حیدر بیگ خان کو اُن کی پیش دستی مین مقرر کر دیا۔ منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ حسن رضا خان بہت نیک طینت اور نیک کردار تھے اپنی رحمدلی سے اُنھون نے کاروبار مالی وملکی مین تندہی نہ کی تمام ریاست کے کام کا دارومدار امیر الدولہ کی ذات پر کر دیا تھا جو کہ پورے طور پر کاروبار پر حاوی ہو گئے تھے۔

عماد السعادت مین کہا ہے کہ حسن رضا خان سوائے سیر وشکار کے نواب کے ساتھ مین اور نماز روزے کے دوسرا کام نہ کرتے تھے آٹھ لاکھ روپے سالانہ انکو ریاست سے ملتے تھے عزت اُن کی ایسی تھی کہ نواب وزیر اکثر اوقات اُن کو بھیّا کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے یہان تک کہ امیر الدولہ بھی عیدین اور دوسرے مُبارک موقعون پر اُنھین نذر دکھاتے تھے جبکہ امیر الدولہ کا یہ حال تھا تو دوسرے کس حساب مین تھے۔

ہت پرشاد نے لکھا ہے کہ اس وقت تک لکھنؤ مین مُسلمان فقط شیعہ تھے اور بارہ امامون کے مذہب سے خبر نہ رکھتے تھے نواب آصف الدولہ کے عہد مین مرزا حسن رضا خان نے یہ طریقہ جاری کیا چنانچہ جس وقت مرزا جوان بخت شاہزادے لکھنؤ مین وارد ہوے تو اُس جمعہ کو خود نواب صاحب شریک نماز جمعہ ہوے اور میر دلدار علی شاگرد میر سید علی طبا طبائی فقہ امامیہ کی کتابون کے مروج ہوے۔

دوسری کتابون مین بھی لکھا ہے کہ مولوی دلدار علی اور میر مرتضےٰ وغیرہ علمائے مذہب امامیہ نے حسن رضا خان کی وجہ سے نام پیدا کیا جمعہ وجماعت کی نماز جس کا رواج اس ملک مین نہ تھا جاری کی اور کربلا جا کر اجتہاد کا حکم وہان کے مجتہدون سے حاصل کر کے

لوٹ آئے اور اپنا اجتہاد جاری کیا۔

عہدونکا انتظام اور ٹکیٹ راے کا حال

عہدۂ دیوانی ٹکیٹ راے کایست سری باستم کے سپرد ہوا۔ جرنیلی سپاہ کا عہدہ محمد رضا خان فرزند سرفراز الدولہ سے نامزد ہوا یہ شخص مرض صرع مین مبتلا تھا اور مجنون صفت آزاد مشرب تھا اور جرنیلی کی نیابت امام بخش کے نام قرار پائی اور اسی سال کرنیل گاڈرس کلکتے سے آکر نواب وزیر کی سرکار مین نوکر ہوا فوج کا افسر ہوا اُس نے وہ پلٹنین جو ایرچ خان نے برطرف کی تھین پھر جمع کین ٹکیٹ راے کا حال یہ ہے کہ یہ شخص حشمت علی خان تحویلدار جواہر خانہ نواب شجاع الدولہ کے داماد کے پاس نوکر تھا بارہ روپے سے زیادہ اُس زمانے مین درماہہ نصیب نہوتا تھا یہان سے علیحدہ ہوکر اکبر علی خان داروغہ دیوانخانۂ مختار الدولہ کے پاس نوکر ہوا تھوڑے دنون مین اپنی خوش کلامی کی وجہ سے کہ شعر وسخن سے طبیعت آشنا تھی انور علی خان خواجہ سراے مختار الدولہ تک آمد ورفت جاری ہوئی اور مشرف دیوانخانہ ہو گیا مختار الدولہ کے بعد سرفراز الدولہ تک رسوخ حاصل کیا عہدۂ دیوانی اور راجگی کا خطاب پایا یہ شخص خوش وضع اور حلیم الطبع تھا اُمور خیر مین نیک نامی کے ساتھ شہرت حاصل کی سرکار لکھنؤ مین برہمنون کے واسطے روزینے اور چندے کا دروازہ اسی کی وجہ سے کھلا ہزار دو ہزار روپیہ تا بقاے سلطنت تمام قلمرو اودھ مین مجرا لئے دفتر سلطانی تھا راجہ ٹکیٹ راے نے عمارات عالی اور میوہ دار باغات اکثر تیرتھون پر تیار کرائے اور بہت سے پختہ پُل بنوائے ہندوؤن کے بہت سے معابدون پر شوالے اور ٹھاکردوارے تعمیر کرائے اس صاحب قلم کی بدولت ہنوز لاکھون روپے کے وظیفہ خوار ہین

اکثر نانکارین قائم ہین بہت سے دہات وار اضی صیغہ معافی مین اسنے محتاجون اور غریبون کو سرکار اودھ سے دلاکر سندین مرحمت کین جو ابتک جاری ہین اُس کی صحبت مین ہمیشہ مثنوی روم اور تصنیفات شیخ سعدی اور دیوان حافظ کا چرچا رہا کرتا تھا۔

گیان پرکاش مین لکھا ہے کہ راجہ نے ایک مسجد اور امام باڑہ اور دوسری مسجد حیدر گنج کے پاس بنوائی تھی۔

فیض آباد مین تنخواہ کے لیئے پلٹنون اور توپخانے کا بلوا

سُرخ وردی والے تلنگون کی تین پلٹنین جن کا افسر اعلی بھاکھ رائے تھا شجاع الدولہ کے عہد سے شہر فیض آباد اور بیگمات کے محلون اور نواب کے خاص محل اور نشستگاہ اور سامان کے کوٹھون کی حفاظت کے لیے متعین تھین اور ۵۶ توپین اور پانسو مغل گولہ انداز بھی رہتے تھے یہان کے سپاہی لکھنؤ کے حالات سُنتے رہتے تھے کہ جب وہان ڈیڑھ سال کی چڑھی ہوئی تنخواہ سپاہی مانگتے ہین تو اگر وہ اہل پلٹن ہوتے ہین تو اُن کے مقابلہ مین نجیبون کو اور اُن کے توپخانے کو لاکر اُن کو بھگا دیا جاتا ہے اور اگر نجیب طلب کرتے ہین تو تلنگون کی پلٹنین اُن کے سامنے لاکر اُن کو پریشان کر دیا جاتا ہے اس ترکیب سے شجاع الدولہ کے وقت کی آدھی فوج برہم اور خراب ہو گئی ہے بھاکھ رائے فیض آباد سے لکھنؤ کو گیا کئی ماہ تک وہان سردارون کے پاس آیا اور گیا اور کوشش کی تو چند ہزار روپے علی الحساب ہاتھ لگے اور وہ لاکر بانٹ دیے اور باقی کے لیے مایوس ہو گیا اب ان سپاہیون نے یہ مشورہ کیا کہ ہم مدت سے بیگم صاحبہ کی چوکی پہرے کی خدمات انجام دیتے ہین ان کا محاصرہ کر کے اپنی تنخواہین لے کر اپنے اپنے مکانون کو چلدین اس مشورے پر

مُغل بچون کو اطلاع ہو گئی وہ سب فیض آباد کے رہنے والے تھے اُنھون نے جواہر علیخان
اور نثار علی خان کے ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ تلنگے یہ حرکت کرنے والے ہین
ہم آپ کے غلام ہین توپین سب ہمارے ساتھ ہین ہم تلنگون کے مقابلے مین توپین لگا کر
اُن کو بھگا دینگے بشرطیکہ پانچہزار روپے آپکی سرکار سے ہم کو مرحمت ہو جائین کیونکہ نایابی
تنخواہ کی وجہ سے ہم لوگ فاقے کرتے ہین اور جینے سے تنگ آگئے ہین بیگم صاحبہ نے
جواب دیا کہ ہمنے تمکو نوکر نہین رکھا ہے مُلک کے مالک آصف الدولہ ہین اُن سے
لینا چاہیے ہم ایک کوڑی نہ دینگے چند مرتبہ اُن بیچارون نے رفع الزام کے لیے
عرض کرایا لیکن بیگم نے قبول نہ کیا تنگ آکر اُنھون نے بھی تلنگون سے اتفاق کر لیا
اور آٹھوین ماہ شوال سنہ ۱۲۰۹ ہجری کو تمام پلٹنون نے تیاری کی اور مغل بچون نے بھی
توپین درست کین اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اول جواہر علی خان کی حویلی کو گھیر کر اُس
کے پیچھے دو توپین بھر کر کھڑی کر دین دوپہر دن کے وقت سے رات بھر یہی معاملہ درپیش
رہا آب و طعام سب پر بند تھا شہر کی دوکانین بند ہو گئین کوئی متنفس بازار مین نظر
نہ آتا تھا۔ دوسرے دن پہر دن چڑھے تک یہی طوفان رہا بیگم صاحبہ نے مجبور ہو کر
چوراسی ہزار روپیہ دلانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ چقماق بندوقین ہماری سرکار مین
داخل کر دین تلنگون نے جواب دیا کہ ہم شہر مین نہین دیتے اگر ایسا کرین اور آپکے
آدمی ہم پر حملہ کر بیٹھین تو ہم نہتے کیا کر سکینگے شہر کے باہر جنوب کی جانب داراب علیخان
خواجہ سرا کی کوٹھی کے پاس جو وسیع میدان ہے وہان ہم اپنی تنخواہین باہم تقسیم کر کے
بندوقین دیدینگے نشاط علی خان خواجہ سرا کو ہمارے ساتھ کر دیا جائے آخر کار تمام تلنگے
اور مُغل بچے یہ خزانہ لے کر شہر کے باہر گئے۔ تلنگے روتے جاتے تھے دو تین سپاہی بازار کے

بنیون کا قرض ادا کرنے کے لیے آئے تھے بیگم کے آدمیون نے اُنسے پوچھا کہ تم کس واسطے روئے کہنے لگے کہ اے صاحب ہم لوگ یہان بارہ سال سے نوکر تھے اور ہمارے باپ دادا اسی مُلک کی رعیت ہین اب اس دولتخانے سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق ہوتا ہے اب آیندہ یہان کب آنا ہوگا سولے اِسکے بدنام اور نمک حرام بھی ٹھہرے کہ زوجہ شجاع الدولہ کو بے سبب تنگ کرکے تنخواہ لی اسلیے رونا آتا ہے۔ الغرض دوپہر دن باقی تھا کہ تین ہزار تلنگے اور پانسو مُغل بچے تمام توپین لے کر شہر کے باہر گئے ہزارون تماشائی اُن کے پیچھے تھے نشاط علی خان خواجہ سرا اور دس بیس اُنکے اور ہمراہی ہاتھون پر سوار اُن کے ساتھ بندوقین لینے کو گئے۔ ڈابا سبز کے میدان مین تھیلیان رکھکر متصدیون اور وکیلون نے سب کی تنخواہین دست بدست تقسیم کردین اور شام تک یہ روپیہ تقسیم ہوچکا کئی ہزار روپیہ جو لکھنؤ سے آیا تھا اس مین سے آدھا روپیہ تنخواہین دے دلا کر بچ گیا تھا مُغل بچون نے جو دیکھا کہ یہ روپیہ تنخواہ سے فالتو ہے گنوار لے کیون لیجائین خود چھین لینے کا ارادہ کیا اول خالی توپ چلائی اور پھر تلوارین میانون سے نکالکر اُن روپیون پر جا پڑے تلنگے بندوقین ڈال ڈالکر چارونطرف بھاگنے لگے نشاط علی خان رتھ مین بیٹھ کر شہر کو بھاگ گیا چار چار پانچ پانچ کوس تک ہر طرف بندوقین لٹتی پڑی تھین شام تک شہر فیض آباد سپاہیون سے خالی ہوگیا بیگم صاحبہ نے دوسرے دن جواہر علی خان خواجہ سرا کو حکم دیا کہ اب سپاہ کا اجتماع بکھر گیا اور اتفاق ٹوٹ گیا مغل بچون کو جو اس شہر کے رہنے والے ہین اس جرأت اور بے دردی کی سزا دو بیگم کے آدمیون نے باندھ باندھکر حاضر کیا اور سخت سزائین دے کر شہر سے نکال دیا۔

ریاست کے سلاح خانۂ فیض آباد کے محافظون پر بیگم صاحبہ کے نوکرون کے ہاتھ سے زیادتی ہونا نواب وزیر کا ناراض ہو کر سزادہی کے لیے لکھنؤ سے فیض آباد کو فوج بھیجنا

شجاع الدولہ کے عہد مین شہر مین دو سلاح خانے تھے ایک ہمت بہادر گوشائین کی چھاؤنی کے قریب شہر سے جنوبی طرف اور دوسرا فصیل کے باہر احاطۂ اندرون سرائے یونس خواجہ سرا مین اگرچہ آصف الدولہ کے عہد مین توپون اور بندوقون کا بننا موقوف ہو گیا تھا لیکن لوہا تانبا اور سیسہ وغیرہ وہان بہت سا موجود تھا۔ان سامانون پر داروغے مقرر تھے اور ایک ایک دو دو پہرے تلنگون کے حفاظت کے لیے رہتے تھے۔ سلاح خانہ جانب مغرب کا داروغہ غلام حسین خان تھا اُس کے پاس حفاظت کے لیے سیاہ وردی والی پلٹن کا ایک پہرہ رہتا تھا اور یہ پلٹن لکھنؤ مین تھی اس پہرے کا بھاکھ رائے اور شہر کی حفاظت سے کوئی تعلق نہ تھا یہ پہرہ بالکل گمنامی کی حالت مین پڑا ہوا تھا بیگم صاحبہ نے جو یہ حکم دیا کہ شہر مین تلنگے کا نام باقی نرہے تو اُن کے خواجہ سرا یار علی نام کہ نہایت کم حوصلہ تھا دس بیس سپاہی ساتھ لے کر گیا اور اُن تلنگون پر سختی کر کے نکالنا چاہا غلام حسین نے بہت کچھ سمجھایا اور منّت و سماجت کی کہ مجکو اور میرے یہان کے تلنگون کو اُن تلنگون سے جنھون نے بلوا کیا ہے کوئی تعلق نہین یہ تلنگے تو سرکاری سامان کی محافظت کے لیے مقرر ہین اگر یہ لوگ یہان سے چلے

جائینگے تو یہ تمام سامان چور چور لیںگے خدا کے واسطے اس بہرے کو مت چھیڑ دکونا عقل مغرور نے بالکل نہ سُنا اور ہر ایک تلنگے کا دست و بازو پکڑ کر نکالدیا اسباب اُٹھانے کی بھی فرصت نہ دی غلام حسین نے یہ تمام مضمون عرضی مین لکھ کر ادریار علی کا ظلم و ستم تحریر کر کے نواب آصف الدولہ کے حضور مین بھیجدیا۔ دو رات دن جو ہنگامہ بھاگھر رائے کے تلنگون نے مچایا تھا وہ نواب کے اور رزیڈنٹ کے اخبار نویسون نے پہلے ہی لکھ بھیجا تھا لیکن آصف الدولہ کو اُمور مُلکی مین نہایت غفلت تھی اور شغل خاطر لہویات مین رہتا تھا اسلیے کچھ خبر نہ ہوے جب غلام حسین کی عرضی پہونچی تو حضرت کو بے حد غیظ و غضب پیدا ہوا اور اُنکی ناعاقبت اندیش آنکھون مین جہان تیرہ و تار ہو گیا فوراً سوار ہو کر رزیڈنٹ کے پاس پہونچے اور اُن سے بیان کیا کہ جواہر علیخان اور بہار علی خان خواجہ سرایان والدہ صاحبہ نے اغوا کر کے بہت سی فوج جمع کی ہے اور فیض آباد سے ہماری حکومت اُٹھادی ہے اور وہان سے چند پلٹنون کو نکالدیا ہے ہنگامہ پردازی کر کے بھاری بلوا مچایا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ خود فوج اور توپخانہ لے جا کر اُن کی آتش فساد کو بُجھاؤن آپ بھی ہمارے ساتھ چلین رزیڈنٹ نے کہا کہ ہمارے اخبار نویس نے خبر بہ تحقیق لکھی ہے کہ اُن تلنگون کی تقصیر ہے کہ بیگم صاحبہ کو دو راتدن محصور کر کے اُن پر آب و طعام بند کر دیا تھا جب اُنھون نے چھ ہزار روپیہ دیا تو محاصرہ اُٹھایا اور لے کر چلے گئے رزیڈنٹ نے یہ بھی کہا کہ آپ کی شان اس سے عالی ہے کہ غلامون کے تدارک کے لیے خود تشریف لیجائین نواب نے رزیڈنٹ کے سامنے تو کچھ جواب نہ دیا لیکن وہان سے نہایت مکدر اور غضبناک لوٹے اور محلسرا مین آکر امام بخش جرنیل کو حکم دیا کہ سات سو ترک سوار ہمراہ لے کر راتون رات یلغار کر کے

فیض آباد پہونچے اور بہار علی خان اور جواہر علی خان کے سرکاٹ لائے وہ نہایت
شورہ پشت اور بدمزاج تھا ایسی باتین خدا سے چاہتا تھا حسن رضا خان کو جب یہ حال
معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوے باوجودیکہ اُس دن مُسہل استعمال کیا تھا رزیڈنٹ
کے پاس گھبرائے ہوے گئے اور کہا کہ امام بخش سخت بدذات ہے وہان جا کر بے تامل
لڑائی شروع کر دیگا۔ بیگم صاحبہ کے پاس بھی ہزار پانسو آدمی نوکر ہین شہر پناہ کی دیوار
دُرست ہے اور شہر کے ہر دروازے پر ایک توپ تیار کھڑی ہے آدمی بھی جمع ہین
غالباً امام بخش کے جاتے ہی کشت وخون ہو جائے گا اگر آپ کی کوشش سے مین بھی
بھیجدیا جاؤن تو معاملے کو راستی کے ساتھ سُلجھا دون رزیڈنٹ فوراً سوار ہو کر نواب
کے پاس گئے اور حسن رضا خان کو ساتھ بھیجے جانے کے لیے حکم دلوا دیا۔ اتفاقاً دو ہرکارے
اخوند احمد علی کے جو بیگم صاحبہ کی جاگیر کا کام کرتا تھا اور جواہر علی خان کا خانساماں تھا
عنبر علی خان خواجہ سرا کے پاس لکھنؤ آئے ہوے تھے۔ عنبر علی خان کا مُلکی و مالی کام بھی
اخوند احمد علی سے متعلق تھا اور خط کا جواب لے کر نواب وزیر کے ہرکارون کے زمرے
مین رات بسر کرنے کو گئے اُن کو یہ خبر وہان معلوم ہوئی تو راتون رات چلکر گجردم اخوند
احمد علی کی حویلی پر پہونچے اور اُن کو جگا کر تمام حال بیان کیا امام بخش اور حسن رضا خان
بھی نوراہی تک کہ فیض آباد سے مغربی جانب پانچ کوس پر واقع ہے پہونچ گئے
اخوند احمد علی اپنے آنے کے خلاف وقت مین اُن دونون ہرکارون کو ساتھ لیے ہوے
جواہر علی خان کی حویلی مین آیا اور تمام و کمال حال کہ سُنایا جواہر علی خان اُسی وقت
تنہا بغیر مردم جلو کے محلسرا کو گیا اور بیگم صاحبہ کو بیدار کر اکے تمام حال عرض کیا
اُنھون نے فرمایا کہ ناکے کے سپاہیون کو حکم بھیجدیا جائے کہ آگے نہ بڑھنے دین

اگر قدم آگے رکھین تو مارین شہر مین عجیب تلاطم مچ گیا کہ دبکھنے سے تعلق رکھتا تھا
تمام آدمی حیرت زدہ ہوکر اپنے اپنے کامون کی فکر مین پڑ گئے چارون طرف شہر
کے باشندے لپکتے پھرتے تھے یہ معلوم نہوتا تھا کہ کدھر جاتے ہین اور کدھر سے آتے
ہین جب امام بخش ممتاز نگر سے آگے بڑھا اور شہر مین گھسنے کا ارادہ کیا تو بیگم کے
سپاہیون نے توپین اور بندوقین سامنے کر کے روکا امام بخش آگے نہ بڑھا اور
حسن رضا خان سے کہا کہ کیا کرنا چاہیے اُنھون نے جواب دیا کہ اگر میری راے پر
رہوگے تو مجھسے سے چھٹا دونگا اُس نے قبول کیا اب حسن رضا خان نے اپنے ایک
مصاحب کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجا اور عرض کرایا کہ غلام حضور کے مجرے
کے واسطے لکھنؤ سے حاضر ہوا ہے کیا قصور ہے کہ سرکار کے نوکر متعرض ہوتے ہین بیگم
نے آغا محمد صادق کو حکم دیا کہ حسن رضا خان کو جا کر لے آوے اور امام بخش کو وہین
چھوڑ دے مگر عرض معروض کے بعد اُس کو بھی پروانگی ہوئی سات سو ترک سوار تھے
اور حسن رضا خان کے سپاہی تھے اسی طرح ایک ہزار کے قریب جمعیت ان کے ساتھ
تھی یہ سب مسلح و مستعد ڈیوڑھی پر حاضر ہوے اور نذر گذرانی دیر تک گفتگو رہی
بیگم کی طرف سے بہار علی خان خواجہ سرانے مردانہ وار بات کی اور کسی طرح نہ دبا غرض آب و تاب
کے بعد ہر ایک اپنے اپنے مقام کو چلا گیا امام بخش نے ڈیوڑھی پر خواجہ سراؤن کی کثرت
دیکھ کر طرح دی لیکن دل مین یہ بات پوشیدہ رکھی کہ جس طرح ممکن ہو دونون خواجہ سراؤن
کو تنہا پا کر پکڑ لے اگرچہ حسن رضا خان اُس کے فساد اور آویزش کی نگرانی کرتے تھے اور
جواہر علی خان کے آدمی بھی متنبہ تھے امام بخش نے آٹھ دن تک تدبیر کی لیکن قابو نہ پایا
ایک رات فیض آباد کی ایک طوائف متھو نام کو امام بخش نے اپنے پاس بلایا اور شراب

کے نشے مین بدمست ہوکر اُس کے سامنے تفاخر کی راہ سے ترک سوارون سے کہنے لگا کہ
ان دونون خواجہ سراؤن کو اس طرح پکڑلون گا جیسے شہباز مرغی کو پنجون مین داب کر
لے اُڑتا ہے صبح کو متھو نے جواہر علی خان کے خدمتگار محمد شاکر کو بلاکر یہ بھید کہدیا کہ
بظاہر غفلت کا برتاؤ ہے مگر دل مین گرفتاری کا ارادہ ہے اور یہ ڈھیل اور غفلت
فریب سے خالی نہین اُس نے جواہر علی خان سے عرض کردیا دوسرے دن سہ پہر کے وقت
نماز ظہر کے بعد جواہر علی خان بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی کو جانے لگا اُس وقت سوائے
کہاران پالکی اور دو تین چوبدارون کے کوئی سپاہی اردلی کے لیے موجود نہ تھا
یہ حال امام بخش کو معلوم ہوا اُس نے تلنگون کی کمپنی جس مین ستر آدمیون سے
کم نہ تھے تیار کراکے بھیجی اور حکم دیا کہ جون ہی جواہر علی خان باہر نکلین اُنھین پکڑلین
جواہر علی خان کی حویلی کے دروازے سے دس بیس قدم کے فاصلے پر یہ تلنگے
صف باندھ کر کھڑے ہوگئے اور سانگینین چڑھالین جواہر علی خان کے آدمیون نے
پوچھا کہ یہان کھڑے ہونے کا سبب کیا ہے جواب دیا کہ جرنیل صاحب اِدھر آنے والے
ہین اُن کی سلامی و ہمراہی کے لیے کھڑے ہین لوگون نے اس جواب کو فریب جانا
کیونکہ سانگینین چڑھانے سے اُن کو جواہر علی خان کے پکڑ لینے کا شبہ ہوگیا کیونکہ
امام بخش کی فرودگاہ یہان سے دور تھی جواہر علی خان کے دوستون نے اُس کے
خدمتگار یار علی کو بلاکر اُس سے یہ ماجرا کہلا بھیجا اُس وقت جواہر علی خان کے پاس
محمد حیات خان داماد مرزا بھلوری برادر ذکریا خان لاہوری بیٹھا ہوا اختلاط
کی باتین کررہا تھا کہ یار علی نے یہ بات آکر کان مین کہدی جواہر علی خان اُسی طرح
بغیر خوف و ہراس کے باتین کرتا رہا اور یار علی کو کچھ جواب نہ دیا۔ یار علی نے خود ہی

بنجیبون کا تمن لاکر پالکی کے پاس کھڑا کردیا جواہر علی خان سوار نہ ہوا تلنگے شام تک
انتظار کرکے لوٹ گئے القصہ آٹھ دن تک یہ کشمکش رہی حسن رضا خان نے تمام حال
فیض آباد کا نواب وزیر کو لکھ بھیجا اُنھون نے حکم بھیجا کہ بندوقین لے کر لوٹ آؤ
جب بندوقون کی درخواست کی تو بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ چوراسی ہزار روپے
کے بدلے مین ہین وہ دیدو اور لے لو خان مذکور نے ایک تمسک لکھدیا کہ لکھنؤ پہونچکر
آٹھ دن مین روپے بھیجدونگا اور بندوقین ہمراہ لے گئے یہ ہنگامہ ماہ شوال
سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین واقع ہوا تھا۔

جواہر علیخان وغیرہ خواجہ سراؤن کی حقیقت

چونکہ ان خواجہ سراؤن نے اِس سلطنت مین خوب نام پیدا کیا گُل چھرّے اُڑائے
نواب اور اُن کی ماں مین کئی بار فساد کرائے اِسلیے انکا کچھ حال سُننا چاہیے۔

نواب محمد علی خان نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کے چچازاد بھائیون سے تھے
نادر شاہ کے حملۂ ہندوستان کے بعد سے خیر آباد کے حاکم تھے مُدّت دراز تک اُس ضلع پر
حکومت کی ایکبار اُس ضلع کے زمینداروں نے تمرد کیا سرکاری زر واجبی روک لیا
محمد علیخان نے اُن پر حملہ کیا اور بھاری لڑائی ہوئی نواب نے ہاتھی کی عماری سے اُترکر
ایسی شمشیر زنی کی کہ کشتون کے پُشتے لگادیے خود بھی مُہلک طور پر زخمی ہوے لیکن
غالب مسلمان رہے بہت سے ہندو مارے گئے اُنکے بچے اور عورتین پکڑی گئین نواب
نے زخمون سے غسل صحت کے بعد اُن لڑکون کو خواجہ سرا بنادیا زخم کی تکلیف سے
ایک لڑکا مر گیا اور باقی سب زندہ رہے جواہر علی خان و عنبر علی خان و نشاط علیخان

وغیرہ انھین مین سے تھے جب شجاع الدولہ فرمان روا ہوے تو نواب محمد علیخان نے اُن کی اطاعت نکی اِسلیے معزول ہوکر لکھنؤ مین آئے۔ اور منصور نگر مین رہنے لگے۔

حُرمت خان بن حافظ رحمت خان کا بریلی پہونچکر پیلی بھیت کے لے لینے کی کوشش کرنا آخرکار آصف الدولہ اور نواب فیض اللہ خان والی رامپور کی فوجون سے مغلوب ہوکر بھاگ جانا

حافظ رحمت خان کے بیٹون مین سے حرمت خان اور اکبر خان اور عظمت خان نے جان برسٹو صاحب کے دراہے کو قبول نہ کیا اور ۱۱۹۱ہجری مین روہیلکھنڈ کو چلے گئے حرمت خان تھوڑے سے سوار و پیادہ جمع کرکے پیلی بھیت کی طرف روانہ ہوا اور اُس مقام کو فتح کرنا چاہا نواب آصف الدولہ کی جس قدر فوج یہان متعین تھی اُس نے مدافعت کی حرمت خان کی جمعیت کم تھی اور قلعہ مضبوط تھا سر نہو سکا وہان سے بھاگ کر نانک متہ کے جنگل مین جو دامن کوہ مین واقع ہے چلا گیا آصف الدولہ نے خبر پاکر حاکم بریلی کو حکم دیا کہ حرمت خان کے تعاقب مین فوج بھیجکر وہان سے نکالدے اور نواب فیض اللہ خان کو بھی لکھا کہ آپ اپنی فوج حرمت خان کے تعاقب مین روانہ کرین اور اُس کو پہاڑ سے نکالدین نواب موصوف نے مُلّا صید خان بخشی اور احمد خان ولد فتح خان خانساماں کے رسالے حرمت خان کے پیچھے نانک متے کی طرف بھیجے ان دونون فوجون سے حرمت خان کا مقابلہ ہوا تھوڑی سی لڑائی کے بعد حُرمت خان کوہ کمایون پر چڑھ گیا۔

واقعات متفرق

(۱) فتح چند نایک قلعہ دار تال گانون نے جو فرخ آباد کے قریب ہے بغاوت کی تو کرنیل گاڈر لشکر لے کر اُسکے سر پر پہونچا اور اُس کو گرفتار کیا۔

(۲) اس عرصے مین امیر الدولہ حیدر بیگ خان نے راجہ صورت سنگھ کو جو بریلی کی حکومت پر سعادت علی خان کے بعد سے مقرر ہوا تھا معزول کیا اور اُسکی جگہ کندن لال مقرر ہوا جیسا کہ طلسم ہند سے ثابت ہے مگر شیو پرشاد کی فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ کندن لال پہلے مقرر ہوا تھا اسکے بعد راجہ صورت سنگھ کا تقرر ہوا جس نے کندن لال کے خاندان کو خدمات سے معزول و موقوف کر کے قید کر دیا۔

(۳) ارکان سلطنت نے سید جمیل الدین تورانی کا رسالہ توڑ دیا تو یہ رسالہ مرزا نجف خان ذو الفقار الدولہ کے پاس چلا گیا یہ شخص سیّد تھا اور میر شجاع الدین بن شاہ قلی بن میر تقی کا بیٹا تھا یہ میر تقی اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے مین بڑے مرتبے کا آدمی تھا۔

(۴) اِس دورِ حکومت مین میان دو آب کا تمام مُلک رُکن الدولہ الماس علیخان خواجہ سرا کو ایک کروڑ اور کئی لاکھ روپے پر ٹھیکہ مین ملا میر زین العابدین خان معروف بہ کوڑی والا اُسکی طرف سے میان دو آب مین کئی پرگنون پر حکومت رکھتا تھا اور الماس علی خان کی رفاقت مین بڑے اعزاز سے رہتا تھا اور اسطرح لاکھون روپے کا سرمایہ بہم پہونچا کر بٹھور مین ایک امام باڑہ اور مسجد لبِ دریا

سنہ ۱۲۰۳ ہجری مین تعمیر کرائی اور سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین جعفر گنج مین ایک مسجد تیار کرائی
ماہ شعبان سنہ ۱۲۱۳ ہجری مین میر زین العابدین نے انتقال کیا۔ بعض تو یہ کہتے ہین
علت محاسبہ مین گرفتار ہوکر قید ہستی سے رہائی پائی مولوی فائق نے اُسکی وفات
کی تاریخ اِس طرح لکھی ہے۔

چون وفاتِ میر زین العابدین　　خلق را افزود صد رنج و قلق
ماہ شعبان بود ہم یوم الخمیس　　کز غمش گردید جانم سینہ شق
سال تاریخش نوشتن خواستم　　از سواد خامۂ غم بر ورق
گفت فائق با دو حرف حزن دل　　گشت زین العابدین واصل بحق

الفاظ حزن دل سے حا اور زا کے عدد لے کر مصرعۂ آخر کے اعداد کے ساتھ ملائین
تو سنہ ۱۲۱۳ ہجری ہو جائین زین العابدین کی وفات کے بعد اُس کی زوجہ مصری بیگم
کے ہاتھ کئی لاکھ روپے کا ترکہ نقد و جنس آیا یہان تک کہ بعض نے ستر لاکھ روپے
کا ترکہ بتایا ہے مصری بیگم نے الماس علی خان سے کہا کہ اس قدر نقد و جنس شوہر
کے متروکے مین سے میرے پاس حاضر ہے اُس خواجہ سرا سیر چشم عالی ہمّت نے
جواب دیا کہ مردے کا مال مردے کے پیچھے جانا چاہیے اِسلیے مناسب یہ ہے کہ لڑکون کو
تقسیم کردو مین محتاج اور کوتاہ ہمت نہین کہ اُس کو لون مصری بیگم نے وہ تمام ترکہ
اپنے بیٹون کو تقسیم کر دیا سید زین العابدین خان کثیر الاولاد تھا اُسکے بعض بیٹون
نے وہ زر نقد عالم شباب مین اڑا دیا اور بعض اولاد نہایت رشید نامور ہوئی اُن
کو نواب وزیر کی سرکار سے نظامتین ملین اُن مین سے سید کاظم اور میر ہادی علی
اور میر باقر علیخان تھے۔

امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا اقتدار

جبکہ حیدر بیگ خان نے دیکھا کہ انگریزی فولادی پنجے کی مدد سے ریاست بیرونی حملون سے محفوظ ہے تو شجاع الدولہ کے وقت کے رسالہ دارون کی تنخواہ کوڑی کوڑی ادا کر کے الگ کر دیا سب نجف خان کے پاس دلی کو چلے گئے پھر بھی انگریزی سپاہ کی تنخواہ دینا پڑی اور سوار و پیادے ریاست مین بھی کثرت سے ملازم تھے اِن کی تنخواہین بھی سال مین ایک بار یا دس مہینے مین یا آٹھ مہینے مین دینا پڑتی تھین۔ نواب آصف الدولہ الگ عیش و عشرت اور تعمیرات مین لاکھون روپے لگاتے تھے اگر نواب کو بیس لاکھ روپے کی بھی ضرورت ہوتی تو فوراً لیتے اگر روپے کے پہونچنے مین گھڑی دو گھڑی کی بھی دیر ہو جاتی تو زمین و آسمان کو برہم کر دیتے ان مصارف کی وجہ سے انگریزی کمپوون کی تنخواہ کے پہونچنے مین دیر ہوتی تھی اس لیے جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ سے امیر الدولہ کی رنجش پیدا ہو گئی اِسکے سوا اور بھی اسباب تھے جب امیر الدولہ نے دیکھا کہ رزیڈنٹ ہر کام مین اُن کو دباتا ہے اور وہ اُسکے مقابلے مین عہدہ برآ نہین ہو سکتے تمام اعلیٰ عہدہ دارون کا عزل و نصب بھی رزیڈنٹ کے ہاتھ مین تھا تو اُنھون نے یہ تدبیر سوچی کہ جان برسٹو کی بدلی کرا دی جائے اور آیندہ سوائے رزیڈنٹ کے خود بھی گورنر جنرل سے سوال و جواب کر سکے چنانچہ راجہ نند رام پنڈت کشمیری کے توسط سے جو حسن رضا خان کا رفیق تھا اور قبل اسکے محمد ایلچ خان کی سرکار کا مختار تھا مارٹن صاحب سے موافقت ہو گئی یہ شخص فرانسیس تھا اور پہلے کپتان تھا شجاع الدولہ کے عہد مین میجر بھولیر کے ساتھ

رہتا تھا آصف الدولہ کے عہد مین لکھنؤ مین رہنے لگا پنشن سرکار انگریزی سے
پاتا تھا کم کم شغل تجارت رکھتا تھا اس کا گورنر جنرل کی کونسل کے دو ایک ممبر مین
سے بہت میل تھا اگرچہ انگریز نہ تھا مگر سرکار کمپنی مین اُس کا بڑا اعتماد تھا امیر الدولہ
نے اُس کی معرفت کلکتے کو لکھ کر جان برسٹو کو ۱۷۷۶ء عیسوی مین معزول کرا دیا۔
بعد اس کے دونون مین بہت دوستی ہو گئی اور امیر الدولہ کا بھی اقتدار بڑھ گیا
بعد اس کے کپتان مارٹین جنرل مارٹین ہو گیا عمارت مین بہت سلیقہ رکھتا تھا
بڑی بڑی عمارتین لکھنؤ مین بنوائین اسکی ایک کوٹھی مین مرزا سلیمان شکوہ رہا کرتے
تھے دوسری کو پچپن ہزار روپے مین سعادت علی خان نے اُس کی وفات کے بعد
مول لے کر اپنی عمارات مین ملا لیا اور نام اس کا فرح بخش رکھا اور اُس مین ایسی عمدہ
تعمیر اپنی طرف سے کی کہ جو قابل دید تھی اگرچہ پہلے سے بھی اچھی تھی اب اور بھی خوب
ہو گئی تیسری کوٹھی بی بی پور کی راہ مین تھی اور یہ قابل دید عمارت تھی اس کی تعمیر
مین پندرہ لاکھ روپے کا صرف بتائے ہین جب مارٹین صاحب نے اسکی تعمیر کا ارادہ
کیا تو اول نقشہ نواب آصف الدولہ کو دکھلایا اُنھون نے نقشے کو پسند فرما کر اُس کے
خریدنے کی خواہش ظاہر کی بعض کہتے ہین کہ اُس کی قیمت دس لاکھ روپے قرار پا گئی
پس پندرہ لاکھ روپے صرف ہونے کی بات غلط معلوم ہوتی ہے۔ آصف الدولہ کے
مرگ نے اس معاملے کو انجام نہونے دیا اور چند روز کے بعد وہ جنرل بھی مر گیا اور یہ تعمیر
ناتمام تھی مگر اُس نے بنظر اس کے کہ کوئی حکمران آیندہ اس کو ضبط نہ کر لے یہ وصیت
کر دی تھی کہ اس کی لاش اس مکان مین دفن ہو اور جو روپیہ اُس نے واسطے تیاری
مدرسہ کے جمع کیا تھا اُس کے سود کی آمدنی سے یہ تعمیر اختتام کو پہونچی غدر کے زمانے مین

اڈمسٹن صاحب کی قبر کھود کر اُس کی ہڈیان جو باقی تھین اُن کو مفسدون نے پاش پاش اور پریشان کردیا تھا مگر بعد فرو ہوئے مفسدے کے کچھ ہڈیان جو دستیاب ہوئین دوبارہ قبر مین رکھی گئین۔

اس جملۂ معترضہ کے بعد کہتا ہون کہ جان برسٹو کے چلے جانے کے بعد جو رزیڈنٹ آتا امیر الدولہ سے موافقت رکھتا ورنہ یہان جمتا نہین۔ جان برسٹو صاحب آخر ۱۱۹۷ ہجری مین دوبارہ لکھنؤ کی رزیڈنٹی پر آیا لیکن تھوڑے دنون رہا اور اُسکی مداخلت زور کے ساتھ جم نہ سکی کیونکہ یہان کی بنا مستحکم ہو گئی تھی۔

حافظ رحمت خان کے بیٹون کے ساتھ سلطنت کی بدسلوکی

جب ۱۷۸۶ء مین برسٹو صاحب معزول ہو کر ہڈلسٹن صاحب اُس کی جگہ لکھنؤ کا رزیڈنٹ مقرر ہوا تو پھر لکھنؤ کے اہلکارون نے حافظ رحمت خان کے خاندان کی تنخواہ دینے مین تساہل کیا محبت خان مجبور ہو کر کلکتے کو گیا اور گورنر جنرل سے استغاثہ کیا طلسم ہند سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سلطنت اودھ نے گورنر جنرل کو لکھدیا تھا کہ محبّت خان سے ملاقات نکرنی چاہیے اسلیے گورنر جنرل نے محبت خان سے ملاقات نہ کی مگر گل رحمت مین بیان کیا ہے کہ گورنر جنرل نے محبّت خان کی بہت دلجوئی کی اور پانچہزار روپے دعوت کے اور ایک گھوڑا محبت خان کو عنایت کیا اور وعدہ کیا کہ مین آپ کے معاملے مین آصف الدولہ سے سفارش کرون گا چنانچہ جب امیر الدولہ حیدر بیگ خان آصف الدولہ کے مرسلہ کلکتے کو گئے تو گورنر جنرل نے اُن سے نواب

محبت خان کی سفارش کی۔ اور وہ محبت خان کو اپنے ساتھ لکھنؤ مین لے آئے اور
اُن کا درماہہ دو ہزار روپے کا بدستور بحال کردیا اور جب خود گورنر جنرل لکھنو آئے
تو اُنھون نے آصف الدولہ سے کہا کہ محبت خان کی تنخواہ آپ کے خزانے سے رزیڈنسی
کے خزانے مین جایا کرے وہان سے محبت خان کو مل جایا کرے گی اُس وقت سے
محبت خان کی تنخواہ لکھنؤ کے رزیڈنٹ کی معرفت ملنے لگی اور حافظ صاحب کا خاندان
کمپنی کے متوسلون مین مقرر ہوگیا۔ محبت خان انگریزون کو اپنا حامی سمجھ کر
رزیڈنٹ کے دربار مین جایا کرتے اور نواب آصف الدولہ کے دربار مین بھی حاضر ہوتے
نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ نواب محبت خان کا طریقہ شہر لکھنؤ مین نواب وزیر اودھ
سے یہ رہا کہ آٹھوین دن جمعہ کے روز ملاقات کو جاتے تھے اور نواب وزیر اودھ تعظیم دیکر اپنے پاس
بٹھاتے تھے اور برادرکھکر گفتگو کرتے تھے نواب محبت خان عیدین وغیرہ مین نچھاور کرتے
تھے نذر کبھی نہین دی۔ شادی و غمی وغیرہ مین نواب وزیر اودھ خود نواب محبت خان
کے مکان پر آتے تھے یا اپنے ولی عہد کو برائے مشارکت بھیجتے تھے نواب سعادت علیخان
کے ابتدائے عہد مین محبت خان کے بھائی ذوالفقار خان کا انتقال لکھنؤ مین ہوا
فاتحہ خوانی کے لیے نواب نے اپنے بڑے بیٹے غازی الدین حیدر کو بھیجا نواب سعادت علیخان
خود بھی ایک دو مرتبہ محبت خان کے مکان پر آئے مگر آخر زمانے مین کسی قدر شکر رنجی
واقع ہوکر ملاقات ترک رہی کیونکہ نواب کی مرضی یہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیان ہمارے
لڑکون کو دین اور ہماری لڑکیان اپنے فرزندون کے واسطے کرین محبت خان نے
یہ بات نامنظور کی۔

تنبیہ تاریخ مظفری سے مستفاد ہوتا ہے کہ حیدر بیگ خان کلکتے کو دوبار گئے

ایک بار وارن ہسٹنگ کے عہد مین ۱۱۹۸ھ ہجری مین اور دوسری مرتبہ ۱۲۰۱ھ ہجری مین لارڈ کارن والس کے زمانے مین۔

نواب سعادت علی خان اور مرزا جنگلی ابناے شجاع الدولہ

نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی سے چوتھے سال یمین الدولہ سعادت علیخان لشکر مرزا نجف خان سے پھر کر لکھنؤ مین آئے اور کچھ دنون سعادت گنج مین قیام کیا اور پھر شہر بنارس مین رہنے پر مجبور کیے گئے اور وہین اُن کے مصارف کے لیے روپیہ ریاست سے انگریزون کی معرفت ماہ بماہ پہونچتا تھا۔

بعد اس کے مرزا جنگلی صاحب شجاع الدولہ کے بیٹے نجف خان کے لشکر مین چلے گئے ابھی زیادہ قیام نہ کیا تھا کہ مرزا نجف خان نے قضا کی مرزا جنگلی نے بھی وہان سے مراجعت کی اور پھر کچھ دنون کے بعد عظیم آباد کو چلے گئے۔

کرنیل ہانی کے اجارے سے علاقے کا نکال لیا جانا اور مرزا ابو طالب خان کا کچھ ذکر

کرنیل ہانی نے نواب وزیر سے بہت سا علاقہ اجارہ لے کر مرزا ابو طالب خان پسر محمد بیگ خان کو وہان کا کاروبار سپرد کیا۔ مختار الدولہ کے عہد تک مرزائی کے ساتھ بخوبی گذری۔ مختار الدولہ کے بعد حیدر بیگ خان نے مرزا ابو طالب خان کی تنخواہ کہ پانسو روپیہ ماہوار پاتا تھا موقوف کی اس وجہ سے اُس کا دل ٹوٹ گیا چنانچہ اُسنے

یہ تمام کیفیت مسیر طالبی مین لکھی ہے۔ حیدر بیگ خان اور کرنیل ہانی مین کچھ صورت عناد
پیدا ہوئی اس لیے کرنیل ہانی کلکتے کو چلا گیا اور مرزا ابو طالب خان کا بھی کاروبار
برہم ہوا ناچار یہ بھی ۱۷۸۷ء مین کلکتے کو اس غرض سے چلا گیا کہ خود جا کر گورنر جنرل
سے داد خواہ ہو۔ اگرچہ لارڈ کارن والس گورنر جنرل اُس سے نہایت تپاک سے پیش
آئے۔ لیکن وہ اسکی کچھ مدد نکر سکے کیونکہ ٹیپو سلطان کے خلاف فوج کے کمانڈر انچیف
ہو کر مدراس جارہے تھے۔ چار برس تک وہ سخت انتظار کی حالت مین کلکتے پڑا رہا
کہ شاید اس کو وہان سے کچھ نفع ہو جائے۔ جب ۱۷۹۲ء مین لارڈ کارن والس کلکتے
واپس آئے تو اس کو گورنر جنرل کا سفارشی خط نواب اور رزیڈنٹ لکھنؤ کے نام
ملا جس مین لکھا تھا کہ مرزائے موصوف کو کوئی عہدہ عطا کر دیا جائے یہ خطوط لے کر
مرزا ابو طالب خان لکھنؤ پہونچا نواب آصف الدولہ اُس سے براحم خسروانہ پیش آئے
اور اُس کو یہ اُمید دلائی کہ کوئی معقول عہدہ دیا جائے گا لیکن بدقسمتی سے
لارڈ کارن والس کے ہندوستان چھوڑتے ہی نواب کا سلوک برعکس ہو گیا اور
بجائے اس کے کہ اُس کو حسب وعدہ کوئی عہدہ دیا جاتا اُس کو حکم دیا کہ لکھنؤ خالی کر دے
مجبوراً اُس کو پھر کلکتے آنا پڑا اس وقت سر جان شور گورنر جنرل تھے اُنھون نے بھی
اُس کی امداد کا وعدہ کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس وعدے نے کبھی فخر ایفا حاصل
نہ کیا اس مرتبہ پھر اُس کو تین سال متواتر سخت انتظار سے سابقہ پڑا اور آخر مایوسی نے
نصرف اُس کا دل ہی توڑ دیا بلکہ اُسکی صحت پر بھی بہت بڑا اثر کیا۔ شاید ان ہی وجوہ
سے اُسنے ایک انگریز دوست کے ہمراہ انگلستان جانے کا قصد کیا۔ مرزا ابو طالب خان
۱۷۹۹ء مین روانہ انگلستان ہوا۔ عام خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے جو ہندوستانی

آدمی انگلستان گیا ہے وہ راجہ رام موہن رائے تھے۔ یہ سُن کر لوگون کو تعجب ہوگا کہ راجہ موصوف کے جانے سے پہلے مرزا ابوطالب خان ولایت پہونچ چکا ہے انگلستان مین وہ ایرانی شاہزادہ مشہور تھا اُس نے چار سال سفر مین صرف کیے اور اس عرصے مین تینون براعظم یعنی ایشیا افریقہ اور یورپ دیکھ لیے جب وہ کلکتے مین واپس آیا تو اُس نے اپنے روزنامچون سے سفرنامہ مرتب کیا اور نام اُس کا مسیر طالبی رکھا۔ جس کو مسٹر چارلس سٹوارٹ پروفیسر زبان ایشیائی نے انگریزی مین ترجمہ کرکے ۱۸۱۰ء مین انگلستان مین چھپوایا تھا ہندوستان مین آکر وہ بندیلکھنڈ کے ایک ضلع مین کلکٹر مقرر کردیا گیا اور اسی عہدے پر ۱۲۲۱ ہجری مطابق ۱۸۰۶ء مین اُس نے انتقال کیا چونکہ وہ پس ماندگان کے لیے کوئی کافی ذریعۂ اوقات بسری نہین چھوڑ گیا تھا اس لیے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اُس کی بیوہ اور بچون کی پنشن مقرر کردی۔

اسمعیل بیگ خان شورہ والا

اُسی زمانے مین اسمعیل بیگ خان شورہ والہ کے لیے جو حیدر بیگ خان کا ساعی ہوا تھا صوبۂ الہ آباد کی حکومت قرار پائی چنانچہ اُس نے وہان پہونچکر مطالبہ باقیات مین اکثر زمیندارون کی اراضی و املاک مول لیکر صاحب دولت بنگیا۔ مگر دولت حیات سے ہاتھ اُٹھایا۔ اُسکا بیٹا زین العابدین خان چند مدت پرمٹ بریلی مین سرکار انگریزی کا نوکر رہا آخر بیکاری کی حالت مین لکھنؤ مین قضا کی۔

خواجہ عین الدین انصاری صوبہ دار بریلی

دو مہینے پس خواجہ عین الدین انصاری عملداری صوبہ بریلی پر مقرر ہوا یہ شخص

غلام حسین خان بنگالے والے کے رفقا سے تھا آئمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور رہی ہے کہ عشرۂ محرم مین معمول تھا کہ عاشورے کو تمام مال و متاع و نقد و جنس اور عمارات اور زن و فرزند بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہدا کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض اُدھار سے زر نقد بہم پہونچا کر مول لیتا تھا غرض کہ جس جگہ اس نے عملداری کی بیمثل رہا پہلے فیض آباد مین مامور ہوا وہان چوری کا بہت زور و شور تھا وہان حکم جاری کر دیا کہ کوئی شخص شب کو اپنے گھر کا دروازہ بند نکرے خدا نخواستہ اگر کوئی صورت نقصان کی ظہور مین آئے تو سرکار اُس کو عوض نقصان دے گی اور جو کوئی چوری کی علت مین گرفتار ہوتا اُسکو قتل کروا دیتا اور ہاتھ کاٹ ڈالنا تو ایک بات تھی اس سبب سے چورون کا نام باقی نرہا اور جس جگہ تھوڑے دنون کے لیے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا تھا اور اپنی قبر بنواتا تھا اور کہتا تھا کہ آخر ایک دن جہان سے اُٹھنا ہے اور جبکہ نواب آصف الدولہ نے آستانۂ نجف اشرف کی درستی کے لیے پانچ لاکھ روپے اور سرفراز الدولہ نے دو لاکھ روپے حاجی محمد کی معرفت بھیجے تھے تو خواجہ صاحب نے بھی اپنی مقدرت کے موجب ایک معقول رقم بھیجکر تعمیر مین شرکت کی تھی اور ہمیشہ چرمی تسمہ زیب کمر اور لباس شنجرفی در بر رہتا تھا اور جب حکام کو عرضی لکھتا تھا تو اول یہ عبارت لکھ دیتا تھا ”دانا بر حق موجود بے شک“ اس فقرے کے بعد قلم جانب مطلب اُٹھتا تھا اور غریبون کو اُس کے لنگر خانے سے کھانا اور جاڑون مین لباس سرمائی ملتا تھا اُسکے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا ابراہیم علیخان بریلی مین چند مدت عہدۂ دیوانی پر مامور رہا پھر انگریزی تحصیلداری پر نوکر ہوا۔

جرنیل کوٹ کمانڈر انچیف کی لکھنؤ مین آمد
اقبال الدولہ کی خرابی

جرنیل کوٹ کمانڈر انچیف کلکتے سے لکھنؤ مین آیا نواب وزیر نے الہ آباد تک استقبال کیا اور کمال طمطراق کے ساتھ شہر لکھنؤ مین لائے بزم ضیافت آراستہ کی اُن دنون سرکار کمپنی کو دکن مین حیدر نایک سے جس کا دار السلطنۃ سرنگ پٹن تھا سخت جنگ درپیش تھی جرنیل صاحب نے نواب وزیر سے زر نقد اور فوج کے ساتھ مدد کرنے کی درخواست کی چنانچہ امرائے لکھنؤ اور جملہ جاگیر دارون پر کئی لاکھ روپے کا چندہ قرار پایا مگر ہر ایک کو اس بات مین اغماض تھا اقبال الدولہ پسر مختار الدولہ نے پیش قدمی کی اور ساٹھ ہزار روپیہ دیا تو چندے کا راستہ طوعاً و کرہاً جاری ہوا حیدر بیگ خان اور سرفراز الدولہ کو اقبال الدولہ کا یہ معاملہ خوش نہ آیا اسلیے اُنکی جاگیر قرق کی اور تین ہزار روپیہ جو اُسکا درماہہ تھا موقوف کیا۔

متفرق واقعات

(۱) آصف الدولہ کے جلوس سے ساتوین برس راجہ بلبھدر سنگھ ناظم اور حیدر بیگ خان سے قرقی تنخواہ کی علت مین مقابلہ پیش آیا بندیلون نے اسکی مدد کی آخر کار فوج انگریزی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۲) اسی سال بچھراج متوطن بنارس شہر بنارس سے کسی فتنہ انگیزی کے باعث کہ خوف سیاست دامنگیر تھا بھاگ کر آیا ہر چند خزانچی کے عزل کے بعد خزانچی مقرر

ہوا اور راجہ کا خطاب ملا۔

(۳۳) جلوس آصفی سے آٹھوین سال لکھنؤ مین محکمہ عدالت قائم ہوا مفتی غلام حضرت اور قاضی غلام مصطفےٰ اسے فتوے مسائل شرعیہ و احکامات عدالت متعلق تھے مگر بھوانی سنگھ اردلی کا اقتدار اتنا بڑھ گیا تھا کہ اُس کی مداخلت کی وجہ سے مقدمات عدالت ضعف پذیر رہے اسلیے عدالت کی افسری سید محمد نصیر برادر عم زاد مختار الدولہ سے نامزد ہوئی اور مولوی محمد امین فتوے کے واسطے مقرر تھے اُن کی تنخواہین سرکار سے مقرر تھین لیکن عملہ عدالت کی تنخواہ تساہل کے ساتھ ملتی تھی راجہ ٹکیٹ رائے مدار المہام دیوانی چونکہ مفتی غلام حضرت پر مہربانی رکھتا تھا اس واسطے سید محمد نصیر برداشتہ خاطر ہو کر بنارس کو چلے گئے اور غلام حضرت کا طوطی بولا۔

(۳۴) ایکبار غلام قادر خان بن نواب ضابطہ خان خلف نجیب الدولہ اپنے باپ سے روٹھ کر لکھنؤ مین آگئے نواب آصف الدولہ نے جھالردار پالکی بخشی اور نواب ضابطہ خان سے اُنکی سفارش کی اس وجہ سے پھر اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

نواب آصف الدولہ اور اُنکے اہلکارون کے مصارف

نواب آصف الدولہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ ہولی اور بسنت وغیرہ کے جشن اور دوسرے لاابالی مصارف مین خرچ کرتے تھے اور ہر سال جو شکار کے لیے کوچ درپیش ہوتا تھا تو کارپردازون پر اس قدر سختی روپے کی طلبی مین فرماتے تھے کہ حیدر بیگ خان اور راجہ ٹکیٹ رائے کا دم ضیق مین پڑتا تھا اُسی وقت حاضر کرتے تھے اس کے سوا نواب وزیر کے مزاج مین یہ بات بھی تھی کہ جو تاجر کوئی عمدہ شے لاتا تھا بلاتکلف خرید فرماتے

تھے خصوصاً انگریزی سوداگرون کا مال ایک روپے سے لاکھ روپے تک مول لینے مین دریغ نہ تھا۔ مارٹین صاحب فرانسیسی جو میجر پھولیر صاحب کے مصاحبون سے تھا اُسنے لاکھون روپیہ نواب وزیر کی بدولت تجارت مین پیدا کیا یہ کیفیت نواب وزیر کے مصارف کی تھی۔ حیدر بیگ خان جو سرفراز الدولہ حسن رضا خان کے نائب تھے بلکہ منیب سے بڑھکر اقتدار رکھتے تھے اُنکے مصارف چھبیس لاکھ روپے سالانہ سے کم نہ تھے گوٹہ کناری عطر اور پھلیل لاکھون روپے کا اِنکے محل مین صرف ہوتا تھا اور راجہ ٹکیت رائے کے مصارف اور بھی زیادہ تھے اُنھون نے بڑی بڑی عمارتین اور متعدد باغات اور اکثر کٹرے اور بہت سے پل اور معابد بنوائے جو آج تک اُن سے یادگار ہین اور الماس علیخان جو ہمیشہ مستاجری کرتے رہے اِنکے مصارف اور بھی بڑھے ہوے تھے وکیل اور متصدی ان حضرت کے اپنے گھرون مین بادشاہ وقت تھے ایک ایک نے لاکھون روپے کی عمارت بنوائی غرض ان مصارف نے حیدر بیگ خان کو دریاے فکر مین ڈبو دیا تھا۔ آخر کار سپاہ پر کمی کا قلم پھرا قدیمی رسالہ وار موقوف ہوے۔

نواب وزیر کا انگریزی سپاہ اور ملازمون کے مصارف کی زیر باری سے گھبرا جانا اور اُن کا وارن ہسٹنگز سے ان مصارف کے بار سے سُبکدوش کر دینے کے لیے التجا کرنا اور نیا عہدنامہ منعقد ہونا

مولوی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین کہتے ہین کہ جو کچھ نواب آصف الدولہ کو سرکار کمپنی کا روپیہ ادا کرنا چاہیے تھا وہ اُن سے ادا نہو سکتا تھا روز بروز قرض

بڑھتا جاتا تھا آصف الدولہ خود تو رات دن عیش وعشرت مین مشغول رہتے تھے
ان کے اہلکار رشوت اور تغلب مین مصروف تھے اس سبب سے سارے مُلک مین
اندھیر تھا۔ زمیندار سرکش تھے رعایا افلاس اور تباہی کی حالت مین ڈوبی ہوئی تھی
جب تک نواب کا تعلق انگریزون سے نہ ہوا تھا تین کروڑ روپے کی آمدنی اُن کے ملک
کی تھی ۱۷۷۶ء مین آمدنی اس سے آدھی بھی نہ ہوئی اور آگے سالون مین اور بھی زیادہ
خاک اُڑی فیض آباد مین جو عہد وپیمان روہیلون کی لڑائی کے بعد نواب سے ہوے
تھے جس عہدنامے پر شروع ۱۷۷۵ء مین آصف الدولہ نے دستخط کیے تھے اُس مین
یہ ٹھہرا تھا کہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا ایک برگیڈ اودھ مین رہے گا اور اُس کا خرچ
نواب کے ذمّے ہوگا کورٹ ڈائرکٹرز نے بھی اس امر کو منظور کر لیا تھا کہ اگر نواب کی مرضی
ایسی ہو تو ایک برگیڈ وہان رہا کرے غرض اس سپاہ کا رہنا جبرًا وقہرًا نواب کے ذمّے
نہین لگایا گیا تھا اُن کی مرضی پر موقوف تھا ۱۷۷۸ء مین ایک اور برگیڈ انگریزی
سپاہ کا جس مین انگریزی افسر حکمران اور چھ پلٹنین پیادون کی اور ایک توپخانہ
اور ایک حصّہ سوارون کا شامل تھا چند روز کے لیے اور بڑھایا گیا۔ اور فتح گڑھ
مین تعینات ہوا کیونکہ نواب کو خوف آس پاس کے حملون کا تھا اور نواب کی بہت سی
سپاہ انگریزی افسرون کے ماتحت ہوئی اس جدید برگیڈ کے خرچ کے واسطے کوئی مقدار
معین نہین ہوئی اور مختلف اوقات مین تھوڑی سپاہ ضرورتون کے وقت
بلائی گئی۔ ۱۷۷۹ء مین برگیڈ چند روزہ کا خرچ آٹھ لاکھ روپیہ اور نواب کی سپاہ
مین افسرون کا خرچ چار لاکھ روپیہ تخمینے سے زیادہ ہوا یہ تو سپاہ کے خرچ کا حال
تھا اب دوسرا خرچ رزیڈنٹ اور اُس کے عملے کا تھا اب اُس پر گورنر جنرل کے ایک

اور ایجنٹ کا خرچ زیادہ ہوا اس کے علاوہ ملازمان سرکار کمپنی کے تحفہ تحائف
پنشن وغیرہ کا جُدا صرف تھا۔ ۱۸۰۹ء مین نواب نے گورنر جنرل سے اس کمپو کے
خرچ سے سُبکدوشی پانے کی التجا کی اور کہا کہ مین اُس کے بار کے تلے دبکر مرا جاتا ہون
اور تین برس مین سارے میرے مُلک کی آمدنی کھا گیا اب میرے گھر کے آدمیون کو بھی
کھانے کو کچھ نہین بچتا۔ شجاع الدولہ کی اولاد کو جو بھائی تنخواہ ملتی ہے ان ضرورتون
کے سبب سے مُلک کا خراج بڑھانا پڑا اس سے اُس کی تحصیل مین اور بھی زیادہ خسارہ
آ گیا زمیندار اور کاشتکار بھاگ کر چلے گئے سپاہی اور پرانے شریف اور
نجیب زادے حیران ہو کر مُلک چھوڑے چلے جاتے ہین کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس
رہ گئی ہے جو مُلک سے خراج وصول کرتی ہے سب کے گھر مین فاقے کا گھر رہتا ہے
بڑی مشکل سے گذارہ ہوتا ہے یہ خرچ اس سپاہ کا مُجھ سے نہین اُٹھ سکتا۔ سپاہ کام کی
نہین اُس کے افسر ایسے سرکش اور متمرد ہین کہ وہ مُلک کا اپنے تئین مالک سمجھتے ہین
مُلک کا محصول نہین وصول ہونے دیتے اور سارے میرے مُلکی معاملات کو درہم برہم
کر دیا ہے کب تک میرے گلے پر چھُری رہے گی۔ گورنر جنرل کب ایسی سُنتے تھے اُنھون
نے خفا ہو کر لکھا کہ نواب نے خود ہی اپنے مُلک کی حفاظت کے واسطے انگریزی سپاہ کو
بلُایا ہے اُسکے سارے خرچ اُٹھانا اُن کے ذمے واجب ہے اُسکے بلا لینے یا گھٹانے کا اختیار
ہم کو ہے۔ ہم جب چاہین ایسا کرین نواب کو اپنے عہد کے موافق تنخواہ دینی چاہیے
خواہ اس مین مُلک کی آمدنی اُن کی سپاہ کو بھوکا مارے یا اُس کو موقوف کر دین
یہ اُن کا اپنا قصور ہے کیون عیاشی اور بدکاری مین پھنسے رہتے ہین جس سے مُلک کا
یہ حال ہو گیا ہے۔ عہدنامے مین تو میعاد سپاہ کے رہنے کی متعین نہین تھی اس لیے

ضرور تھا کہ اُس کا فیصلہ فریقین آپس مین ملکر کر لیتے لیکن فریقین مین اختلاف تھا اس لیے زبردست فریق کے ہاتھ مین اختیار تھا جو چاہے فیصلہ کرے۔ مگر بعض کے نزدیک یہ ہسٹنگز صاحب کی ہٹ دھرمی تھی عہدنامے مین اور کورٹ ڈائرکٹرز کے احکام مین صاف لکھا ہوا تھا کہ نواب کو سپاہ اپنی مرضی کے موافق رکھنے کا اختیار ہے جس کے معنی صاف ہین کہ جب چاہین رکھین جب چاہین نہ رکھین مگر اسوقت گورنر جنرل کو اور مشکلات درپیش تھین کہ انگریزی سپاہ کو وہ اودھ سے بلا لیتے تو ملک مین اندھیر مچ جاتا۔ میدان خالی دیکھ کر آس پاس کے دشمن اودھ پر پل پڑتے خصوصاً مرہٹے اس تاک مین بیٹھے ہوے تھے وہ ضرور ملک پر چڑھائی کرتے اور پامال کر ڈالتے اور سرکار کمپنی کا قرضہ نواب سے کیسے وصول ہوتا وہ سارا مارا جاتا مرہٹون سے ڈانڈا ملتا۔ سرحد کی حفاظت مین اور اُن سے لڑنے مین سرکار کا اور روپیہ خرچ ہوتا اب بھی سرکار کمپنی دوالے مین تھی پھر معلوم نہین کیا ہوتا۔ حفاظت خود اختیاری کا قانون انصاف کے قانون پر غالب تھا۔ نواب اودھ حقیقت مین سرکار کمپنی کے تابعین سے تھا بغیر اُس کی حفاظت وحمایت کے وہ ایک روز نوابی نہین کر سکتا تھا۔ ہسٹنگز نے جیسے کوئی اپنے تابعین کو حکم دیتا ہے نواب کو لکھا کہ اُن کو سپاہ رکھنی پڑے گی جو استحقاق آقا کو ملازم پر حاصل ہوتا ہے سرکار کو نواب پر اور اُس کے ملک پر یہ حق حاصل تھا۔ گورنر جنرل سے جب اس بات کی دلیل ولایت مین پوچھی گئی کہ اُس نے ایسا کیون کیا تو اُس نے کہا کہ عہدنامے کی عبارت پہلودار تھی اُسکے معنی مشتبہ تھے اسلیے زبردست کو اختیار تھا کہ جو معنی چاہتا وہ عبارت مشتبہ کے مقرر کرتا مگر یہ جواب ہٹ دھرمی پر فریب اور دھوکے کا روغن چڑھانا

تھا عہدنامے مین کوئی عبارت مشتبہ نہ تھی۔ سوا اِس کے گورنر جنرل نے یہ کہا کہ نواب نے جو یہ درخواست دی تھی کچھ اپنی ضرورتون کی وجہ سے نہین دی بلکہ اِن کے صلاح کارون اور مشیرون کو یہ معلوم ہوا تھا کہ سرکار کمپنی کے ممبران کونسل مین طوفان نفاق برپا ہے اُس مین وہ خود غارت ہوا چاہتی ہے۔ اِس لیے نواب کو ایسی درخواست پر مبادرت ہوئی اِس لیے مین نے اُس کا جواب ایسا سخت دیا تھا اگر اُس کا یہ سبب نہوتا تو مین کچھ بات نواب کی مان لیتا۔ اب سرکار کمپنی کا قرض نواب پر ۱۷۸۰ء مین ایک کروڑ چالیس لاکھ روپیہ ہو گیا۔ سپریم کونسل نے تقاضے پر تقاضا شروع کیا نواب نے عذر پر عذر کرنے شروع کیے کہ ملک مین میرے جان نہین ہے میرے پاس کھانے کو بھی نہین اسپر گورنر جنرل نے یہ ارادہ کیا کہ لکھنؤ کو خود جائیے اور آصف الدولہ سے روبرو گفتگو کیجیے مگر نواب نے کچھ چکنی چپڑی باتین بنا کے اُن کو اپنے ارادے سے باز رکھا اور خود ہی تھوڑے سے مصاحبون کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس چنار گڑھ کے قلعہ مین آ گئے ظاہراً معلوم ہوتا تھا کہ اس ملاقات کا انجام بخیر نہوگا کیونکہ نواب تو یہ چاہتے تھے کہ برگیڈ چند روزہ اور رزیڈنٹ اور اُنکی سپاہ کے انگریز افسرون کا اور بہت سے اخراجات کا بوجھ اُن کی گردن سے اُٹھ جائے اور ہسٹنگز صاحب کو روپیہ لینا منظور تھا مگر اتفاق سے ان باتون پر اتفاق ہو گیا اور گورنر جنرل نے مان لیا کہ سوا اُس برگیڈ کے جس کا خرچ شجاع الدولہ کے زمانے مین بھی لیا گیا تھا اور جسکی تنخواہ دو لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ ماہوار تھی اور اُس ایک پلٹن کے جو رزیڈنٹ کی حفاظت کرے اور جسکی تنخواہ پچیس ہزار روپیہ ماہوار قرار پائی ہے باقی تمام سپاہ کے خرچ نواب کے ذمے سے اُٹھا لیے گئے آصف الدولہ نے گورنر جنرل سے کہا کہ کمپنی کا روپیہ

جو مجکو دینا چاہیے اُس کے ادا کرنے کی مجھ مین استطاعت نہین میری والدہ اور دادی
نے جو خزانہ لے لیا ہے اُس کو چھین لینے کی مجکو پر وانگی ہو۔ چنانچہ دوسری شرط
یہ قرار پائی کہ نواب کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے ملک مین جسکی چاہین جاگیر ضبط کر لین
مگر جس جاگیر دار کی سرکار کمپنی دستگیری کرے اُس کی پنشن نقد موافق محاصل جاگیر
کے نواب رزیڈنٹ کی معرفت دین اس عہدنامے پر چوتھی شرط یہ تھی کہ کوئی رزیڈنٹ
فرخ آباد مین مقرر نہو۔

قولنامہ جو وزیر نے گورنر جنرل سے کیا

چونکہ میری درخواستین بلا کمی و تامل کے منظور ہوئین مین اب مکرر وہ درخواست
گذارش کرتا ہون کہ مین نے زبانی عرض کیا تھا اور امید ہے کہ آپ میرے تمام معروضات پر
لحاظ فرمائینگے اور یقین ہے کہ اُن کی منظوری بلا تامل فرمائی جائے گی کیونکہ اُن مین
صرف آپکی مہربانی درکار ہے اور کمپنی کو کچھ تعلق اُن سے نہین ہے صرف اس قدر کہ
جو روپیہ مجھ سے لینا ہے وہ کمپنی کو دیا جائے مین اس واسطے عرض کرتا ہون کہ جو تعداد
نفری سہ بندی اور دوسری فوج کی کثرت سے ہو گئی ہے وہ کم کی جائے اور ایک حد
مقرر ہو جائے اور اُن کی تنخواہ آمدنی پر نہ دلائی جائے بلکہ خزانے سے نقد ملا کرے
اور اُس کی تعداد نفری اُسی قدر ہو جس قدر روپیہ خزانے سے مل سکتا ہو مگر چونکہ
یہ امر بہت مشکل ہو گا جب تک کہ میرے خانگی اور علاقے کے اخراجات جُدا نہ ہون
مین یہ بھی عرض کرتا ہون کہ مجکو کچھ روپیہ مقرر ہو کر اخراجات خانگی کے واسطے

لہ دیکھو تاریخ ہندوستان مؤلفہ بشبرج صاحب ۱۲

ملا کرے اور باقی آمدنی خزانۂ عامرہ مین رکھی جایا کرے اور صاحب رزیڈنٹ بہادر اُس کا ملاحظہ کر لیا کرین اور اُس مین سے اخراجات سپاہ و دفاتر ہوا کرین اس صلاح سے مُراد یہ نہین ہے کہ سالانہ ادائے سرکار کمپنی مین تخلل واقع ہو بلکہ وہ یعنی ادائے قرضۂ سابق و مطالبۂ حال کمپنی ہر سال بتعداد مختلف دیا جائیگا۔

گورنر جنرل نے جو نواب کے ساتھ اس قدر رعایت کی اس کی وجہ یہ تھی کہ نواب نے اُن کو دس لاکھ روپے بطور نذر کے دیے تھے نقد روپیہ تو نواب کے پاس تھا نہین کیونکہ وہ اس وقت مین قرضدار تھے۔ دس لاکھ روپے کی ہنڈی ایک بڑے مہاجن کے نام تھی گورنر جنرل نے اپنی چٹھی مورخہ ۲۰ جنوری ۱۷۸۲ء کے ذریعہ سے کورٹ ڈائرکٹرز کو اس رقم کی اطلاع کر دی اور لکھا کہ یہ روپیہ مجھے میرے حسن خدمات کے جلدو مین مل جائے مگر کورٹ ڈائرکٹرز نے اس عطا کے دینے مین تخلل کیا اور صاف انکار کر دیا۔

عہدنامۂ چنار گڑھ کی دوسری شرط کے مضمون پر بحث

اِس عہدنامے کو دیکھ کر کہ نواب اپنے مُلک مین جسکی چاہین جاگیر ضبط کر لین تم کو تعجب ہوگا کہ اس مین ظاہرا کوئی نفع انگریزون کا نظر نہین آتا۔ مگر اس مین بڑا فائدہ نقاب مین مُنھ چھپائے ہوے تھا اب آشکارا ہوتا ہے آصف الدولہ کی دادی اور مان دو بڑی بوڑھی بیگمین تھین شجاع الدولہ کے وقت مین اُن کا بڑا دَور دورہ رہتا تھا اور اُن کے مرنے کے بعد بھی بہت بڑی جاگیر پر قابض تھین اس جاگیر کا اہتمام اور

بندوبست اُنھون نے اپنے ہی ہاتھ مین رکھا تھا اور آپ ہی اُس کا کُل روپیہ وصول
کرتی تھین اس کے سوا شجاع الدولہ نے خزانۂ کثیر جمع کیا تھا جس کا تخمینہ تین کروڑ
روپیہ تھا وہ بھی انھین کے قبضے مین تھا یہ دونون ساس بہوین فیض آباد مین
بڑے عمدہ محلون مین رہا کرتی تھین اور آصف الدولہ لکھنؤ مین رہتے تھے گومتی کے
کنارے پر اُنھون نے عمارتین تعمیر کرائی تھین چونکہ اس وقت سرکار کمپنی کو بہت
سے اخراجات درپیش تھے اس لیے ہسٹنگز صاحب کو یہ سوجھی کہ ان بیگمون کی دولت کو
کسی طرح لینا چاہیے۔ انگریزون کو دولت اپنے اخراجات ضروری کے لیے چاہیے تھی
نواب کو اپنے گلچھرے اُڑانے کے لیے درکار تھی غرض ان دونون بھلے مانسون کے
آپس مین قول و قسم ٹھہر گئے کہ ہسٹنگز صاحب تو نواب کو فوج اور افسران ملکی کے
بار خرچ سے سُبکدوش کر دین اور نواب ان دونون عورتون سے دولت لے کر
اپنا قرضہ سرکار کمپنی کا چُکا دین۔ نواب کو بحیثیت نوابی ان بیگمون کی جاگیر پر اپنا اختیار
تھا اور اُن کی دولت کے وہ وارث موافق شرع کے تھے بیٹے کے ہوتے مان کا حق
آٹھوین حصے کا ہوتا ہے اور مان کے ہوتے دادی کا کچھ حق نہین ہوتا نواب آصف الدولہ
کی غفلت یا بے پروائی یا فیاضی تھی کہ اُن کی مان اور دادی یہ خزانہ دبا بیٹھی تھین
آصف الدولہ نے مان کو بہت تنگ کر کے بہت سا روپیہ تو لے کر اُڑا دیا تھا ۱۷۷۵ء
مین کہ شجاع الدولہ کو مرے ہوے بہت دن نہین گذرے تھے ان کی بیوی نے
گورنمنٹ انگریزی کو یہ شکایت لکھی تھی کہ مین اپنے بیٹے کے ہاتھ سے تنگ ہون ایک دفعہ
تو ۲۶ لاکھ روپے مجھ سے اس بہانے سے لے چکا ہے کہ سرکار کمپنی کا روپیہ دینا نہایت
ضروری ہے اب دوبارہ تیس لاکھ روپیہ مانگتا ہے کہ سرکار کو عہد و پیمان کے موافق

دینا ناگزیر ہے اگر وہ نہ ادا کیا جائے گا تو مین تباہ ہو جاؤن گا اِس پر انگریزون نے
بیچ مین پڑکر ایک عہد مؤثق بیگم کے ساتھ کیا کہ اب آیندہ آصف الدولہ اُن کو
روپے کے لیے نہین دق کرینگے اور وہ اپنی جاگیر و مال پر قابض رہینگی اور اُن کو
اختیار ہے کہ جہان چاہین وہان رہین بالفعل یہ تیس لاکھ روپے دیدین۔ مگر اب
زمانہ بدل گیا خود ضامن و محافظ کو روپے کی ضرورت تھی جس نے ضمانت دی تھی
اُس کو کچھ شرم ولحاظ اس کا نہ تھا کہ وہ آصف الدولہ سے وہ بد حرکتین کرائے
جنکو کرتے ہوے وہ جھجکتے تھے۔ اب ضرور تھا کہ ان بیگمون کی جاگیر و مال و دولت
ضبط کرنے کے واسطے کوئی وجہ بھی نکالنی چاہیے اور وجہ بھی ایسی ہو کہ جو رسم و
رواج اور دین وایمان اور آیئن وانصاف کے موافق اور آدمیت وانسانیت
کے مطابق ہو اور ادب فرزندی کے بھی خلاف نہو مان کا ادب اور پاس عزت تو
وحشیون مین بھی ہوتا ہے اِسلیے سوچتے سوچتے یہ سوجھی کہ چیت سنگھ زمیندار بنارس
کی بغاوت کا الزام لگائے کہ اُنھون نے چیت سنگھ کی اعانت کی اور اُس کو فوج بھی
بھیجی اور روپیہ بھی بھیجا۔

انگریزی مورخ اور مترجم جو اصل کار سے واقف نہین ہین وہ آصف الدولہ
کی بدسلوکی کے اپنی مان کے ساتھ تمام الزام کو وارن ہیسٹنگز کے سر تھوپتے ہین اور
عہد نامہ چنار گڈھ کی اس دوسری مجمل شرط سے کہ نواب کو بہ اختیار ہے کہ وہ اپنے ملک
مین جسکی چاہین جاگیر ضبط کرلین یہ سمجھتے ہین کہ گورنر جنرل نے اُن کی مان کی جاگیر کے
ضبط کرنے کی اجازت دی ہے اگرچہ گورنر جنرل کو نواب سے کمپنی کا قرضہ وصول کرنے
کی فکر تھی اور روپیہ اُن کی مان کے پاس بہت تھا جس کو بے کار مصارف مین وہ اور اُن

کے رفیق بے دریغ خرچ کرتے تھے نواب کا خزانہ خالی تھا اس لیے گورنر جنرل کی نظر مین یہ بات ہو تو ہو کہ یہ روپیہ نواب کے ہاتھ لگ جائے تو سرکار کمپنی کا زر قرض وصول ہو جائے مگر حق یہ ہے کہ بانی مبانی اس فساد کے حیدر بیگ خان تھے۔

اس کا کچا چٹھا شیخ محمد فیض بخش ساکن کاکوری نے اپنی فارسی کی تاریخ فرح بخش نام مین لکھا ہے۔ یہ شخص چھ سال کامل شجاع الدولہ کے عہد مین ۱۱۸۳ہجری سے وہان کے حالات دیکھ چکا ہے بعد ان کے آصف الدولہ کی مان کے خواجہ سرا ے مقرب جواہر علی خان کے ساتھ نہایت عزت و تقرب کے ساتھ سات برس تک رہا ہے جواہر علیخان کے مرنے کے بعد نواب ناظر محمد داراب علی خان خواجہ سرا کا ناظر رہا اور یہ عرصہ بیس سال کا تھا تمام حالات مفصل اور چشم دید لکھے ہین کیونکہ ان مین وہ خود بھی شریک رہا ہے پس اُس نے وہ باتین بے مبالغہ لکھی ہین جو خود سُنی اور آنکھ سے دیکھی ہین۔ یہ کتاب ۱۲۳۲ ہجری مین ختم کی ہے اور یہ مکمل تاریخ فیض آباد کے اُن واقعات کی ہے جو آصف الدولہ کی مان اور دادی اور اُنکے نامی نامی ملازمین مین واقع ہوے۔

الماس علی خان کا حیدر بیگ خان کے واجبی مطالبے سے برافروختہ ہو کر اُن کی معزولی پر آصف الدولہ کو آمادہ کرنا اور نواب کی مان کا بھی اس مشورے مین شریک ہو جانا

جب حیدر بیگ خان کو استقلال کامل حاصل ہو گیا تو اب اُنھون نے جوہر طبعی دکھانا شروع کیے سب سے اول الماس علی خان پر ہاتھ ڈالنا چاہا یہ شخص ایک کروڑ روپے کا مستاجر تھا فوج ساتھ رکھتا تھا کسی سے دبتا تھا نہین دستور اس کا یہ تھا کہ آصف الدولہ

اور اُن کے اہلکارون کی بے خبری کی وجہ سے کبھی یہ حیلہ کھڑا کرتا کہ ابکی سال سکھون
کی فوج نے یورش کرکے مُلک کو تباہ کر دیا ہے کبھی یہ کہدیتا کہ برف اور پالے نے
فلان وقت مُلک کے کھیتون کو بگاڑ دیا ہے اور جس قدر چاہتا جمع سرکاری مین سے
کمی کر دیتا اور ریاست مین اتنی توفیق کسی کو نہ ہوتی کہ تحقیقات کرے حیدر بیگ خان
کی نیابت کے زمانے مین بھی تین سال تک یہی وتیرہ رکھا ۱۱۹۴ھ ہجری مین
حیدر بیگ خان نے دلائل صحیح اور براہین قاطع بیان کرکے الماس علی خان کو ساکت
کیا اور سات لاکھ روپے کا اُس سے مواخذہ کیا الماس علی خان سے سولے ادائے
زر مذکور کے کوئی جواب نہ بن سکا اور نہایت پیچتاب کھاکر غیظ و غصّے سے آپے مین نہ ہا
اور نواب سالار جنگ کے قدمون پر دستار استغاثہ ڈالکر اُن سے حیدر بیگ خان کی
معزولی کے باب مین مشورہ طلب ہوا۔ باوجودیکہ پہلے حیدر بیگ خان کی خود ہی تعریف
و تحریک کی تھی چندروز کے بعد نواب آصف الدولہ کو دعوت کے حیلے سے سالار جنگ
کی حویلی مین بُلوا کر اُن سے خلوت مین عرض کیا کہ مین غلام موروثی ہون جس قدر مال و
اسباب مین نے حاصل کیا ہے وہ سب جناب کے لیے تحویل و امانت کے طور پر اپنے پاس
جمع رکھا ہے یہ حیدر بیگ کابلی الاصل ہے اور چونکہ اس کا بڑا بھائی نواب شجاع الدولہ
کے ہاتھ سے مارا گیا ہے اِسلیے نہایت عداوت اِس دولتخانے سے رکھتا ہے اس کے انداز
سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا نقشہ جمائے گا کہ جس کا مٹانا بڑی بڑی تدابیر کے ساتھ
امکان سے باہر ہوگا صلاح دولت یہ ہے کہ اِس منصب عالی اور عہدہ جلیل القدر کو
حیدر بیگ خان سے نکال کر نواب سالار جنگ کے سپرد فرمانا چاہیے وہ بندگان عالی
کے حقیقی ماموں اور ماں باپ سے زیادہ خیر خواہ ہین خانہ زاد نصف مُلک کے قریب

اپنے پاس رکھتا ہے باقی نصف کو بھی سنبھال لیگا اور پیر و مرشد کے اقبال سے تمام
مالی حالت کا انجام اچھی طرح ہوتا ہے گا نواب سادہ مزاج نے بلا تامل اس بات کو قبول
کرلیا اسکے بعد الماس علیخان نے عرض کیا کہ شاید خاطر اشرف سے یہ بات اُتر گئی ہے
کہ نواب مختار الدولہ کے مرنے کے بعد گورنر جنرل اور پیر و مرشد کے درمیان یہ بات
قرار پائی تھی کہ اگر نائب کا تغیر و تبدل منظور ہو تو باہمی استصواب و اطلاع کے
بدون صورت پذیر نہو پس اول کلکتے کو خبر بھیجنا اور اُس طرف کی راے بھی شریک کرلینا
واجب ہے اگر جناب عالیہ متعالیہ (والدۂ آصف الدولہ) بھی گورنر جنرل کو اس
معاملے مین اشارہ فرمادینگی تو اور زیادہ استحکام کی صورت ہو جائے گی آصف الدولہ
نے اس راے کو پسند کیا۔ اس مشورے کے بعد الماس علی خان اٹاوے کو چلا گیا اور
ایک ماہ کے بعد آصف الدولہ اور سالار جنگ اُن کے ماموں یہ دونون فیض آباد
تشریف لے گئے اور جو کچھ الماس علی خان نے سمجھایا تھا وہ تمام باتین جناب عالیہ سے
ظاہر کین اور سب کے مشورے سے بہار علی خان خواجہ سرا کا گورنر جنرل کے پاس
کلکتے کو بھیجا جانا قرار پایا۔

بہار علی خان خواجہ سرا کی صدر یعنی کلکتہ کو گورنر جنرل کے پاس آصف الدولہ کی ماں کی طرف سے سفیر بنکر حیدر بیگ خان کی معزولی کی اجازت حاصل کرنے کیلیے روانگی اور اس مقصد کے حصول مین ناکامیابی

بیگم اور اُنکے مُشیرون نے اخفاے راز مین بہت کوشش کی اور بہار علیخان کو

کلکتے کی طرف روانگی کے لیے لکھنؤ بھیجا بارش کی شدت تھی جب بارش مین کمی واقع
ہوئی تو بہار علی خان نے اپنی عزیمت ٹانڈے کو مشہور کی یہ مقام فیض آباد سے
دو منزل پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ بیگم کی جاگیر مین تھا اور تعلق بہار علی خان
سے رکھتا تھا یہان پہونچکر کلکتے کے سفر کی تیاری شروع کی اور سامان درست ہونے لگا
بیگم کے نامی خواجہ سراؤن مین سے ایک شخص کا نام نشاط علی خان تھا اُس کے دل مین
جواہر علیخان اور بہار علی خان کی مختاری سے آتش حسد سُلگتی رہتی تھی جو کچھ راز
ان کے ہوتے وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو پہونچاتا رہتا تھا
اس نے مجملاً حسن رضا خان کو یہ لکھا کہ یہان بیگم صاحبہ اور نواب آصف الدولہ اور
نواب سالار جنگ کا کوئی مشورہ ہوا ہے معلوم نہین کہ کونسا اہم مطلب درپیش ہے
اُدھر لکھنؤ مین بہار علی خان یا اُن کے کسی مصاحب معتمد کی زبان سے کلکتے کی عزیمت
کی خبر نکل گئی تھی اور تمام شہر مین مشہور ہو گئی تھی خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہار علی خان
کلکتے پہونچا اور وہ تحائف جو گورنر جنرل کے مرتبے کے موافق نہ تھے ہمراہ لے گیا۔ گورنر جنرل
نے اسکی آمد کی خبر سُن کر پہلے دن ہزار روپے دعوت کے نام سے بھیجے اور سات سو روپے
ماہوار پر ایک مکان کرائے لے کر اُس مین ٹھہرایا دو تین دن کے بعد بہار علی خان
گورنر جنرل سے ملا جس کرے مین گورنر جنرل کی اور اُس کی ملاقات ہوئی وہان ایک پردہ
لپٹا ہوا تھا گورنر جنرل کے حکم سے وہ کھولا گیا شجاع الدولہ کی تصویر اُس پر کھچی ہوئی تھی
بہار علی خان تصویر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور آداب تسلیمات بجالایا اور آنکھون مین آنسو
بھر آئے گورنر جنرل نے فرمایا کہ جس دن سے یہ شخص درمیان سے اُٹھ گیا ہے دل سے
تسکین و آرام بالکل زائل ہو گیا ہے۔ اُس وقت گورنر جنرل کی میم ایک طرف بلی کے

بچون کے ساتھ کھیل رہی تھی قیمتی موتی جس کا ہرایک دانہ ہزار روپے سے کم کا نہ ہوگا
بڑے پیالے مین ڈالکر اُن پر بلی کے بچون کو ڈالدیا تھا اور وہ اُن پر سے اُٹھ نہین
سکتے تھے جب اُٹھنے کا ارادہ کرتے پانون کے تلے سے موتی لڑک جاتے اور وہ اِس
تماشے سے ہنستی تھی کان مین جو اُس کے آویزے تھے اُن کا ہرایک موتی پچاس ہزار
کی قیمت سے کم کا نہوگا بہار علی خان نے یہ حال دیکھ کر اپنے تحائف کو لیجانا مناسب
نہ سمجھا شرما گیا لیکن ایک قیمتی زین جو نواب سالار جنگ نے اپنی حویلی سے ساتھ کر دیا تھا
اور چند جواہر کہ بیگم نے اپنی سرکار سے دیے تھے اور چند شیشے عطر کے گورنر جنرل کے سامنے
پیش کیے اُنھوں نے ان تحائف کو دیکھ کر کہا کہ ان کو اُٹھا لو اس لیے کہ دار السلطنۃ
لندن مین یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ ایک کروڑ روپے کے تحفے فیض آباد سے
آئے ہون گے اور یہ چیزین جو کچھ ہین وہ ظاہر ہے البتہ عطر ہم لے لینگے کیونکہ عطر ہمیشہ
علی اکبر خان کی معرفت بیگم صاحبہ کی طرف سے بھجوایا ہوا ہمارے پاس پہونچا کرتا ہے
بہار علی خان نے کہا کہ علی اکبر خان ایک فضول اور یاوہ گو آدمی ہے اپنی عزت افزائی
کے لیے اُسنے عرض کیا ہوگا کہ مین بیگم صاحبہ کا وکیل ہون جو کچھ وہ کہتا ہے دروغ ہے
بیگم صاحبہ نے نہ اُس کو وکیل بنایا ہے نہ اُس کے ہاتھ کبھی عطر بھیجا ہے گورنر جنرل نے
حکم دیا کہ اب اگر علی اکبر خان آئے تو اُسے دخل نہ دیا جائے اور تین سو روپے ماہوار
جو اُس کے سرکار کمپنی کی طرف سے مقرر کر دیے تھے وہ بھی بند کر لیے یہ علی اکبر خان
ڈھاکہ کا رہنے والا نہایت ذکی و ذو فنون تھا با وجودیکہ اُمّی محض تھا مگر دس بیس خط
اراکین مشرق کے جو اس کے نام پر تھے اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ہر ایک کو نکالکر صفائی
اور سُرعت کے ساتھ پڑھ دیتا تھا ۱۱۸۶ھ ہجری مین جب شجاع الدولہ انگریزون سے

شکست پاکر روہیلون کے ملک مین چلے گئے اور انگریزون نے لکھنؤ مین دخل کرلیا
تو چند ماہ تک لکھنؤ کا کوتوال رہا پھر کبھی اِس ریاست مین نوکری نہ ملی زبان فارسی
خوب سمجھتا اور بولتا تھا چونکہ کلکتے مین یہ بات مشہور تھی کہ یہ شخص والدہ آصف الدولہ
کی طرف سے وکیل ہے اِسلیے بہار علی خان سے خط وکتابت شوقیہ کا سِلسلہ جاری کیا
تاکہ مردان کلکتہ اُس کو وکیل جانتے رہین پھر خود ایکبار مِلنے آیا بہار علی خان نے
اُس سے دریافت کیا کہ آج کل اوقات معیشت کہان سے ہے کہا کہ سرکار کمپنی سے
وکالت کی تنخواہ پاتا ہون دریافت کیا کہ کس کی طرف سے وکیل ہو جواب دیا کہ بیگم صاحبہ
کی طرف سے پوچھا کونسی بیگم کہا تمھاری بہار علی خان نے یہ بات گورنر جنرل کی زبان
سے بھی سُنی تھی غُصّے ہوا اور کہا کہ کب تمکو وکیل بنایا ہے کونسا ایسا کام بیگم صاحبہ کا
یہان سے متعلق تھا جس کی ہمکو خبر نہین ہوئی اور تمکو وکیل بنا دیا اکبر علی خان خاموش
ہوگیا اور محجوب ہوکر چلا گیا اور بہار علی خان سے عداوت پیدا کرلی اور خرابی کی فکر مین
مصروف ہوا۔ دوسری بات بہار علی خان کے کام کی درہمی کی یہ ہے کہ رائے کاشی راج نام
ایک ہندو تھا جو شجاع الدولہ کی شکست بکسر سے قبل بینی بہادر برہمن نائب شجاع الدولہ
کی جانب سے وکالت کے لیے شجاع الدولہ کے دربار مین حاضر رہتا اور معاملات سوال و
جواب مین اچھا سلیقہ رکھتا تھا۔ حیدر بیگ خان نے آصف الدولہ کی وکالت کے لیے
گورنر جنرل کے پاس کلکتے کو بھیجا تھا چند سال سے وہان تھا سال بھر کے عرصے سے اُس
کی تنخواہ سرکار لکھنؤ سے نہین پہونچی تھی اس لیے تکلیف اُٹھا رہا تھا۔ بہار علی خان کی ملاقات
کو آیا اور مزاج پرسی کے بعد ہزار روپے بطور قرض کے مانگے اُس نے ندیے بلکہ رنج
پہونچانے کو حسن رضا خان و حیدر بیگ خان کی نسبت ہتک آمیز الفاظ کہے یہ بھی

کشیدہ خاطر ہوکر چلا گیا تیسری وجہ یہ ہے کہ یاقوت نام خواجہ سرا بہار علی خان کی حویلی کا مختار تھا اسکے ذمے ہزارون روپے تھے بہار علی خان چاہتا تھا کہ فیض آباد پہونچکر اپنے گھر کا حساب اُس سے سمجھ کر جو کچھ نکلے گا وصول کیا جائے گا وہ یہ ارادہ بہار علیخان کا معلوم کر کے چاہتا تھا کہ کوئی ایسی بات واقع ہو جس سے اس کا کام بگڑ جائے اپنے حال مین گرفتار ہوکر مجھ سے تعرض کی فرصت نرہے اس لیے نمک حرامی پر کمر باندھی اور جو کچھ یہان مشورہ واقع ہوتا کاشی راج اور اکبر علی خان کو پہونچا دیتا بلکہ ان باتون پر قناعت نکرکے اپنی طرف سے بھی چند ایسی باتین بنا کر جو بہار علی خان کی خانہ براندازی کا موجب ہوتین کہتا۔

بیگم صاحبہ کی گورنر جنرل سے چار خواہشین تھین۔

(۱) مختار الدولہ اور جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کے زمانے مین جو کاغذ وثائق کے دُرست ہوسے تھے اُن پر گورنر جنرل کی مہر بھی ہو جائے تاکہ اچھی طرح استحکام ہو جائے۔

(۲) ہمارا جب دل چاہے اور جہان کی آب وہوا پسند آئے خواہ بنارس ہو یا عظیم آباد یا خود اپنی جاگیر کے محالات اُس مین مع تمام سامان اور نوکر و چاکر کے جاکر رہنے لگین فیض آباد سے روانگی کے وقت کوئی شخص تعرض نکرے۔

(۳) ایک دو مرتبہ ہمارے اندوختے مین سے خواہ ہماری رضامندی سے یا بغیر رضامندی کے لے لیا گیا اب ہماری جاگیر کے محالات اور زر نقد اور خواجہ سراؤن اور خادمان محل سے کسی کو سروکار نرہے (جو کہ آصف الدولہ کی طرف سے بیگم کو کشیدگی خاطر تھی یہ اُنکی طرف اشارہ تھا)

(۴) تبدیلی نائب کی خواہش تھی کہ گورنر جنرل اس سے اتفاق راے کرین۔

اول اول گورنر جنرل نے ان امور پر رضامندی ظاہر کی اور بہ طیب خاطر بہار علی خان کی تسلّی و تشفی کرکے اطمینان دلادیا بہار علی خان نے تمام سرگذشت بیگم صاحبہ کے حضور مین فیض آباد کو لکھ بھیجی اس بات سے ان کو ایک طرح کی خوشی و انبساط حاصل ہوا اس کے بعد گورنر جنرل کے ہان کے کارپردازون نے بہار علی خان سے کچھ چاہا اُس نے کراہیت خاطر کے ساتھ قبول کرکے بیگم صاحبہ کی منظوری پر موقوف رکھا جب بیگم صاحبہ کی خدمت مین یہ بات لکھی تو جواب بھیجا کہ جو کچھ مقتضاے وقت ہو عمل کرے اہلکاران مذکور کی طرف سے جتنا سوال ہوتا بہار علی خان اُس مین کمی چاہتا گو بہار علی خان بلند حوصلہ اور خوش ہمّت آدمی تھا لیکن یاقوت درپردہ اُسکے کام کو بگاڑنا اور بنیاد شوکت کو ڈھانا چاہتا تھا اس لیے وہ بہار علی خان کو خراب صلاح دیتا تھا بہار علی خان اُس کے کید سے غافل تھا یاقوت اتنا بخیل و مُمسک تھا کہ کوئی اگر اُس کا صبح کو نام لیتا تو تمام دن روٹی اور پانی سے محروم رہتا یاقوت بہار علی خان کے آج کل صلاح کارون مین تھا خیرخواہی اور اظہار دوستی کی راہ سے صلاح دیتا کہ اتنا نہ دینا چاہیے بلکہ تھوڑا تھوڑا بڑھانا چاہیے یہان تک کہ طرفشانی کا سوال چالیس لاکھ روپے کا تھا چند ماہ کی گفتگو مین گھٹتے گھٹتے پندرہ لاکھ پر نوبت پہونچی اور اس پر بھی اُس کو صبر نہ آتا تھا سوال و جواب کی مُدّت بڑھ گئی۔

اس مدت دراز مین کاشی راج اور اکبر علی خان کے عرائض حیدر بیگ خان کو لکھنؤ پہونچگئے تھے جو کچھ ان لوگون نے یاقوت کی زبان سے سُنا تھا وہ اور اُس

کے علاوہ اپنی طرف سے مضمون بڑھا کر لکھدیا تھا بیچارہ حیدر بیگ خان اِس منصوبے سے غافل باطمینان خاطر کام کر رہا تھا لکھنؤ مین داد عیش و عشرت دے رہا تھا ان عرائض کے مطالعہ کرنے سے چہرہ فق ہو گیا مُنھ پر ہوائیان اُڑنے لگین آنکھون مین عالم شب دیجور سے زیادہ تاریک ہو گیا مضطربانہ حسن رضا خان کے پاس گیا اور یہ تمام ماجرائے دل آشوب اُن سے بیان کیا مُدت تک نائب منیب دونون دریائے فکر مین غوطے مارتے رہے اور کوئی بات تسلی خاطر کی ان کے دل مین نہین جمتی تھی حیدر بیگ خان نے اپنی طبیعت کو قابو مین کر کے یہ بات کہی کہ جناب عالیہ نواب شجاع الدولہ کے سامنے سے ریاست اور کارہاے بندوبست اور معاملہ سپاہ سرکاری سے سروکار نہین رکھتین۔ ان کو ان معاملات کی طرف کسی طرح کا التفات نہین اور مین اور آپ دونون اُن کی اطاعت اور فرمان برداری مین کسی قسم کی کوتاہی نہین کرتے کوئی تقصیر جس سے اُن کی کشیدگی خاطر متصور ہو ہماری طرف سے ابتک وقوع مین نہین آئی تاکہ یہ تدارک ہمارے واسطے تجویز کرتین اول یہ بات تلاش کرنی چاہیے کہ یہ گُل تازہ کس کے باغ سے کھلا ہے اور یہ ہوا کس میدان سے چلی ہے اور باعث اس کا کیا ہے اس کے بعد تدابیر صائبہ کے ساتھ اس فساد کی درستی اور اس رخنے کی دروازہ بندی کی جائے حسن رضا خان اگرچہ جودت طبع وذکا سے عاری تھے لیکن رسائی عقل اور یاوری اقبال سے یہ بات نہایت دوراندیشانہ کہی کہ سعدی کی گلستان مین ہے کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود تم جب تک اس فتنۂ خوابیدہ کے ظہور کی تحقیق وتلاش کرو گے اُس وقت تک حریف جو مُدت سے کلکتے مین بیٹھا ہوا ہے اپنا مطلب نکال لیگا مصلحت وقت یہ ہے

کہ اول فوراً گورنر جنرل کے حضور سے حریف کی اس کارروائی کو بند کرا کے یہ راستہ روکدیا جائے تاکہ ہم دشمن کے نشانے سے بچ کر دوسری فکرمین مشغول ہون اور اُس وقت تحقیق و تفتیش اصل کار کی دلجمعی کے ساتھ کرسکین حیدر بیگ خان نے یہ تجویز بہت پسند کی اُسی جلسۂ شورے مین سرفراز الدولہ اور حیدر بیگ خان کیطرف سے اس مضمون کا مراسلہ گورنر جنرل کے واسطے تیار ہوا کہ جس کام کے لیے بہار علیخان حاضر ہوا ہے ہم اُمیدوار ہین کہ وہ قبول نفرمایا جائے اس سرفرازی کے عوض مین ایک کروڑ روپے خادمان عالی کے اخراجات کے لیے بطریق نذرانے کے پیش کیے جائینگے اور بالفعل بارہ لاکھ روپے مُرسل ہین کلکتے کے مہاجنون سے خزانے مین داخل ہوجائینگے یہ تحریر تو انکی طرف سے روانہ ہوئی اور بہار علی خان کا حال کلکتے مین یہ تھا کہ پندرہ لاکھ مین سے بھی پانچ روپیون کی کمی چاہتا تھا جیسے ہی عریضہ حیدر بیگ خان کا بارہ لاکھ روپے کی ہُنڈی کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس پہونچا بہار علی خان کے سوال و جواب دفتر لیت و لعل مین داخل ہوگئے بہار علی خان کو اُدھر کی بے اعتنائی اور پہلو تہی ظاہر ہونے لگی جب اپنی طرف توجہ کم دیکھی تو گورنر جنرل سے رخصت چاہی اُدھر سے بہت خوب جواب پاکر فیض آباد کی واپسی کو آمادہ ہوا اور روانگی کا دن قرار پایا گورنر جنرل نے رخصتانہ خلعت دیا۔ بہار علی خان چونکہ شجاع الدولہ کے دربار کا خوگر تھا دوسرے اغنیا اور سلاطین کے دربارون سے آشنا نہ تھا وہی پرانی بو دماغ مین بھری ہوئی تھی۔ عمدہ خلعت کو واپس کرکے عرض کیا کہ جس مطلب کو مین آیا وہ نکل جاتا اُس وقت مین مجھے یہ خلعت زیب دیتا تھا اب کس طرح اس کو پہنون گورنر جنرل اس حرکت سے آزردہ ہوے اپنی مجلس مین فرمانے لگے کہ شجاع الدولہ

کو یہ ملک شکست کے بعد سرکار کمپنی نے مرحمت کیا ہے وہ جب تک زندہ رہے اس دولت کے آداب کی رعایت کرتے رہے یہ خواجہ سرا کہ اُن کا غلام ہے اس کو یہ جسارت کیسے ہوئی کہ اس سرکار کے انعام کو بے قدر و ناچیز جانکر پھیرتا ہے بہار علی خان نے یہ کلمات سُنے تو فوراً فیض آباد کو روانہ ہو گیا اور اس راہ بعید کو تھوڑے ہی دنون مین طے کر کے اپنے مقام پر پہونچ گیا اور بے حصول گوہر مقصود بیگم صاحبہ کے سامنے شرمندہ حاضر ہو کر وہان کا تمام حال عرض کیا۔ ایک مطلب کے برہم ہونے کے لیے جس سے بیگم صاحبہ کو زیادہ تعلق بھی نہ تھا دو تین دوسرے اہم مقاصد جو اُن کی ذات سے خصوصیت رکھتے تھے برہم ہو گئے۔

حیدر بیگ خان اور حسن رضا خان پر شعلہ افروزی الماس علی خان و نواب سالار جنگ کا راز کھل جانا

بہار علی خان کے بے حصول گوہر مقصود واپس ہو جانے سے حیدر بیگ خان اطمینان حاصل کر کے اس بات کی تحقیق و تلاش کے درپے ہوے کہ اس مفسدے کی شعلہ افروزی کا بانی اور اصل کون ہے چپکے چپکے بہت سے مخبر لگا دیے جو کہ معمول ہے کہ جو بھید دوسرے پر کھل جاتا ہے ہرگز چھپا نہین رہتا خواہی نخواہی آشکارا ہو جاتا ہے بہت سی تلاش کے بعد پتا چلا کہ اس فساد کی بنیاد الماس علی خان کی طرف سے ہے جو کہ اُس سے سات آٹھ لاکھ روپے تنگ کر کے وصول کیے تھے اسلیے اُسنے دشمنی پر کمر باندھ کر یہ تجویز نکالی تھی گو بظاہر وہ کنارہ کر کے اپنی مستاجری کے علاقے کو چلا گیا تھا لیکن کارستانی اُسی کی ہے اور نواب سالار جنگ کا شریک غالب ہونا اور اُن کے کہنے سے آصف الدولہ کا آمادہ

ہو جانا اور ان کی خواہش سے بیگم صاحبہ کا دخل دینا اور بیگم صاحبہ کا بہار علی خان کو بھیجنا ذرا ذرا سی باتین معلوم ہو گئین اب حیدر بیگ خان ان کی خرابی شوکت کے درپے ہوے۔ الماس علی خان کی نسبت خیال کیا کہ اُس کا گرانا اور اُسکے معاملات کو بگاڑنا زیادہ دشوار نہین کیونکہ وہ کروڑ روپے کے محالات کا عامل ہے رات دن اُسکے طرح طرح کے معاملات پڑتے رہتے ہین اُس کو پایۂ اعتبار سے گرا کر محاسبے کے شکنجے مین کھینچنا آسان تھا مگر جسارت اور بے ادبی بیگم صاحبہ اور اُن کے متعلقین اور سالار جنگ کے ساتھ سخت مشکل معلوم ہوتی تھی آخر بہت سے تامل و تدبر کے بعد یہ بات حیدر بیگ خان کے ذہن مین آئی کہ مان بیٹون مین رنج و نفاق پیدا کر دینا چاہیے جو کچھ ظاہر ہو آصف الدولہ کے ہاتھ سے ظاہر ہو اور ہم اس بدنامی سے محفوظ اور کنارے پر رہین اہل نجوم سے حیدر بیگ خان کو بڑا اعتقاد تھا چند نجومی اُنکے نوکر تھے حیدر بیگ خان اُن سے اپنے طالع کی سعادت اور بہار علی خان وغیرہ کے طالع کی نحوست کا حال دریافت کرتے تھے دو برس تک مطلب برآری کے موافق جواب نہ پایا جب منجمین اور ستارہ شناسون نے حیدر بیگ خان کے طالع کی سعادت اور طرف ثانی کے طالع کی نحوست بتا دی تو اب اُنھون نے اپنے ارادے کے ظہور کے لیے عزم بالجزم کر کے اس کام پر آمادہ ہوے جواہر علی خان کی شوکت و ثروت دوسرے خواجہ سراؤن سے بڑھی ہوئی تھی خواجہ سرا ے ہمسر و ہمچشم اُنکے اوج حشم پر خار کھائے تھے حسد کی آگ اُن کے سینون مین ہمیشہ مشتعل رہتی تھی اور وہ لوگ ہمیشہ سے چاہتے تھے کہ یہ خفت و ذلت اُٹھائے ایکبار نواب آصف الدولہ اپنی مان اور دادی کی زیارت کے لیے لکھنؤ سے فیض آباد آئے تھے اور ایک دن چوک کے بازار مین ہاتھی

پر سوار کچھ چیزین خرید رہے تھے اُس وقت اُن کی ماں اپنی ساس سے ملکر اپنے رہنے
کے مقام پر جو عین بازار مین واقع تھا آ رہی تھین جواہر علی خان سکھپال کے پیچھے پیچھے
ہاتھی پر سوار جا رہا تھا عین بازار مین آصف الدولہ سواری دیکھ کر ہاتھی سے اُتر پڑے
اور آداب نیازمندانہ کے ساتھ مجرا و سلام کر کے سکھپال کا پایہ پکڑ کر چند قدم ہمراہ چلے
اُس وقت جواہر علی خان نے چاہا کہ نواب کے پاس ادب سے ہاتھی سے اُتر آئے لیکن
نواب نے اپنے ہاتھ سے منع کر کے فرمایا کہ اس وقت سواری اشرف کے ساتھ ہے بدستور
سوار رہے ناچار جواہر علی خان سوار رہا بازاری لوگ اور دوسرے آدمی جو اس ممانعت
کے حال سے بے خبر تھے اور دور سے تماشا دیکھ رہے تھے طعن کرنے لگے کہ آقاے نعمت
تو زمین پر پیادہ کھڑا ہے اور خواجہ سرا جو ایک غلام ہے ہاتھی پر سوار چل رہا ہے۔
اسی طرح ایک مرتبہ بیگم صاحبہ اپنی ساس سے ملنے کے واسطے سوار ہوئی تھین اور
چوک سے خود نواب قلعہ کو جا رہے تھے قلعہ کے دروازے مین ایک دیوار کھچی ہوئی تھی
جو نگاہ کو روکتی تھی نواب کے پیش جلو کے آدمی اُن کی ماں کے پیش جلو کے آدمیون سے
رل گئے اور دونون مین ریل پیل ہونے لگی دونون طرف سے چوبدار اور نقیب دورباش
کے اہتمام مین سرگرم تھے اور دوسرے جلودار بھی دورباش بولتے جاتے تھے
بیگم صاحبہ کے آدمیون نے نواب کے آدمیون کی ڈنڈون اور سونٹون سے خوب
خبر لی یہ بات بھی عوام مین بہت زبان زد رہی حالانکہ نواب آصف الدولہ نے اس
امر کو گوارا کر لیا اور اپنے آدمیون کو ماں کے آدمیون کے ساتھ جھگڑا کرنے سے
روکا۔

گورنر کی بنارس کی طرف آمد حیدر بیگ خان کا کمپنی کے روپے دینے کے لیے آصف الدولہ کو اس امر پر آمادہ کرنا کہ وہ اپنی مان سے روپیہ مانگین اور چیت سنگھ زمیندار بنارس کی حقیقت

بہار علی خان کی کلکتے سے مراجعت کے بعد گورنر جنرل نے کلکتے سے حیدر بیگ خان کو لکھا کہ تمھاری خاطر اور پاسداری سے جو معاملہ بہار علی خان کے ساتھ ہوا وہ ظاہر ہے اُس وعدے کے مُطابق وہ زر کثیر ہمارے پاس بے تامل پہونچاؤ حیدر بیگ خان نے جو یہ دیکھا کہ مجھ سے اس قدر رقم سرانجام نہین ہوسکے گی جواب مین گذارش کیا کہ جناب والا بنارس تک تشریف لاوین تو انشاءاللہ تعالےٰ وہ تمام روپیہ خزانۂ سرکار کمپنی مین پہونچ جائے گا۔

اس کے سوا دوسری وجہ گورنر جنرل کے بنارس مین آنے کی راجہ بنارس کا واقعہ تھا اس سے پہلے بیان ہوچکا ہے کہ راجہ بنارس جو پیشتر نواب وزیر کے ماتحت تھا اب انگریزون کے تابعین مین قرار پایا تھا اس راجہ کا نام چیت سنگھ تھا اس کا خاندان قدیمی نہ تھا جس وقت سلطنت مغلیہ کو نادر شاہ کے حملے سے صدمہ پہونچا تو اس افراتفری مین گنگا پور کے زمیندار برہمن منسارام نے کچھ ملک دباکر محمد شاہ سے راجہ کا خطاب حاصل کیا یہ راجہ کا خطاب پہلے بادشاہ کے ہان سے اُسی شخص کو ملتا تھا جو صاحب مُلک و حشمت ہوتا تھا آج کل کا راجگی کا خطاب نہ تھا کہ بے مُلک دیا جاتا بعد ازان بلونت سنگھ اُسکا

جانشین ہوا اور اُس کو بھی خطاب راجگی کامل گیا۔ عالمگیر کے عہد سے بنارس کا صوبہ اودھ کے شامل ہو گیا تھا اِسلیے یہ راجہ شجاع الدولہ کو خراج دیتا تھا اُس نے جو خدمات سرکار کمپنی کی شجاع الدولہ اور انگریزون کی لڑائی مین بکسر مین کین اور اُس کے عوض مین جو سلوک انگریزون نے اُس کے ساتھ کیا وہ بیان ہو چکا ہے وہ انگریزون کے لُطف وعنایت سے اپنے مُلک مین خیر وعافیت کے ساتھ راج کرتا تھا۔ جب وہ ۱۷۷۰ء مین مر گیا تو اُس کا بیٹا جو ایک طوائف کے بطن سے تھا چیت سنگھ اُس کا نام تھا اور ریاست کی قابلیت رکھتا تھا اُس کا اس طرح جانشین ہوا کہ نواب شجاع الدولہ کو بہت سا نذرانہ دیا اور کچھ خراج کے زیادہ دینے کا وعدہ کیا کچھ انگریزون کا سہارا ڈھونڈا اُنھون نے شجاع الدولہ سے سند بنارس کے راجہ ہونے کی اُنھین شرائط کے ساتھ جو اُس کے باپ کے ساتھ تھین دلادی۔ ۱۷۷۳ء مین جب ہسٹنگز کی ملاقات شجاع الدولہ سے ہوئی تو اُنھون نے یہ کہا کہ مجھ سے دس لاکھ روپے لے لو اور اس راجہ کو مُعطل کر دو مگر گورنر جنرل نے کہا کہ ہم اُن عہد و پیمان کو جو بلونت سنگھ کے ساتھ ہوے ہین چیت سنگھ کے ساتھ نہین توڑ سکتے۔ اور گورنر جنرل نے چٹھی چیت سنگھ کو لکھی کہ تمھاری عزت و دولت و حکومت و ثروت کی جب ہی تک خیر ہے کہ تم سرکار کمپنی کے سایۂ عاطفت مین پناہ گزین ہو اور ہمکو بھی تمھاری حُرمت ملحوظ ہے تمھارا ملک ہماری سرحد پہ واقع ہے اور تمھارا دوست ہونا اُس کی پُشت و پناہ ہے۔ ہمکو یقین ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہمیشہ وفادار رہوگے اور جب ہمکو تم سے کام پڑے گا تو اُس کو دل سے کروگے اور تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ خراج زیادہ نہین لیا جائے گا جب سرکار کمپنی کے آصف الدولہ

کے ساتھ عہد و پیمان ہوے اور نیا انتظام کیا گیا تو جس ملک پر چیت سنگھ حکومت کرتا
تھا وہ ۵۷۷۵ء مین سرکار کمپنی کے حوالے کر دیا گیا سرکار کمپنی نے بھی چیت سنگھ کو
بدستور اپنے حال پر بحال رکھا اور بائیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار ایک سو اسی روپیہ سالانہ
خراج ٹھہرالیا اور اقرار کرلیا کہ راجہ سے اور زیادہ خراج نہین مانگا جائیگا۔ ہندوستان
مین اس وقت انگریزون سے کئی جگہ لڑائیان ہو رہی تھین اور اُن کے مصارف
بہم پہونچانا گورنر جنرل کا کام تھا اس وجہ سے ہیسٹنگز صاحب کے سر پر اس وقت
اس قدر بوجھ پڑا کہ شاید ہی کبھی کسی اکیلے شخص پر گو کیسا ہی عالی حوصلہ کیون نہو اس
سے زیادہ پڑا ہو۔ حیدر نایک والی میسور۔ فرانسیس۔ ولندیز۔ مرہٹے یہ سب کے سب
ایک ہی دفعہ انگریزون کی مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوے تھے اور سب سے ہنگامۂ
کارزار گرم تھا۔ مگر لڑائی روپے بغیر کب ہو سکتی ہے اسلیے گورنر جنرل کو روپیہ فراہم کرنے
کی فکر تھی اس لیے اُنھون نے راجہ چیت سنگھ والی بنارس سے یہ کہا کہ سرکار انگریزی
جو تمھاری حاکم اور محسن ہے اُس کی اس ضرورت کے وقت روپے اور فوج سے
مدد کرو راجہ نے اس سے پہلوتہی کی اس لیے گورنر جنرل آپ بنارس چلے آئے
اس سے اُن کا خاص منشا یہ تھا کہ چیت سنگھ کو دبا کر اپنا کام نکالین۔

لیکن محمد فیض بخش نے فرح بخش مین گورنر جنرل کے آنے کی حقیقت یون لکھی ہے
کہ اوسان سنگھ بلونت سنگھ کا نائب تھا اُس کے تمام کاروبار یہ سرانجام دیتا تھا چیت سنگھ
سے اس کی نہ نبھی اور خدمات سے معزول کر دیا گیا یہ شخص چاہتا تھا کہ سبز باغ دکھا کر
خود مسند ریاست پر بیٹھ جائے راجہ بلونت سنگھ کی ایک بیٹی رانی سے تھی اُس سے ایک بیٹا
تھا یہ لڑکا بھی مسند نشینی کی تمنا رکھتا تھا اور چیت سنگھ کی مسند نشینی سے جو رانی

سے نہ تھا ناراض تھا اوسان سنگھ ایک سال سے کلکتے مین گورنر جنرل کے پاس حاضر
تھا اور بار بار عرض کرتا تھا کہ چیت سنگھ نالائق ہے اُس کی سرکار کی رونق مجھ سے
تھی اور بلونت سنگھ کے نواسے کی طرف سے بھی عرائض گذارتا تھا وہ لکھتا تھا کہ
میری ماں رانی کے بطن سے ہے اسلیے ریاست کا مستحق مین ہون اگر چیت سنگھ کی جگہ
مجھکو مسند نشین کر دیا جائے تو ایک کروڑ روپے بطور نذرانے کے پیش کرونگا اور
دس لاکھ روپے سالانہ اُس خراج پر اضافہ کرونگا جو چیت سنگھ دیتا ہے یہ بات
گورنر جنرل کے دل مین تھی جب حیدر بیگ خان نے عریضہ گورنر جنرل کو بنارس تک
آنے کے لیے لکھا اور انقلاب کا وقت پہونچ گیا گورنر جنرل نے دو کروڑ روپے لینے
کے خیال سے کلکتے سے کوچ کیا اور وہان سے کشتیون کے ذریعہ سے مغرب کی طرف روانہ
ہوے حیدر بیگ خان نے چیت سنگھ کے ہنگامے کے بعد گورنر جنرل کی کلکتے کو واپسی
سے پہلے صوبۂ لکھنؤ کی آمد و خرچ کے حساب کی فرد دُرست کر کے آصف الدولہ کے
ملاحظے مین گذرانی جس کی رو سے سوا کروڑ روپے سرکار انگریزی کے ریاست اودھ پر
نکلتے تھے جو دونون کمپوس کی تنخواہ اور یورپ کی اشیاے نادرہ کی خریداری کی بابت
تھے ۔ نواب نے ارشاد فرمایا کہ صوبۂ اودھ تمام و کمال اور آدھا صوبہ اکبرآباد جسی قدر
صوبہ الہ آباد تمھارے اہتمام مین ہے ان روپون کا سرانجام کرو عرض کیا کہ سرکار
دولتمدار کے اخراجات کی کثرت سے جن مین سے بعضے احتیاج سے زائد ہین بچت اتنی
نہین ہو سکتی بہت سے تردد اور تلاش کے بعد ۲۵ لاکھ روپے یہ غلام بہم پہونچا سکتا
ہے ایک کروڑ کا جمع کرنا بہت مشکل اور محال ہے ۔ مگر ایک صورت غلام کے دل مین گذری
ہے کہ اگر ارشاد ہو تو عرض کرے حکم دیا کہ بیان کرو اُس نے عرض کی کہ ہم غلامون نے

سرکار اقدس کی دولت سے مدتہاے دراز سے پرورش پائی ہے اور پاتے ہین اگر ایک سال اپنے اوپر تکلیف برداشت کرلین تاکہ خاطر اشرف سے خلجان رفع ہو جائے تو غلامی و نمکخوارگی سے بعید نہو گا پس اول محالات جاگیر غلام اور نواب سرفرازالدولہ کے ضبط فرمائے جائین اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے نوکرون کو حکم دیا جائے کہ اپنی جاگیرات کا ایک ایک سال کا محاصل سرکار مین نذر کرین اگر اس سے بھی پورا روپیہ جمع نہو سکے تو تھوڑا تھوڑا بطور قرض کے جناب عالیہ اور اُن کے خواجہ سراؤن سے اور کسی قدر نواب سالار جنگ سے جو شریک دولت ہین طلب کیا جائے اور اس طرح ایک بار سرکار کمپنی کے تقاضے اور نقصان سُود سے فراغت حاصل فرماکر ہمیشہ عیش و عشرت مین مشغول رہین اس کے بعد کسی قسم کا کسی وقت کوئی خلجان اور تشویش خاطر ہمایون کے آس پاس نہ پھٹکے گی - نواب نے یہ تقریر سُن کر فرمایا کہ پہلی شق مستحسن ہے اور دوسری شق بے جا ہے قابل پذیرائی نہین اس لیے کہ والد ماجد جنت آرامگاہ کی وفات کے بعد کئی بار بہت سا روپیہ جناب والدہ صاحبہ سے لیا گیا ہے پچھلی بار مین نے اُنکو ایک وثیقہ لکھ کر دیدیا ہے جسپر جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کی مُہر ہے اور جناب ماموں صاحبان (نواب مرزا علیخان مرحوم اور نواب سالار جنگ) کی مُہرین بھی ثبت ہین - اب روپیہ لینے کی جسارت نہین ہو سکتی - حیدر بیگ خان نے جب دیکھا کہ نواب ایسے کام کو کرتے ہوے جھجکتے ہین تو پھر عرض کیا کہ ایسے سخت وقت مین کہ بہت سا روپیہ سرکار کمپنی کا جناب والا کے ذمے ہے اگر ادا کرنے مین توقف ظہور مین آیا تو اس امر کا اندیشہ ہے کہ مبادا سرکار کمپنی کیطرف سے درخواست پیش ہو کہ ریاست مین سے محالات جدا کرکے حکام انگریزی کے سپرد کردیے جائین جن کی آمدنی سے اپنا زر قرض وصول کرلین اور ایسی صورت مین جناب والا

کو کوئی عذر کا مقام نہوگا چار و ناچار حوالے کرنا پڑے گا بعد اسکے اُن مقامات کا اُن سے نکالنا بے حد دشوار ہوگا اگر فرض کرلیا کہ سرکار کمپنی ایسی صورت اختیار نکرے اور یہ شق اختیار کرے کہ روپیہ مانگنے مین توقف کرے تب بھی ایک کروڑ روپے کا سُود ایک ہی سال مین کتنا بڑھ جائے گا اور اس صورت مین تمام روپے کا ادا کرنا بے حد مشکل ہوگا۔ جنابعالیہ کے کوئی دوسرا فرزند سوائے بندگان حضور کے نہین ہے شرعًا و عرفًا اُن کے سامنے اور اُن کے بعد پیرومرشد ہی اُن کے تمام مال کے مالک ہین اور ظاہر ہے کہ جواہر علی خان و بہار علی خان نے بہت سی فوج نوکر رکھی ہے اور سامان ظاہری بے حد آراستہ کیا ہے نہایت کروفر اور طنطنہ و شوکت سے زندگی بسر کرتے ہین رات دن عیش و عشرت مین مصروف رہتے ہین جبکہ غلامون کے ساتھ ایسی رعایت اور سُلوک جنابعالیہ کی طرف سے ہے پھر اگر وہ روپیہ حضور کے ایسے کام مین کہ بقائے ریاست کا موجب ہے آجائے تو کونسی بڑی قباحت اور کیا نقصان پیدا ہوگا چونکہ نواب صاحب سادہ مزاج تھے رات دن بے کار کامون اور لہو و لعب مین مصروف رہتے تھے کبھی زر کثیر کی آتشبازی بنوا کر چھٹرواتے کبھی کوئی غیر ضروری عمارت عالی تیار کرلیتے بندوبست ملک اور آراستگی فوج اور دوسرے کشورستانی کے حوصلون سے عاری محض تھے مزاج بالکل دُور اندیشی اور مآل کار کے سمجھنے سے معرا تھا جواب مین فرمانے لگے کہ اگرچہ والدہ ماجدہ سے روپے کا طلب کرنا بے حد بے ادبی کا باعث ہے اور کمال بدعہدی اس مین متصور ہے لیکن جبکہ ایسی ضرورت شدید درپیش ہو تو مجبوراً عرض کیا جائے گا جب حیدر بیگ خان کا سوچا ہوا کام درست ہوگیا اور تیر مقصود نشانے پر پہونچگیا تو اُسنے بخوبی اس کی پختگی اور استحکام کرکے اطمینان حاصل کرلیا۔

راجہ بنارس کے وقعات

راجہ چیت سنگھ کے ہاتھ سے حکومت بنارس نکالکر بلونت سنگھ کے نواسے کو اُسکی جگہ بٹھانے اور ایک کروڑ روپے وجہ نذرانے مین لینے اور خراج سالانہ مین اضافہ کرانے اور حیدر بیگ خان کی استدعا کے بموجب گورنر جنرل نے کلکتے سے کوچ کیا جب اُنکا مقام عظیم آباد سے ایک منزل ادھر ہوا تو حیدر بیگ خان نواب آصف الدولہ سے اجازت لے کر استقبال کے لیے لکھنؤ سے نکلے اور کوچ و مقام کرتے ہوے جونپور تک جا پہونچے وہان ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے جس کا نام برنالا ہے اور درحقیقت ایک نالا تھا خیمگاہ برپا کی گورنر جنرل تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ بنارس مین پہونچگئے چیت رام چوبدار ہندو کہ اس سے قبل چیت سنگھ راجۂ بنارس کا نوکر تھا راجہ نے کسی قصور پر اُس کو اپنی سرکار سے علیحدہ کردیا تھا وہ بنگالے کو چلا گیا اور گورنر جنرل کی اردلی کے چوبدارون مین نوکر ہوگیا یہ شخص راجہ سے دل مین بے حد عداوت رکھتا تھا اور ایک شخص علی الدین نام راجہ بنارس کے ہان نوکر ہوگیا تھا اور بہت سا مال و دولت پیدا کر کے مرفہ حال بنگیا تھا بعد کو راجہ اس سے ناخوش ہوگیا وہ یہان سے چلا گیا اور چیت رام چوبدار کی معرفت کلکتے مین انگریزون کا نوکر ہوگیا یہ دونون متفق ہو کر راجہ بلونت سنگھ کے نواسے کے معین اور چیت سنگھ کی خرابی کے درپے ہوگئے یہ بھی دونون اس سفر مین گورنر جنرل کے ساتھ تھے گورنر جنرل کے حکم سے یہ چوبدار راجہ کے بلانے کو گیا اور سختی و بے ادبی سے بات کی اور گستاخانہ راجہ سے کہنے لگا کہ یہان ایک ایک سپاہی گورنر جنرل ہے اگر تمھارا کوئی آدمی ذرا بھی بولا تو تمھاری اور تمھاری رانیون کی ٹانگون مین رسی باندھ کر کشان کشان لاٹ صاحب کے پاس لیجاؤنگا

بیچارے راجہ نے تو پیر پھیلا دیا کہ بھائی تو رسی لا اور باندھ کر لے جا دیر نکر راجہ کے
بچازاد بھائی بابو مینار سنگھ کے مُنھ سے یہ نکلا کہ کس کا مقدور ہے کہ راجہ کو پابزنجیر کرے
جو بدار بُولا کہ چیت سنگھ اور چیت رام کی گفتگو مین کسی مسخرے کو دخل دینے کا کیا اختیار
ہے اِس وقت بابو صاحب لہو کا سا گھونٹ پی کر رہ گئے مگر چیت رام کو ارکان دولت
نے دھکے دے کر نکالدیا اُس نے گورنر جنرل کے پاس جا کر ایک ایک بات کی سو سو لگا کر
بیان کین بنارس کے فساد کی بہ بنیاد ہے گورنر جنرل نے مارکھم صاحب رزیڈنٹ بنارس
کو حکم دیا کہ راجہ کو گرفتار کر لین اُنھون نے راجہ کی حویلی کے گرد شوالے مین پہرے بٹھا دیے
اور اُسکا دولتخانہ اُس کے واسطے قیدخانہ بنا دیا بیچارے راجہ نے اِس پر سر نہ ہلایا اور
یہی کہا کہ فرمان قضا اور حکم انگریزون کا میرے نزدیک برابر ہے مین اور میرے قلعے اور
میری دولت اور میری جان سب سرکار پر قربان ہے چیت سنگھ کی رعیت اپنے حاکم کے
انصاف اور رعایا پروری کے سبب سے اُس کو بہت عزیز رکھتی تھی جون ہی راجہ کی
گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تمام اُس کے علاقے مین ایک ڈُھنڈمچ گیا رام نگر سے بہت سے آدمی
مسلح ہو کر آن موجود ہوے دو کمپنیان انگریزی پہلے پہرون پر موجود تھین اب اور دو کمپنیان
بھیجدین راجہ کے آدمیون نے جب ان کمپنیون کو اندر جانے سے منع کیا اور تمام مسلح آدمیون
نے اُن کا راستہ بند کر دیا تو کپتان نے توپ چلانے کا حکم دیدیا اُسی وقت بلوا مچ گیا
تلوارین چلنے لگین راجہ کے نوکر جو صدہا موجود تھے اور سامان جنگ درست رکھتے تھے
طیش مین آکر بے حکم راجہ کے کمپنیون پر ٹوٹ پڑے اور کشتون کے پشتے لگا دیے سبکو قتل کر ڈالا
سر اُن کا کہین گیا اور دھڑ کہین رہا اُن کے پاس کارتوس نہ تھے لڑتے کیا چیت رام جو آ گیا
تھا جھپٹ کر راجہ سے لپٹ گیا اور تلنگون کو آواز دی کہ آؤ وہ تلوارین لے کر راجہ کیطرف جھپٹے

توپھر راجہ کے نوکرون نے بھی انکی بوٹیان اڑا ئین چیت رام کا بابو مینار سنگھ کے بیٹے شکو سنگھ نے ایک ہاتھ مین کام تمام کیا انگریزی فوج کے بہت سے سپاہی اور افسر مارے گئے - یہ ہیسٹنگز صاحب کی غلطی رائے تھی کہ وہ بنارس کے رہنے والون کو بنگالیون کی طرح بزدل اور ڈرپوک سمجھے یہان کے آدمیون کا سپاہیانہ پن وہ دیکھ چکے تھے وہ بہار اور کلکتہ نہ تھا کہ تھوڑے سے سپاہیون سے کام چل جاتا یہ بنارس تھا اگر راجہ کو قید کرنا تھا تو اس قدر سپاہ کو لانا تھا کہ وہ اس کام کے لیے کافی ہوتی ان مٹھی بھر آدمیون کو لاکر ناحق گنگا کے کنارے لہو مین اشنان دلایا بلوا عام ہو گیا اور مادھو داس کے باغ کو جہان گورنر جنرل اُترے ہوے تھے آگھیر لیا گورنر جنرل کو اپنی جان کے لالے پڑے مگر اوسان و استقلال کو اُنھون نے اب بھی ہاتھ سے نہ دیا اور رات کو دریا اُتر کر پا پیادہ قلعہ چنار گڑھ کو کہ سات کوس پر مشرق کی طرف تھا چلے گئے تمام مُلک مین بغاوت اور انگریزون سے مخالفت کی ہوا پھیل گئی جہان کسی سپاہی تلنگے کو سُرخ وردی پہنے دیہات کے گنوار دیکھتے اذیت دیتے تھے چنانچہ جان کالون نام ایک انگریز شمالی صوبے کے ایک محال پر حاکم تھا اسکے ساتھ فوج کم تھی کمی سپاہ کی وجہ سے اُس ضلع کے گنوارون نے اُسپر ہجوم کیا اور اُسکی تحصیل کے خزانے کو لوٹنے کی خواہش کی جب اُس کو یہ آثار معلوم ہوے تو پہلے اس سے کہ گنوار لوگ اُسپر حملہ کرین تمام خزانے کو ہاتھی پر لدواکر اودھ ضلع مین آپ بھی بیٹھ کر چند سپاہیون کے ساتھ رات مین چھپکر جائے امن کی تلاش مین نکل کھڑا ہوا صبح کے وقت دریاے گھاگھرا پر پہونچکر شمالی کنارے پر کھڑا ہوا اس دریا کے جنوبی جانب قصبہ ٹانڈہ تھا جو والدہ آصف الدولہ کی جاگیر مین تھا شمشیر خان چیلہ جو بہو بیگم کا غلام تھا بہار علیخان

کی طرف سے یہان کا تحصیلدار تھا قلعہ مین رہتا تھا جان کالون نے اپنا ہرکارہ
کشتی پر بٹھا کر ٹانڈے کو بھیجا اور شمشیر خان کو زبانی پیغام دیا کہ گنوار لوگ میری
تلاش مین جوق جوق پیچھے سے آرہے ہین بہت جلد بڑی بڑی چند کشتیان گھاٹ
کے اس پار بھجوا دیجے تاکہ تمام خزانہ لیکر دریا اُتر کر آپ کے پاس پہونچ جاؤن اور
اس بلائے جانگداز سے رہائی حاصل کرون اس مرد کوتہ اندیش نے اپنی سمی سمجھ
کے چند مُصاحبون کی صلاح سے کشتیان نہ بھیجین بلکہ ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ توپ
کے چند گولے جان کالون کی طرف لگوائے ان کو خیال یہ تھا کہ اب انگریزونکا اقبال
اُٹھ گیا گورنر جنرل قلعہ چنارگڑھ مین موجود تھے جان کالون نے یہ تمام حال اُن کو
لکھ بھیجا اگرچہ اُس سانحے کے بعد بیگم صاحبہ نے میر نثار علی کو سو جوانان نجیب کے ساتھ
کالون کی مدد کو بھیجا اور اُس کو بلا کر انگوری باغ مین ٹھہرایا اور بخوبی خاطرداری اور
دعوت مین کوشش کی مگر گورنر جنرل کے دل مین عناد کا بیج جم گیا حیدر بیگ خان
نے جب یہ دیکھا کہ بنارس مین ہنگامۂ فساد پیدا ہو گیا تو مضطرب ہو کر آصف الدولہ
کو لکھا کہ حضور تمام فوج موجودہ و لشکر صوبہ جات اور سارے توپخانے کو ساتھ لیکر
اودھر جلد تشریف لائین ورنہ کام ہاتھ سے جاتا رہے گا نواب فوراً بہت سے سامان
کے ساتھ سرزمین مشرق کی طرف عازم ہوے اور حیدر بیگ خان کو ساتھ لے کر
ملک بنارس مین پہونچ گئے اور اپنی فوج کو دریاے گنگا عبور کرا کے حکم دیا کہ چیت سنگھ
کو شکست دیکر نکالدے چنانچہ الماس علی خان خواجہ سرا نے جس کے ساتھ بہت سی سپاہ
تھی اور ریاست لکھنؤ کے جنوبی و مغربی حصے کا حاکم تھا گنگا کو عبور کیا۔ اس عرصے مین
گورنر جنرل نے بھی ہر طرف سے فوجین منگا کر راجہ بنارس کی بیس ہزار فوج کو شکست دیکر

بجے گڑھ کو جہان وہ چھپا ہوا تھا فتح کرلیا مگر جو خزانہ قلعہ مین موجود تھا اُسکو
ہاتھون ہاتھ اُسکی سپاہ نے نکال لیا اور گورنر جنرل مُنھ تکتے اور ہاتھ ملتے رہ گئے کہ
نہ تو خزانہ اُن کے ہاتھ لگا جس کی بڑی ضرورت تھی اور نہ راجہ قابو مین آیا کیونکہ
وہ بھاگ کر گوالیار پہونچا اور وہان ۲۹ برس رہ کر رہ گرائے مُلک عدم ہوا اُس
کے بعد اُسکے بھانجے مہیب نرائن سنگھ کو گدی پر بٹھایا جو بلونت سنگھ کی رانی کی
بیٹی کے بطن سے تھا اُس کی عمر ۱۹ برس کی تھی ریاست کی کارروائی اُس سے مشکل
تھی اِس لیے اُس کا باپ نائب مقرر ہوا اس راجہ سے بائیس لاکھ روپے کی جگہ چالیس
لاکھ روپیہ سالانہ ٹھہرا اور شہر بنارس کی دیوانی و فوجداری دونون اور تمام علاقے
کی فوجداری اُسکے ہاتھ سے نکال لی اور ٹکسال بھی بند کرا دی۔

چیت سنگھ کے فساد کو حیدر بیگ خان کا آصف الدولہ کے اور اُن کے خواجہ سراؤن پر ڈالنا

اصل کار سے بے خبر مورخ لکھتے ہین کہ اودھ کی رعایا نے جو چیت سنگھ کے ہنگامے
مین فساد برپا کیا تھا گورنر جنرل نے اُس کو آصف الدولہ کی مان اور دادی پر ڈالنا چاہا
اِس فساد کو بیگمون کے ذمے لگا دینا آسان تھا مگر اِس الزام کے لیے کوئی شہادت موجود
نہ تھی لیکن زبان خلق اِس امر کی شہادت بڑی تھی کرنیل ہینی بیگمون پر جرم بغاوت ثابت کرنے
مین بڑے سرگرم تھے کرنیل صاحب بھی غضب کے پتلے تھے انھون نے ایک زمانے مین نواب
آصف الدولہ کے نتھنون مین تیر دے رکھا تھا نواب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ خدا کے واسطے
اس کو یہان سے بُلوا لیجئے اور میری جان کے پیچھے سے جنجال چھڑائیے نہین تو مین نوابی سے

اپنی درگذر اب بیگمون کے پیچھے پنجے جھاڑ کے چمٹے غرض اس اُلٹ پھیر مین کیا لکھنؤ آئے تھے تو قرضدار تھے یا اب اُن کے پاس تیس لاکھ روپے تھے اس ملک مین انگریزون کے پو بارے تھے ہیسٹنگز صاحب نے نہایت عقلمندی کی کہ اس بغاوت کا مقدمہ کوئی نہین بنایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس الزام کے لیے کوئی شہادت بہم نہ پہونچے گی اس لیے بیگمین لوٹ سے بچ جائینگی اُنھون نے نواب کو سمجھایا کہ تم جاتے ہی بیگمون کی جاگیر ضبط کر کے اپنا نفع اُٹھاؤ اور خزانہ ضبط کر کے سرکار کمپنی کا قرض چکاؤ اور خرچ اُٹھاؤ جس سے پھر کوئی گورنمنٹ بنگال کا اودھ پر مطالبہ نہ رہے یہ بیان مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان کا ہے۔

لیکن فیض بخش بالکل اس کے برعکس لکھتا ہے کہ راجہ بنارس کے ہنگامے سے گورنر جنرل نے فرصت پائی تو آصف الدولہ کی اجازت سے حیدر بیگ خان اُن سے ملے اور ظاہر کیا کہ چیت سنگھ ایک زمیندار سے زیادہ نہین ہے اُس کی کیا قدرت تھی کہ آپ کے مقابل اُٹھنے کی جُرات اور جسارت کرتا یہ تمام ہنگامہ آرائی نواب آصف الدولہ کی ماں کے خواجہ سراؤن کے ایما سے ہوئی ہے بلکہ عجب نہین کہ بیگم صاحبہ نے بھی اشارہ اس معاملے مین کر دیا ہو گورنر جنرل نے جواب مین کہا کہ یہ بات عقل سے بعید معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ سرکار کمپنی کی طرف سے شجاع الدولہ کے ساتھ کسی قسم کے حسن سلوک مین کوتاہی نہین ہوئی اور نہ اُن کے بعد اُن کی ریاست کے اُمور مالی و ملکی مین افسران کمپنی نے کوئی خلل اندازی کی پس بے سبب بیگم صاحبہ جیسی دانا اور عاقلہ رئیسہ سے ایسی حرکت جو بالکل خارج از آہنگ ہے بڑے تعجب کا مقام ہے اس گفتگو کے درمیان مین جان کالون نے بہو بیگم کے شمشیر خان چیلے کی شکایت کی جس سے حیدر بیگ خان کے

خیال کی تصدیق اور تائید ہو گئی گورنر جنرل نے پھر کہا کہ اگر نوکر یا غلام سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو قاعدے کی رو سے مواخذہ اُس کا مالک سے مناسب نہین اِس معاملے مین بیگم صاحبہ اور اُن کے توابعین سے علانیہ تدارک عمل مین لانا ناروا ہے حیدر بیگ خان نے جواب مین عرض کیا کہ جب بالاجمال اس قدر معلوم ہو گیا کہ شمشیر خان سے یہ جسارت عمل مین آئی ہے تو اسی قصور کو خاطر اشرف مین جاگزین رکھنا چاہیے اور اس حرکت کے مقابلے مین نواب آصف الدولہ سے عرض کر کے تدارک کراؤنگا لیکن بشرطیکہ اندرونی طور پر جناب مدد دین اور صورت اس کی یہ ہے کہ اگر بیگم صاحبہ اس مقدمے مین بیٹے کی شکایت آپ کو لکھین تو جناب کی طرف سے یہی جواب دیا جائے کہ تم جانو اور بیٹا جانے ہم رئیس کے خانگی معاملات مین مداخلت نہین کرتے اور مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ کو کہدین کہ ہر باب مین میری معاونت کرین جب یہ بات طے پا چکی تو آصف الدولہ کی ملاقات گورنر جنرل سے ہوئی اور پہلی ہی ملاقات مین رخصت بھی جانبین سے عمل مین آگئی رکمین ایست لکھنؤ کو چلے گئے اور آصف الدولہ ہیسٹنگز صاحب کے بنارس سے رخصت ہو جانیکے بعد خود سلطانپور کی راہ سے فیض آباد کو روانہ ہوے کیونکہ اُن کی والدہ نے شقہ بھیجا تھا کہ اُس نور چشم کے دیکھنے کی مشتاق ہون یہان آکر دیدار فرحت آثار سے چشم دلکو منوّر کرین فیض آباد پہونچکر چند روز وہان رہے بعد اس کے لکھنؤ کو روانگی کی اجازت حاصل کی رخصت کے وقت بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ اس مرتبہ حسن رضا خان تمھارے ساتھ کیون نہ آئے نواب نے عرض کی کہ غلام لکھنؤ پہونچکر بھیجدیگا۔

حسن رضا خان کا فیض آباد کو جانا اور وہان جواہر علیخان

خواجہ سرا کی بے دماغی سے ملال اُٹھانا

نواب آصف الدولہ نے لکھنؤ مین پہونچکر حسن رضا خان سے ارشاد کیا کہ جناب والدہ صاحبہ نے چند مرتبہ تمکو یاد فرمایا تھا اُن کے سلام کو تمھارا جانا مصلحتاً ضرور ہے اُنھون نے فیض آباد کا قصد کیا مقصود ایک تو جنابعالیہ کا سلام تھا دوسرے شجاع الدولہ کی برسی مین کہ ۲۳ ذیقعدہ معین و مقرر تھی شرکت منظور تھی۔ رُخصت کے وقت حیدر بیگ خان نے حسن رضا خان کو صلاح دی اور کہا کہ آپ سے اور نواب کی وادی کے مقرب الخدمت مطبوع علی خان خواجہ سرا سے اتحاد اور مناسبت دلی قدیم سے ہے اور آپس مین راز و نیاز ہوتے ہین مجکو یقین ہے کہ والدۂ شجاع الدولہ کے خواجہ سرا نواب آصف الدولہ کے خواجہ سراؤن سے بوجہ اُن کی شان وتجمل کے اظہار کے دل مین صاف نہون گے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ جو مقدمہ ہمکو منظور خاطر ہے اُس مین دونون بیگمین اتفاق نکرسکین کیونکہ اگر دونون ایک راے اور ایک دل ہوجائینگی تو ہمارا نقش مراد کرسی نشین نہوسکے گا جب حسن رضا خان فیض آباد پہونچگئے تو اول والدۂ شجاع الدولہ کی ڈیوڑھی پر مجرے کو حاضر ہوے بعد اس کے والدۂ آصف الدولہ کی ڈیوڑھی پر گئے اس ڈیوڑھی پر آداب وتسلیم کے مناسک ادا کرنے اور نذرین بھیجنے کے بعد دیر تک بیٹھے اور ڈیوڑھی کے حکیمون طبیبون اور دوسرے حاضرین سے اختلاط مین مصروف رہے جو مامائین اور کنیزین محل کے دروازے تک آنے کی مجاز تھین اور قدیم سے خان موصوف کے ساتھ تعارف رکھتی تھین اُن مین سے ہر ایک کے ساتھ بقدر مراتب استفسار خیریت حالات واخلاق کے ساتھ پیش آئے اور جواہر علیخان کے آنے کا

انتظار کرنے لگے جو دولت سرا مین موجود تھا لیکن جواہر علی خان کو حسن رضا خان سے باطناً کدورت تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ایک شخص مرزا ابراہیم بیگ نام کی حسن رضا خان سے سفارش کی تھی حسن رضا خان نے اُس کو ٹالدیا تھا اور چٹھی کی کوئی پروانہ کی تھی اور حسن رضا خان کو یہ واقعہ یاد بھی نہ تھا اس لیے جواہر علی خان محل سے نہین نکلتا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ جب ڈیوڑھی سے حسن رضا خان اُٹھ جائین تو اپنے مکان کو جائے اور خان موصوف یہان تک جواہر علی خان کے انتظار مین بیٹھے رہے کہ آفتاب زوال کی طرف مائل ہوگیا۔ مجبور ہوکر جواہر علی خان نکلا اور سیدھا پالکی مین سوار ہونے کو متوجہ ہوا حسن رضا خان نے سلام کیا اور اُٹھ کر ارادہ معانقے کا کیا جواہر علیخان نے نہایت بے اعتنائی کے ساتھ جواب سلام کو سر پر ہاتھ رکھا اور فوراً بے ملے سوار ہو کر اپنے گھر کا راستہ لیا حسن رضا خان اس حرکت سے شرمندہ ہوے اور کچھ نہ پوچھا کہ اس حرکت خلاف معمول اور اس قدر کشیدگی خاطر کا سبب کیا ہے اور اُٹھ کر اپنی فرودگاہ کو چلے گئے جب اس امر کی خبر والدۂ آصف الدولہ کو ہوئی تو دونون کو بلوا کر گلے ملوا دیا اگرچہ حسب ظاہر صفائی ہو گئی اور سلام و کلام کا سلسلہ جاری ہو گیا لیکن دلون مین غبار ویسے ہی باقی رہا ایک ہفتے کے بعد حسن رضا خان نے لکھنؤ کو رخصت حاصل کی اور خلعت لیکر واپس آگئے۔

والدۂ آصف الدولہ کی جاگیر کے بعض دیہات مین ریاست کا مداخلت کرنا لیکن مقابلے اور خونریزی کے خیال سے طرح دینا

اُسی زمانے مین نواب آصف الدولہ کی گردن پر دانہ نکل آیا اُن کی ماں نے مضطر ہو کر

جواہر علی خان خواجہ سرا کو مزاج پرسی کے لیے بھیجا نواب نے مان کی پاسداری سے اِس خواجہ سرا کی بہت دلجوئی کی اراکین لکھنؤ بھی ملے حسن رضا خان نے حسب ظاہر بہت کچھ اظہار خلوص کیا اور سالن کے چند دیگچے اپنے باورچی خانے سے روزانہ بھجواتے رہے لیکن دعوت نہین کی۔

اب اس خواجہ سرا کی رعونت کا حال حیدر بیگ خان کے ساتھ بھی سُننے کے قابل ہے باوجودیکہ یہ اُس وقت مین تمام ریاست کے اُمورات مالی وملکی پر حاوی تھے اور اتنا استقلال حاصل کرلیا تھا کہ کسی کو اپنا ہمسر اور ہم پہلو نہین سمجھتے تھے زمانہ سابق مین شجاع الدولہ کے عہد مین ایک فوجدار سے زیادہ نہ تھے اس لیے یہ خواجہ سرا لوگ انکو خیال مین نہ لاتے تھے تواضع وتکریم تو بہت دور ہے جواب سلام مین بھی انداز تکبر رکھتے تھے دربار آصفی مین حیدر بیگ خان اور جواہر علی خان کا سامنا ہوا حیدر بیگ خان نے سبقت کر کے سلام کیا اور معانقے کو بڑھے جواہر علیخان نے معانقے سے اعراض کیا صرف جواب سلام کے لیے سر پر ہاتھ رکھ کر زبانی خیر وعافیت دریافت کرلی اور بالکل اخلاق ظاہری اور تملق دنیاداری کا برتاؤ نہ کیا۔

اسی زمانے مین کہ جواہر علیخان لکھنؤ مین موجود تھا ایک دوسرا واقعہ ظہور مین آگیا وہ یہ ہے کہ بھوانی سنگھ نام ایک شخص سلون کے علاقے کا رہنے والا گانون کا زمیندار تھا اس کے پاس دو تین گانؤن دوسرے جواہر علیخان کی سرکار سے آٹھ ہزار روپے مین اجارہ تھے جنکی جمع کامل اٹھارہ ہزار روپے تک پہونچگئی تھی چونکہ یہ شخص نواب آصف الدولہ کا مصاحب تھا فوج اس کے ماتحت تھی جواہر علیخان کا نائب اخوند احمد علی مجمع دیہات کی افزونی اور اُس کی طلبی سے اعراض کرتا تھا اتفاقاً اُسی سال

نواب کی مصاحبت کے درجے سے گر گیا اور نہ وہ مرتبہ باقی رہا نہ حضوری بلکہ قید کر دیا
گیا۔ مولوی فضل عظیم صفی پوری حسن رضا خان کی جانب سے باورچیخانے اور دیوانخانے
کا نائب تھا اور یہ خدمت عہد شجاع الدولہ سے اُس سے تعلق رکھتی تھی ان کارخانون
کے حاکم اصلی خود حسن رضا خان تھے۔ اس زمانے مین مولوی مذکور بھی بھوانی سنگھ
کا طرفدار تھا اور نواب کے سامنے اُسکی طرف سے سوال و جواب کیا کرتا تھا اسکو خبر تھی
کہ بھوانی سنگھ کے دیہات مستاجری مین دس ہزار روپے کی گنجائش ہے مولوی نے
جواہر علی خان سے سوال کیا کہ آخر بھوانی سنگھ ایک ہندو شخص کے ہاتھ مین یہ گانون
تھے اگر اُسکی جگہ مجھے دیدیے جائین تو مہربانی ہوگی مین جس طرح نواب سرفراز الدولہ
حسن رضا خان کا مطیع و منقاد ہون اسی طرح آپکا فرمان بردار ہون جس قدر روپیہ
بھوانی سنگھ سرکار مین داخل کرتا تھا مین بھی قسط بہ قسط داخل کرتا رہونگا چونکہ اخوند
احمد علی نے جواہر علی سے قبل سے یہ بات کہدی تھی کہ ان گانوون مین دس ہزار روپے
کی گنجائش ہے مولوی چاہتا ہے کہ بالا بالا یہ منافع حاصل کرے آپ کسی حیلے سے اُس
کی خواہش سے اعراض کردین جواہر علی خان نے اپنے نائب کے کہے کے بموجب مولوی کو
یہ جواب دیا کہ فیض آباد پہونچنے کے بعد بیگم صاحبہ سے عرض کرکے گانون تمھارے حوالے
کر دیے جائینگے اُن کی اطلاع کے بغیر ایک گانون دینے کا مقدور نہین مولوی نے جب دیکھا
کہ اس معاملے مین لیت و لعل کرتے ہین تو نواب آصف الدولہ سے عرض کرکے سفارش
چاہی نواب نے جواہر علی خان سے فرمایا کہ ہماری پاس خاطر سے یہ علاقہ مولوی کے
حوالے کردو اور والدہ ماجدہ کو ہرگز اطلاع نہ ہو اگر اس معاملے مین کوئی حیلہ کرو گے
تو ہم تلنگون کی پلٹن بھیجکر مولوی کا قبضہ کرا دینگے۔ جواہر علی خان نے عرض کیا کہ

خداوند عالم اور جناب بیگم صاحبہ مالک ہین غلام کو کیا قدرت ہے کہ حضور یا اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرے اُس دن نواب کے دل مین تھوڑا سا تکدر پیدا ہو گیا۔ دو دن کے بعد جواہر علی خان رخصت کا خلعت پاکر فیض آباد کو واپس ہوا یہ بات جب بیگم صاحبہ سے عرض کی تو اُنھون نے کہا کہ خبردار ہماری جاگیر کے علاقے مین مداخلت نہ ہوین مولوی نے دوبارہ آصف الدولہ سے حقیقت حال ظاہر کی نواب نے تلنگون کی پلٹن اُن گانوون پر قبضہ کرا دینے کو بھیجی جب وہ پلٹن بھوانی سنگھ کے علاقے مین داخل ہوئی اور یہ خبر فیض آباد آئی تو بیگم صاحبہ نے حکم دیا کہ پلٹن نکال دی جائے اُن کے حکم کے بموجب مرزا احمد علی بیگ کپتان دو سو سوار اور نجیبون کے تومن جنمین ایک ہزار جوانون سے زیادہ تھے اور دو توپین لے کر روانہ ہوا ستر کے قریب سپاہی پہلے سے سلون مین متعین تھے اور کچھ علاقے کے گنوار اور زمیندار فراہم ہو گئے اسطرح تین چار ہزار آدمیون کے ہجوم نے پلٹن کو جا گھیرا پلٹن کے افسر نے یہ حال نواب کو لکھا جو کہ عنقریب تمام جاگیر بیگم صاحبہ کا ضبط کرنا اور خواجہ سرایون کا گرفتار کرنا منظور خاطر تھا اس لیے حیدر بیگ خان نے عرض کیا کہ بالفعل یہ مصلحت ہے کہ پلٹن واپس کر لی جائے چند روز کے بعد اسکی تدبیر دوسری طرح کی جائے گی جب پلٹن واپس چلی گئی تو فیض آباد مین یہ خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ گنوارون اور دوسرے آدمیون کے ہجوم سے نواب کی فوج ڈر کر چلی گئی مقابلے کی تاب نہ لائی۔

بہو بیگم اور اُنکے بیٹے نواب آصف الدولہ مین ناچاقی کا آغاز ہونا

جب پلٹن کی واپسی کو علاقۂ بھوانی سنگھ سے دس بارہ روز کا عرصہ گذر چکا

توحیدر بیگ خان نے ہر طرف سے اطلاعین بہم پہونچا کر اور ہر طرح کی رخنہ بندی کر کے
اور دونون بیگمات (یعنی آصف الدولہ کی مان اور دادی) کے باہمی نفاق سے فائدہ
اُٹھا کر اگلے حساب کے کاغذات کو دوبارہ نواب کے ملاحظے مین پیش کیا اور کسی قدر مخفی دھمکی بھی
دی اور نواب کی فضول خرچیون کو لمبی لمبی تقریرون مین ذکر کیا اور حسن تقریر سے
نواب کو اُنکی مان کی جاگیر کے ضبط کرنے اور اُن سے روپیہ بطور قرض کے لینے کی طرف آمادہ کیا
لیکن نواب ایسے بدنامی کے کام مین ہاتھ ڈالنے سے پہلو بچاتے تھے۔ جب حیدر بیگ خان
نے خیالی تخویف سے نواب کو بہت تنگ کیا تو اُنھون نے بدحواس ہو کر اُنکے مشورے کو
مان لیا۔ اب حیدر بیگ خان نے دکھانے کو اولاً اپنی اور حسن رضا خان کی جاگیرین
ضبط کین بعدہ عنبر علی خان اور آفرین علی خان اور محبوب علی خان خواجہ سراؤن
اور مدار الدولہ وغیرہ کی جاگیرون کو ضبط کیا اور یہ مشہور کر دیا کہ نواب سالار جنگ
کی جاگیر کی ضبطی کے لیے بھی نواب وزیر کا ارشاد ہے اور قرائن سے پایا جاتا ہے کہ جناب عالیہ
سے بھی روپیہ مانگا جائے گا اس قسم کی خبرین مشہور ہوتے ہوتے فیض آباد مین پہونچین
اور وہان ان کا عام طور پر چرچا ہونے لگا خواجہ سراؤن نے بیگمات سے عرض کیا لیکن
بظاہر عقل سلیم نے اس بات کو قبول نہ کیا اس لیے اس پر کچھ توجہ اور اعتنا نہو یہانتک
کہ میر ناصر علی نام ایک شخص جو شجاع الدولہ کے عہد سے علاقون پر عامل رہتا آتا تھا
ریاست کی طرف سے بیگم صاحبہ والدہ آصف الدولہ کی جاگیر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا گیا
جب یہ خبر بیگم صاحبہ کو فیض آباد مین پہونچی تو حکم دیا کہ اُس کو ایک شب بھی وہان نہ ٹھہرنے
دین فوراً نکالدین بیگم کی فوج ۱۹ سو آدمی کے قریب موجود تھی اور اُن کی مدد کو
گانوؤن کے آدمی بھی جمع ہو گئے یہان تک کہ پانچ چھ ہزار کے قریب جمعیت نے میر ناصر علی

کا محاصرہ کر لیا اُس نے عرضی حضور کو لکھی چونکہ یہان دوسری تدبیر سوچی ہوئی تھی
حکم ہوا کہ وہان سے واپس آجائے اس بات سے کسی قدر اہل فیض آباد کو دلجمعی ہو گئی
جب ایسی ایسی باتین ظاہر ہونے لگین اور بیگم صاحبہ کو کھٹکا ہوا اور نواب سالار جنگ
کی جاگیر بھی ضبطی مین آگئی اور اُنھون نے دم نہ مارا تو نواب بیگم صاحبہ نے جواہر علی خان کو
حکم دیا کہ علیحدہ علیحدہ شقے آصف الدولہ اور مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ اور حیدر بیگ خان
اور مولوی فضل عظیم خان کو بیگم کی طرف سے لکھے ہم ان شقون کو ان کی عبارت تو نہین
نقل کرتے ہین۔

شقہ بنام آصف الدولہ از جانب والدۂ او شان آصف الدولہ

معلوم نمایند کہ بہ ترغیب نمک کوران خانہ برانداز ما بدولت کہ قبلۂ تو ایم و ما ورائے آن
انواع پرورش سراً و علانیۃً درحق تو کردہ ایم کہ تو خود ازان خوب اطلاع و آگاہی
داری با وصف این ہمہ مدارج بحرکات ناسازہ بے ادبانہ مے خواہی کہ عند اللہ ماخوذ و عند الخلق
رسوا و بدنام شوی و از حین وفات والد خود کہ بر مسند ریاست جا کردۂ مارا سوائے ضرر و خصومت
از تو ہیچ نرسیدہ و حقوق شرعی و عرفی آن قدر کہ بر گردن تست بر ذمۂ شجاع الدولہ
نبود و او کہ چند ہزار زن منکوحہ و غیر منکوحہ و متعیہ و غیر متعیہ در سرائے خود مے داشت
با وصف آن اطاعت و انقیاد و خاطر داری و دلجوئی مارا کہ مے کرد تو خوب مے دانی
در قلمرو او شہرت ست و تو کہ از بطن من پیدا شدۂ و لخت جگر منی بر تو اطاعت و فرمانبرداری
من ہزار چندان واجب ست و انچہ از نقود و اجناس و محالات جاگیر وغیرہ کہ با خود دارم
ہمہ بدولت آن مرحوم ست از دولت تو آلودۂ یک دام نہ شدہ ام بالفعل انچہ فہمیدۂ
و ارادہ داری غلط ست فقرے کہ بر محالات جاگیر من دوختۂ ازین خیال خام دست بردار

والا نتیجۂ آن در دنیا و عقبے نیک نخواہد شد۔

شقۂ بیگم بنام حیدر بیگ خان رفعت پناہ حیدر بیگ خان محفوظ باشند ہنگامیکہ عوض باقیات زرہائے سو ولی و دریاباد برادر بزرگ تو نور بیگ در شدت تمازت آفتاب مرداد بکمال صعوبت جاندادکہ متصل برادر از گرمی خورشید و بے آبی مانند مرغ نیم بسمل برزمین سنگین سے غلطیدی و قریب بود کہ با برادر ملحق شوی دران حال شفیع تو گشتہ و زرہا از خزینۂ خود رسانده جان بخشی کرده در حفظ و حمایت خویش نگاہداشتم دران وقت سر غلامی و فدویت بر آستانۂ مامے مالیدی و حالا ہم کہ رتبۂ نیابت ملک مے داری بدولت فرزندار جمند من ست نہ از جاے دیگر برسانیدۂ مگر قصاص خون برادر از غلامان مامے خواہی کہ مصدر این ہمہ شوخی و فتنۂ و فساد گشتۂ اگر سبب این ست کہ آصف الدولہ سادہ مزاج واقع است و در لہویات مشغول ہر چیز تعلیم میکنی او از مآل کار ناندیشیده ہمان مے کند خداے منتقم جزاے اعمال بتو خواہد داد۔

بنام مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ ضابطہ و آئین سلاطین و ملازمان انگریزی چنان ست کہ از قول و فعل خود برنے گردند ہر چہ مے گویند و یا مے نویسند بران راسخ و ثابت مے باشند و سابق چند کاغذ مہری جان برسٹو وغیرہ صاحبان بپیش خود موجود مے دارم چنان نوشتہ اند کہ بعد ازین ما مردم متعلقین سرکار کمپنی را و نواب آصف الدولہ را از نقود و اجناس و محالات جاگیر و جمیع متعلقان حضور از ملازمان و عبید و خدم وغیرہ ہیچ گونہ تعرض و سروکار نماندہ بطور خود ہر چہ دانند و تو انند بکنند ہرگاہ این چنین وثائق مضبوط نوشتہ دادہ اند پس این ہنگامہ آرائی کہ شہرت دارد و متواتر مسموع مے گردد و معلوم مے شود کہ عنقریب صورت ظہور مے گیرد چگونہ و از چہ راہ است۔

بنام مولوی فضل عظیم خان مگر تو خود را فراموش کردہ کہ از جادہ راستی انحراف داری سخن چند روز ست کہ با کنیزان مابدولت کہ ہیچ رتبہ نداشتند بہ خوش آمد و چاپلوسی پیش آمدہ ہر یکے را ہمشیرہ مے خواندی و بران مباہات مے کردی امروز برائے طمع دہ ہزار روپیہ گنجائش علاقہ بھوانی سنگھ موجب فساد و فتنہ مے شوی و کمر بر نمک حرامی بستہ فیما بین مابدولت و لخت جگر باغوا پردازی آخر این آتش کو کنار نیست کہ بالا بالا خواہد رفت۔

جب یہ خط لکھنؤ مین ہر ایک مکتوب الیہ کے پاس پہونچے سب نے متفق اللفظ و المعنے آصف الدولہ سے کہا کہ بیگم صاحبہ نہ لکھی ہین نہ پڑھی یہ جو کچھ عبارت آرائی ہے جواہر علیخان کی طرف سے ہے اُسنے اُن کی اطلاع کے بغیر جو کچھ دل مین آیا بے باکانہ لکھوا بھیجا ہے اور نہایت آزادی سے ایسی جسارتین کرتا ہے صلاح یہ ہے کہ آخر حضور کے والد کا غلام ہے اگر اُس کو تھوڑی سی گوشمالی حضور کے ہاتھ سے ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ آیندہ احتیاط رکھے نواب نہایت سادہ مزاج تھے اس بات پر مستعد ہو گئے اور فیض آباد کو روانگی کا ارادہ کیا۔

نواب آصف الدولہ کی فیض آباد کو روانگی

نواب نے اپنی روانگی سے قبل اپنی ماں کو تحریر بھیجی کہ غلام خود حضور کی خدمت مین حاضر ہونے والا ہے جو کچھ حضور کو ارشاد فرمانا اور غلام کو عرض کرنا ہوگا بالمواجہ یہ کام ہو جائے گا اس عریضے کے فیض آباد پہونچنے سے ایک طرح سے اطمینان خاطر حاصل ہوا لیکن بعضے ٹکڑے توڑنے والے نمک حرام جو خانہ خرابی پر آمادہ تھے اور

جواہر علی خان اور بہار علی خان کا جاہ وحشم ایک آنکھ نہین دیکھ سکتے تھے وہ حسد کی راہ سے الٹی سیدھی باتین اور جھوٹے سچے حالات بیگم صاحبہ کے ہان کے اپنے دل سے تراش کر حسن رضا خان اور حیدر بیگ خان کو لکھتے رہتے تھے اور اس مین اپنی بہتری و بہبودی سمجھ کر اقسام رعایات نقد و جنس کے نواب آصف الدولہ کی سرکار اور ارکان سرکار سے متوقع تھے اور ان مین سے بعض خود بیگم صاحبہ کے خواجہ سرا تھے جب اُنھون نے دیکھا کہ نواب خود تشریف لانے والے ہین اور ممکن ہے کہ مان بیٹے باہم مل جائین اور صفائی ہوجائے اور یہ تحقیق ہو جائے کہ فلان فلان امر کا فلان شخص بانی ہے اور ان دونون کو اُس وقت معلوم ہوجائے کہ فلان غلام نے ایسا لکھا تھا اور فلان نے ویسا تو مٹی پلید ہو۔ یا سرتن سے جُدا ہو یا منھ کالا کر کے گدھے پر سوار کرا کے تشہیر کیے جائین اس لیے ان لوگون نے فیض آباد سے لکھا کہ توپین گولہ بارود کے ساتھ اور دوسرا سامان جنگی اور تین چار ہزار پیادہ و سوار اور سیکڑون یکہ جوان لڑنے مرنے والے یہان مستعد و آمادہ لڑائی کے لیے بیٹھے ہوے ہین۔ نواب کی خدمت مین عرض کر دیا جائے کہ اگر تشریف لاتے ہین تو بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے آوین۔ نواب صاحب نے اس جھوٹی بات کو سچ سمجھ کر تمام سپاہ متفرق کو جابجا سے جمع کیا اور عاملون کو لکھ دیا کہ اس باقاعدہ فوج کے عوض دوسرے سہ بندی کے جوان بھرتی کر کے جابجا گھاٹون اور پرگنون مین بھیجدو اور یہ کل سپاہ لکھنؤ کو روانہ کردو چنانچہ تمام پلٹنین تلنگون کی سُرخ وردی والی اور تمام نجیب سیاہ وردی والے اور تمام رسالے سوارون کے رکاب ہمایون مین جمع ہو گئے۔

اب بیگم صاحبہ کی سپاہ کی تفصیل سُنیے جو اُن کے پاس فیض آباد مین تھی دو سو سوار

احمد علی بیگ کپتان کی ماتحتی مین تھے اور اٹھارہ تُومن نجیبون کے جواہر علیخان کے ساتھ تھے اور ایک کمپنی تلنگون کی عقلمند خواجہ سرا کے پاس تھی اور ایک تُومن نجیبون کا بہار علی خان کے ہمراہ تھا اور سو جوان شگون علی خان خواجہ سرا کے ساتھ تھے اور دو چار سفید پوش یکہ جوان ان کے سوا تھے۔ بیگم کی طرف نہ کسی کا نواب سے لڑنے کا ارادہ تھا نہ کوئی دوسرا خیال۔

ریاست کی جب تمام سپاہ جمع ہو گئی اور توپخانہ آراستہ ہو چکا تو نواب آصف الدولہ مع مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ کے فیض آباد کو روانہ ہوے۔ حیدر بیگ خان نے اس موقع پر عرض کیا کہ فدوی اور دو تین دن تک افواج متفرق و باقی ماندہ کو جمع کر کے اور ساتھ لے کر یہان سے روانہ ہو گا جب تک مین حاضر نہو جاؤن حضور اُس وقت تک کسی امر مین جلدی اور شتابی نکرین ان کے دیر سے روانہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ شخص منجمین کے کہنے مین تھا اور اُنھون نے بالاتفاق کہا تھا کہ ابھی آپکی روانگی کی ساعت نہین آئی ہے اسلیے سپاہ کے جمع کرنے کے حیلے سے نواب کے ساتھ نہ گئے آصف الدولہ کا یہ معمول قدیم سے تھا کہ جب فیض آباد کا ارادہ کرتے تو پہلے سے حکم پرانے مکانات کی درستی کا جو موتی محل کے پاس تھے جہان نواب کی والدہ رہتی ہین بھیجدیتے تھے اور فراش و کارپردازان کو سجا دیتے تھے اکی مرتبہ فیض آباد کا قصد کیا تو مکانات کی تیاری کا حکم کسی اہلکار کو نہین بھجا اور جب فیض آباد مین داخل ہوے تو آصف باغ مین اُترے۔ یہ باغ شجاع الدولہ نے آصف الدولہ کے نام پر تیار کرایا تھا اور چوک سے جہان موتی محل تھا نا کر لکھنؤ کی سمت ایک کوس جریبی کا فاصلہ رکھتا تھا۔ جب ایسا واقع ہوا تو اُنکی مان نے جواہر علیخان اور بہار علی خان کو اُن کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ ہم سے ایک کوس کے

فاصلے پر ٹھہرنے کا سبب کیا ہے نواب نے جواب مین کہلایا کہ ان دنون خفقان کی ایسی شدت ہے کہ بدون مکان وسیع وخوش فضا کے دل پر پریشانی رہتی ہے لکھنؤ مین بھی زیادہ تر صحرا کی سیر مین کٹتی تھی یہ مکان بارہ دریھاے قدیم کے مقابلے مین بہت وسیع ہے رفع وحشت خاطر کے لیے یہین کی سکونت کو اطبا نے تجویز کیا خاکسار شام کے وقت حضور کی خدمت مین حاضر ہوگا اور دونون خواجہ سرا اُن کو ایک ایک دوشالہ ایک ایک پگڑی ایک ایک رومال اور ایک ایک گوشوارہ بطریق خلعت کے بخشا خوشی خوشی دونون شخص بیگم صاحبہ کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ نواب شام کے وقت خود بھی آوینگے اُسی دن نہایت تنگ وقت پر کہ بعض جگہ چراغ بھی جل گئے تھے۔ نوابصاحب اپنے حقیقی مامون نواب سالار جنگ کو ساتھ لے کر مان سے ملنے کو آئے اور ضابطہ قدیم کے مطابق ایک سو ایک اشرفی کی نذر دے کر بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر نماز مغرب ادا کرنے اور باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بہانے سے جلد اُٹھ گئے اور گلاب باڑی مین جا کر اُسی طرح ہاتھی پر بیٹھے ہوے فاتحہ پڑھ کر آصف باغ کو چلے گئے دوسرے دن سے یہ دستور رکھا کہ روز صبح کو مامون کے ساتھ آتے سلام کر کے بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتین کر کے چلے جاتے مان اور بیٹے کے دنون مین انقباض رہا چوتھے دن حیدر بیگ خان بھی فوج اور توپخانے کے ساتھ آگئے اس مرتبہ حسن رضا خان اور حیدر بیگ خان سلام اور نذر کو حاضر نہوے اس سے زیادہ کبیدگی خاطر رہی

آصف الدولہ کا اپنی ماں سے کروڑ روپے طلب کرنا

دونون طرف سے بہت سا انکار واصرار پیش آنا بیگم کا

ناخوش ہوکر اپنی جاے سکونت کو بدل دینا

جس دن حیدر بیگ خان پہونچے اُسدن آصف الدولہ خود تو مان کے پاس گئے سالار جنگ کو بھیجکر اُن کی زبانی پیام دیا کہ غلام کو کروڑ روپے انگریزون کے دینے ہین اُمیدوار ہون کہ حضور سے مرحمت ہو جائین بیگم صاحبہ نے یہ بات سُن کر سالار جنگ سے فرمایا کہ کیا پھر مزاج آصف الدولہ کا اعتدال طبعی سے منحرف ہو گیا ہے یا غلبۂ خفقان کی وجہ سے ایسی غافلانہ باتین مُنھ سے نکالتا ہے اور آپ میرے بزرگ ہین اس لیے مین آپ سے کیا کہون ایسے پیغام بے محل اور بے کار آپ لاتے ہین بھلا اُس سے پوچھو تو کہ تمام صوبہ اودھ والہ آباد اور دوسرے ممالک وہ اپنے قبض و تصرف مین رکھتا ہے لیکن کبھی ایک کروڑ روپون کی صورت اُس نے اپنی آنکھون سے دیکھی ہے یا اُس کے باپ نے کبھی اتنے روپے جمع کیے تھے اگر اُس کے دل مین یہ بات ہو کہ شجاع الدولہ کی دولت میرے پاس جمع ہے تو وہ تو پہلے ہی مجھ سے لے گیا ہے میری جاگیر سے چار لاکھ روپے کی آمدنی ہے اسی قدر خرچ بھی پھر مین نے کروڑ روپے کہان سے جمع کر لیے دوسرے دن صبح کو خود نواب آصف الدولہ اپنے مامون کو ساتھ لیکر بیگم صاحبہ کے پاس آئے اُنکے بیٹھ جانے کے بعد بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایک کروڑ روپے کی درخواست کی ہے سچ کہو کہ باپ کے عہد مین اس قدر روپیہ کبھی ایک جگہ دیکھا تھا یا تمنے اس قدر عرصے مین کبھی جمع کیا ہے ہمنے تو خواب مین بھی اتنا روپیہ نہین دیکھا یہ کیا باتین ہین کہ غائبانہ زبان پر لاتے ہو نواب نے قطعی انکار کیا کہ غلام نے کبھی ایسی درخواست نہین کی ہے اُس وقت بیگم صاحبہ نے نواب سالار جنگ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ واہ بھائی صاحب عجیب پیغام خلاف واقع

دل سے تراش کر لائے تھے آپ کو ایسی باتون سے کونسا فائدہ ہے وہ بےچارے دم بخود
ہو گئے نہ اقرار کرتے بنتی تھی نہ انکار کرتے تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد خود نواب
آصف الدولہ ہی نے اس بات کی یون تفسیر کی کہ انگریزون کو دینے کے لیے کروڑ روپے
مجھے چاہیین یہی پیام دیا تھا مین نے طلب نہین کیے تھے ماموں صاحب یہ سمجھ گئے کہ
مین طلب کرتا ہون اگر ان مین سے کچھ حضور بھی مرحمت کر دین تو غلام کی مشکل آسان
ہو جائے بیگم نے جواب دیا کہ کروڑ اور آدھے کروڑ روپے تو مین نہین جانتی اگر تم کو
مطلوب ہین تو پانچ چھ لاکھ روپے دے سکتی ہون لیکن اول یہ بتا دینا چاہیے کہ روپے
قرض لیتے ہو یا بطور ثواب کے نواب نے عرض کی کہ بطور قرض کے چاہتا ہون اسی قدر
سوال و جواب پر مجلس ختم ہو گئی نواب آصف الدولہ باغ کو چلے گئے اور خواجہ سرا اپنے
مکانون مین آکر کھانے پینے مین مشغول ہوے جب یہ حکایت حیدر بیگ خان کے
کانون مین پہونچی تو نواب سے عرض کیا کہ جناب عالی نے ایک کروڑ روپے کے لیے اتنی
تکلیف اُٹھائی ہے لکھنؤ سے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ فیض آباد تک سفر کیا ہے دُور دُور تک
لوگون نے یہ بات سُنی ہے کہ نواب نے اپنی مان سے زر کثیر پایا ہے اس قدر تھوڑے روپے
لینے پر جو خود حضور نے رضامندی ظاہر کر دی ہے تو اس سے کیا کام نکل سکتا ہے۔
بدنامی علاوہ رہی کہ مان سے بلا رضامندی کے روپیہ لیا پھر کس لیے بہت سا روپیہ
نہ لیا جائے جس سے کام نکل جائے اسکی تدبیر نمک خوار کے ذہن مین یون ہے کہ جواہر علیخان
اور بہار علی خان دونون حضور کے باپ کے غلام ہین اور جناب عالیہ کے بھی مدار المہام
ہین اُن کا تمام اندوختہ ان کی تحویل مین ہے یہی سیاہ و سفید کے مالک ہین کسی طرح اِن
دونون کو بیگم صاحبہ سے جُدا کر کے تھوڑی دیر قید رکھ کر کسی قدر چشم نمائی کی جائے

جو کچھ روپیہ ان کے امکان مین ہوگا بے درد سری کے ہاتھ آجائے گا جناب عالیہ سے
کاوش اور رد و بدل کرنا ادب کے خلاف ہے اور یہ لچر کام کسی طرح قرین مصلحت نہین
نواب صاحب نے اس رائے کو پسند کیا اور دونون خواجہ سراؤن کی گرفتاری کی تدبیر کرنے
لگے نواب نے آفرین علی خان خواجہ سرا کو اپنی ماں کے پاس بھیجا کہ تھوڑی دیر کے لیے
جواہر علی خان اور بہار علی خان کو میرے پاس بھجوا دیا جاے کہ ایک بات ان سے کہنی ہے
بیگم کے آدمی اس پیام سے ڈر گئے اور وہ دونون خواجہ سرا بھی دریاے فکر و حیرت مین
ڈوب گئے اُنھون نے محل سرا سے نکلکر اپنے مکانون کو جانا چھوڑ دیا محلسرا سے نکل کر مکان
آتش خانہ مین کہ ڈیوڑھی پر تھا آجاتے اور یہان حوائج ضروریہ سے فارغ ہوکر پھر
محلسرا مین چلے جاتے۔ بیگم صاحبہ نے آفرین علی خان کو جواب کہلا بھیجا کہ اپنے آقا سے جاکر
کہدے کہ تجھکو مجھ سے کونسی پردہ داری ہے خود کیون نہین میرے پاس آکر جو کچھ منظور
خاطر ہے کہتا خواجہ سراؤن سے کیا سروکار وہ کبھی نہین آئینگے یہ بات مشہور ہونے سے
چھوٹے بڑے پھر متوحش ہوے اور سمجھے کہ ہنگامہ طول کھینچے گا جب خواجہ سراؤنکا آسانی
سے ہاتھ آنا میسر نہوا تو آفرین علی خان کی زبانی نواب نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ اب ارادہ
فدوی کا ایسا قرار پایا ہے کہ آپ کے متصل بارہ دری قدیم مین اگر رہون لیکن شاگرد پیشہ
اور مردم ہمراہی کے رہنے کے لیے وسیع مکان درکار ہین اگر دو تین دن کے لیے ایسا ہو کہ
آپ کے پیادے جنکے مکان فیض آباد مین ہین اپنی اپنی جگھون سے اُٹھ کر اپنے اپنے گھر دیر
چلے جائین تو بہتر ہے تاکہ میرے آدمی اُن جگھوں مین اُتر جائین۔ اس پیغام سے
بیگم صاحب نہایت برافروختہ ہوئین اور کہنے لگین کہ خیریت ہے باطن کا حال معلوم ہوا
اگر ایسی حالت ہے تو مجھے اپنا رہنا بھی قلعہ مین گوارا نہین جب آفرین علی خان بیگم کے

پاس سے رخصت ہوکر باہر نکلا تو دیکھا کہ نقار خانے کے دروازے سے قلعہ کے دروازے تک کہ یک پولیہ کہلاتا تھا دونون طرف ہر ایک دو کانین دس دس بیس بیس سپاہیان نجیب بیگم صاحبہ کے ملازم جو جواہر علی خان کی ماتحتی مین تھے بیٹھے ہین اور اُس وقت دوسری بات یہ ہوئی تھی کہ پہلے سے مرزا احمد علی بیگ کپتان کے رسالے اور عقلمند خواجہ سرا کی کمپنی مین جو آدمی کم تھے اور اُن کے نامون کی جگہ دوسرے آدمی بھرتی کرنے کے لیے حکم ہوا تھا ایسے موقع پر ان دونون شخصون نے بھی بھرتی شروع کردی تھی اور ایک ایک کی جگہ دس دس اور دس دس کی جگہ سو سو آدمی نوکری کے لیے حاضر تھے اسلیے ہتھیار بندون کا ہجوم عام ہوگیا تھا اس اژدحام مین آفرین علی خان میلنے مین سوار آیا اور بلند آواز سے کہا کہ سپاہی ان مکانون سے اُٹھ جائین اور اپنے اسباب لیجائین حضور نواب صاحب کے آدمی یہان قیام کرینگے جب سپاہیون کے کانون مین یہ آواز پہونچی تو آفرین علیخان کو گالیان دینے لگے اور کہنے لگے کہ جنابعالیہ کے بغیر ہم یہان سے نہین ہٹینگے آصف الدولہ تو کیا حقیقت رکھتے ہین اگر شجاع الدولہ اور صفدر جنگ اور برہان الملک اپنی قبرون سے اُٹھ کر یہان آوین اور اس بات کی درخواست کرین تو یہ امر ناممکن ہے۔ آفرین علی خان نے نواب آصف الدولہ کے پاس پہونچ کر تمام حال کو بڑی آب و تاب کے ساتھ عرض کیا اس ہنگامے مین نواب آصف الدولہ کی دادی کے جاسوس بھی موجود تھے اُنھون نے جاکر اپنی بیگم سے حال بیان کیا اُنھون نے اپنی بہو کو کہلا بھیجا کہ یہ کیا خلاف توقع اور بے قاعدہ باتین سُننے مین آرہی ہین مین سوار ہوکر تمھارے پاس آکر مفصل حال معلوم کرنا چاہتی ہون۔ والدہ آصف الدولہ نے جواب مین عرض کرایا کہ آپ بزرگ ہین سواری کا قصد بیجا مناسب نہین مین خود آپ کے پاس آتی ہون۔ جمعہ کے دن ۲۵ محرم ۱۱۹۶ ہجری

کو دوپہر کے بعد جنابعالیہ سوار ہوئین تمام فوج جو دو ہزار کے قریب تھی اور تمام خواجہ سرا
اور ان کے آدمی ساتھ ہوے اور سامان ضروری بھی ہمراہ لیا بڑی بیگم موتی باغ مین کہ
قلعہ سے زیادہ مسافت نہین رکھتا تھا رہتی تھین رلستے مین اتنی بھیڑ بھاڑ تھی کہ
سپاہیون کا سواری کے ساتھ چلنا دشوار تھا قلعہ کے دروازے سے موتی باغ تک سب نے
دورویہ صف باندھ لی سواری ان صفون کے درمیان سے گذری تمام شریف آدمی اور
یکہ جوان کہ بیگم صاحبہ کے نوکر اور خواجہ سرا اُن کے مصاحب تھے اور جن کا معمول سواری
کے ساتھ رہنے کا نہ تھا اس وقت مسلّح ہو کر سواری کے ساتھ رہے اور سپاہیان نجیب
جنکی وردی سیاہ تھی اور تلنگے جنکی وردی سُرخ تھی اپنے افسرون کے حکم کے بغیر اور
بدون اجازت مالکون کے بندوقون کے توڑے سُلگا کر کھڑے ہو گئے جب سواری قلعہ
سے نکلی تو مولوی فضل عظیم خان نے سلام کرکے نذر پیش کی جو نا منظور ہوئی جب یہ خبر
نواب آصف الدولہ کے کان مین پہونچی تو اُن کا دل بھر آیا گو دل و دماغ اُن کا کیسا ہی
اوباشی اور شراب نوشی نے خراب کر دیا تھا مگر اُس وقت اُن کا دل نرہ سکا اُنھون
نے ارادہ کیا کہ تیزی سے پہونچ کر معذرت کر کے منت وسماجت کے ساتھ سواری کو
پھر قلعہ مین لوٹائین لیکن حیدر بیگ خان نے عرض کیا کہ اگر روپیہ لینا منظور خاطر ہے
تو تھوڑی دیر توقف فرمانا چاہیے آخر دادی صاحبہ کے دولتخانے مین جا رہی ہین وہ بھی
اپنا مکان ہے اور وہان ہمیشہ جاتی رہتی ہین کوئی نئی بات نہین اُسی وقت مولوی
فضل عظیم خان نے پہونچکر عرض کیا کہ حضور کا اس وقت معذرت کے لیے تشریف لیجانا
مصلحت کے خلاف ہے وہان تمام مادہ تیار ہے سپاہیان پیادہ وسوار بندوقون کے
توڑے سُلگائے ہوے مستعد کھڑے ہین اور نفس الامر یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کو ان آدمیون

کے کھڑے ہونے اور توڑے سلگا لینے کی بالکل خبر نہ تھی نواب صاحب نے ان دو باتون کی وجہ سے عزیمت سواری روکدی بیگم صاحبہ کے ساتھ چالیس رتھون مین مغلانیان اور کنیزین سوار ہو کر گئین جب سواری موتی باغ مین داخل ہوئی تو جواہر علی خان اور بہار علی خان مطبوع علی خان کی حویلی مین اُترے یہ حویلی بڑی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی سے متصل تھی اور یہ شخص اُن کا خواجہ سرا تھا۔

بیگم صاحبہ کو قلعہ سے نکلکر ساس کے پاس چلے جانے کی صلاح خواجہ سرا اُن نے دی تھی اُن کا مقصود یہ تھا کہ جب بیگم صاحبہ مکان چھوڑینگی تو آصف الدولہ اپنی بدنامی کے خیال سے روپے کا سوال بند کر دینگے اور محبت مادری سے جوش مارکر معذرت کو چلے آئینگے۔

بیگم صاحبہ کی جاگیر مین بڑے بڑے آٹھ محال تھے جنپر آٹھ عامل مقرر تھے اِن کے سوا چھوٹے ضلعون پر بھی فوجدار متعین تھے اخوند احمد علی تمام محالات جاگیر کا افسر اعلی تھا اُس نے چند روز قبل ہولے زمانہ دیکھ کر دور اندیشی کی راہ سے تمام محالات کے عاملون کو حکم لکھدیا تھا کہ اپنی تمام جمعیتون کے ساتھ فیض آباد مین چلے آئین۔ تمام ملازمان بیگمصاحبہ اور عاملون کے تمام آدمی و شاگرد پیشہ اور اکثر زمینداران دیہات جو حسن معاملہ کی وجہ سے راضی تھے جمع ہو کر اُسی دن فیض آباد پہونچگئے جس دن بیگم صاحبہ قلعہ سے نکلکر ساس کے پاس آگئی تھین یہ جمعیت بھی دو ہزار سے کم نہ تھی یہ تمام آدمی فیض آباد کے جنوبی ناکے تک جو ناکہ الہ آباد کہلاتا ہے اور قلعہ سے ایک کوس جریبی کی مسافت رکھتا ہے دورویہ صف باندھکر کھڑے ہوگئے بازار کے دوکانداروں نے لوٹ مار کے خوف سے دوکانین بند کردین اور تماشے کیلیے کھڑے ہوگئے تماشائیونکا ہجوم اور پانچ چھ ہزار سپاہیونکا مجمع شہر مین ہونے سے اژدہام ہوگیا شہر کے نجیب و شریف آدمی بیگمصاحبہ اور

خواجہ سراؤن کے ممتاز اور شریف نوکر بھی تیار تھے یہ بھلے آدمی رات کو بھی حفاظت کے لیے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جمے رہے۔

انگریزی پلٹن کا قلعہ اور جواہر علی خان وبہار علیخان کے مکانون پر قبضہ کر لینا۔ حکمت عملی سے بیگم کے آدمیون کو منتشر کرا دینا

شب شنبہ ۲۶ محرم ۱۱۹۶ھ ہجری کو پہر رات گئے انگریزی پلٹن ایک انگریز کی ماتحتی مین تیار ہو کر مغرب کی طرف سے دلی دروازے کی راہ ہو کر قلعہ مین داخل ہوئی اور بہو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی اور جواہر علی خان وبہار علی خان کی حویلیون اور قلعہ کے تینون دروازون پر پہرے کھڑے کر دیے اور قلعہ کی شمالی طرف کا بھی جو دریا کی سمت واقع ہے انتظام کر لیا اور ایک ایک توپ ہر ایک دروازے پر کھڑی کر دی اِس کارروائی سے بیگم صاحبہ کے طرفدارون کو بالکل مایوسی پیدا ہو گئی نواب نے ذرا پاس ولحاظ نہ کیا اور یہ خیال کیا کہ تھوڑی سی چشم پوشی سے مدعا حاصل ہو جائے گا والدہ صاحبہ اور اُن کے مشیر سمجھ لینگے کہ نواب اِس مرتبہ بیمروتی پر کمر باندھے ہین اپنی درخواست پوری کرا کر چھوڑینگے اور جس طرح بن سکیگا روپیہ لیے بغیر نہ مانینگے۔ بیگم صاحبہ اور اُنکے طرفدار مایوس ہو جائینگے اِسی وجہ سے پلٹن کو قلعہ مین داخل کر دیا پہلے بھی نواب نے ماں سے روپیہ لیا تھا لیکن اتنی سختی نہین کی تھی اب جانبین سے آمد و رفت آدمیون کی بند ہو گئی اور اعتبار واعتماد ایک کو دوسرے کا نہ رہا عنبر علی خان ویوسف علی خان خواجہ سرا کہ جواہر علی خان کے بھائی کہلاتے تھے پہر رات گئے نواب کی طرف سے اُن کی دادی کے

مکانپر آئے اور چند باتین عرض کرکے جواہر علی خان کو نواب کی طرف سے بہت دھمکایا اور رخصت ہوکر لوٹ آئے۔

دوسرے دن کہ شنبے کی صبح اور محرم کی ۲۶ تاریخ تھی بغیر اس کے کہ بیگم صاحبہ کو کوئی خبر ہو یا جواہر علی خان کو اطلاع دین مرزا احمد علی کپتان اور عقلمند خواجہ سرا کمال طنطنے کے ساتھ قلعہ مین آئے اور پانچ چھ توپین جو قلعہ مین رکھی ہوئی تھین اُن کو اپنے ہمراہیون سے کھچوا کر باہر لے آئے انگریز جو قلعہ مین پلٹن کے ساتھ تھا اُس کو لڑائی کی اجازت نہ تھی اس لیے خاموش رہا منع نہ کیا ان چھو دن توپون کو چوک مین لے جاکر ترپولیہ کے دروازون مین کھڑا کر دیا ایسے مقام پر جہان قریب ترانگریزی توپ قلعہ کے دروازے پر دکھن رویہ کھڑی تھی انھون نے اسکے بالمقابل اپنی توپین شمال رویہ کھڑی کین اور سوارون کو حکم دیا کہ گھوڑے چھوڑ کر پیادہ ترپولیہ پر چڑھ جائین سوار جو دو سو آدمیون سے زیادہ تھے بندوقون کے توڑے سلگا کر چڑھ گئے منظور یہ تھا کہ اگر نواب وزیر کی فوج لڑائی کے لیے ادھر سے آئے تو تلے سے تلے کے آدمی اور اوپر سے اوپر کے آدمی اُن کو بھون دین۔

۲۶ محرم روز شنبہ کو پہر دن چڑھے عنبر علی خان آصف الدولہ کے لشکر سے انکی دادی کے محل مین پہونچا اور اُن کی والدہ کے سامنے کھڑے ہوکر دادی سے عرض کیا کہ نواب صاحب نے آپکی خدمت مین گذارش کیا ہے کہ غلام سلام کا ارادہ رکھتا ہے لیکن جاسوسون کی زبانی معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ کے آدمی توپخانہ لے کر سدراہ ہین اس اندیشے سے غلام نے حاضر ہونے کی جرأت نہین کی اگر والدہ ماجدہ نے میرے مقابلے کے لیے یہ سپاہ آراستہ کی ہے تو مجھکو مقابلے کی قدرت نہین اور اگر کسی دوسرے کے لیے ہے تو وہ آخر

کون ہے اگر معلوم ہو تو مین بھی اُن کی فوج کے ساتھ شریک ہو کر اُن کے دشمن سے لڑون
یہ بات سن کر نواب کی دادی نے انکی ماں سے کہا کہ بی بی اپنے بیٹے کا پیغام سن لیا
کیا جواب دیا جائے بیگم نے ساس کو جواب دیا کہ مجکو بالکل اسکی خبر نہین کہ کس نے فوج کو
تیار اور لڑائی کے لیے مستعد کیا ہے پھر جواہر علی خان اور بہار علی خان کی طرف مخاطب
ہو کر کہا کہ شاید تمنے یہ جسارت کی ہو گی یہ دونون شخص صبح سے سامنے کھڑے تھے
عرض کرنے لگے کہ یہ غلام حضور مین حاضر ہین باہر کے حالات کی کچھ خبر نہین اور حضور کے
حکم کے بغیر کیا مقدور تھا کہ اپنے صاحبزادے اور پیر و مرشد کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کرتے
ہمکو بالکل خبر نہین۔ عنبر علی خان نے عرض کیا کہ توپین انگریزی پلٹن کے سامنے جو قلعہ
مین داخل ہو گئی ہے تیار کھڑی ہین بیگم نے کہا کہ توپین آصف الدولہ کے آدمیون کے
حوالے کر دو۔ یہ حکم ہوتے ہی نواب کے مغل بچے بیگم کے گولہ اندازون سے توپین لے کر
اپنے ہاتھون سے کھینچتے ہوے لشکر مین لے گئے بیگم کے توپخانے کے مغل بچے بے تکلف
چلا چلا کر اہانت کے الفاظ کہنے لگے۔ کہتے تھے کہ کاش کسی مرد کے نوکر ہوتے برسا لہاے دراز
سے اس سرکار کے نوکر تھے ماہ بماہ تنخواہ پاتے تھے عرصہ دراز سے آرزو تھی کہ آقا کے
سامنے اپنے جچے خون کو نثار کردین آج کا دن جان نثاری کا تھا اس بی بی اور خواجہ سرا ان
کے جان فدا کرنے کی نوبت نہ پہونچنے دی تُف ایسی نوکری پر یہ عبارت کسی قدر
ادب سے درست کر کے لکھی ہے ورنہ اُنھون نے تو کھُلی کھُلی اور بہت فحش گالیان
دی تھین جب توپین ہاتھ سے نکل گئین تو بیگم کے آدمیون کا طنطنہ کسی قدر سُست
ہو گیا لیکن بدستور کھڑے تھے۔ عنبر علی خان نے نواب کے پاس پہونچکر سب حال
عرض کیا۔

محمد فیض بخش کہتا ہے کہ جس وقت عنبر علی خان محل مین آصف الدولہ کا پیغام اُنکی دادی سے بیان کر رہا تھا اُس وقت بعضے خواجہ سرا اندر سے باہر آئے اور اخوند احمد علی اور میرے اور دوسرے حضار مجلس کے سامنے کہنے لگے کہ ساس نے بہو سے کہا کہ اگر لڑائی کا ارادہ ہے تو بسم اللہ ہم تم دونون سوار ہوتے ہین اِس صورت مین احتمال ہے کہ تمھارے بیٹے کو کوئی نقصان پہونچ جائے یا نہ پہونچے کیونکہ شجاع الدولہ کی فوج خراب ہو چکی ہے چند رسالہ دار جو باقی رہ گئے ہین وہ ہماری اور تمھاری شرکت سے مطلع ہونگے اور تمھارے بیٹے سے ناراض ہین غالب کہ معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ بہو نے جواب دیا کہ استغفر اللہ یہ کیا کلام ہے اس طول عمر مین یہی ایک لڑکا خانہ دل کا چراغ ہے مجکو یہ کب منظور رہے کہ اُس کو صدمہ پہونچے۔ اور ایک بار جواہر علی خان و بہار علیخان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ سارا فساد اور ہنگامہ آرائی صرف تمھارے لیے ہے اگر ہو سکے تو آصف الدولہ کی خدمت مین حاضر ہو جاؤ تم اُس کے باپ کے غلام ہو اگر چاہے گا سزا دے گا تم اپنے نفسون پر گوارا کرلیجو کہ غیرت و ننگ کا موقع نہین ہے اور اگر اُس کی چشم نمائی سے عار ہے تو جہان پناہ مل سکے چلے جاؤ اور مجھ سے کچھ توقع نرکھو چونکہ ان بیٹے کا معاملہ تھا اور یہ خانہ زاد تھے ان کو اگر کچھ ناز تھا تو اسی قدر تھا کہ بیگم صاحبہ کی خدمت گذاری اور حاضر باشی مین رہتے تھے جب رو برو جواب صاف پالیا تو حیرت سے چھکے چھوٹ گئے سوائے سکوت کے ایک بات مُنھ سے نہ نکل سکی۔

القصہ عنبر علی خان نے یہان کا تمام حال نواب آصف الدولہ سے عرض کیا نواب کے اہل دربار نے اُس سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے آخر کس قدر آدمی ہونگے اُسنے جواب دیا کہ اگرچہ سیر الخمینہ یقین کے قابل نہین لیکن قلعہ کے دروازے سے شہر کے دروازے تک

برابر برابر آدمی کھڑے ہین کہ ایک کا دوسرے سے کندھا چھلتا ہے ڈیوڑھی پر جسقدر آدمی
ہین اُن سب کو ملاکر دس ہزار کے قریب معلوم ہوتے ہین نواب کے مصاحبون نے
یہ مشورہ دیا کہ جس طرح ہوسکے اس ہجوم کو بھی متفرق کردینا چاہیے تب خواجہ سرا
ہاتھ آوینگے۔ چنانچہ پھر عنبر علی خان کو بھیج کر بیگم صاحبہ سے نواب نے عرض کرایا کہ اگر
سپاہی لوگ بازار سے چلے جایئن تو مین آجاؤن۔ بیگم نے حکم دیا کہ سب یہان سے
ہٹ کر اُس میدان مین ٹھہر جایئن جو شہر سے جنوب کی طرف واقع ہے جہان شجاع الدولہ
کے عہد مین پرشاد سنگھ کی دونون پلٹنون کی چھاؤنی تھی اور اب وہان چھوٹی سی
کوٹھی داراب علی خان نے بنالی تھی چنانچہ خود عنبر علی خان بیگم صاحبہ کی اجازت
سے اُن کو ساتھ لے گیا اور اُس جگہ ٹھہرادیا جب یہ آدمی چلے گئے تو چوک کا بازار بلکہ
یون کہو کہ تمام شہر خالی ہوگیا خرید و فروخت اور شہر والون کے دوسرے کام بند ہوگئے
تمام آدمی گلی کوچون مین کھڑے ہوے تھے کہ اس ہنگامے کا انجام کیا ہوگا لیکن جو لوگ
کہ ڈیوڑھی پر بیٹھے ہوے تھے اور قریب پانسو آدمیون کے تھے وہ جگہ سے نہ ہلے۔
بہو بیگم کے موتی محل سے نکلکر موتی باغ مین آنے کے وقت جس قدر فوج دور وپیہ کھڑی تھی
اُس کی کوئی حقیقت نواب کی فوج کے سامنے نہ تھی لیکن چونکہ یہ آدمی شہر مین تھے
اسواسطے بہت معلوم ہوتے تھے اس لیے نواب کے ارکان دولت کو اندیشہ تھا کہ اگر
لڑائی ہوگئی تو یہ کوئی صف جنگ میدان تو ہے نہین کہ توپ د گولہ بندوق کارگر ہے
یہ خانہ جنگی کی وضع ہے اور عوام یہ کہتے تھے کہ اگر دونون بیگمین لڑائی کو سوار ہوجائین
تو نواب کی طرف شجاع الدولہ کے وقت کی جو سپاہ ہے مبادا وہ پاس ادب کا لحاظ کرے
اور بلوا پیدا ہوجائے اور علاقے کے گنوار بھی آکر شریک ہوجایئن تو اس سے قباحت

پیدا ہو جائے گی۔

جواہر علی خان اور بہار علی خان خواجہ سراؤن کی گرفتاری

حیدر بیگ خان کی مرضی یہ تھی کہ فریب و فسون سے جیسے ہو سکے خواجہ سرا ہاتھ آجائین اگرچہ مقدم روپے کا لینا تھا لیکن بہار علی خان کے کلکتے جانے اور کاشی راج وکیل کے سامنے کلمات سخت کہنے کا داغ دل سے نہین مٹتا تھا اِسلیے اس کی پاداش بھی دل سے چاہتے تھے اسلیے خواجہ سراؤن کے پکڑنے مین بڑا اصرار تھا نواب آصف الدولہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ عنبر علی خان نے نہایت دانائی کے ساتھ بیگم کو راضی کر کے تمام سپاہ کو شہر سے نکالکر باہر ٹھہرا دیا اُن کے بعض بے ادبی والے مصاحب عرض کرنے لگے کہ اگر اس وقت تلنگون کی ایک کمپنی بھیجدی جائے تو بے تکلف خواجہ سراؤن کو قید کرلے ہرکارون نے عرض کیا کہ خواجہ سرا دولت سرا کے اندر حضور کی والدہ صاحبہ اور دادی صاحبہ کے سامنے کھڑے ہین اور ایک ہزار کے قریب بڑی بیگم صاحبہ کے سپاہی اور شہر کے شریف زادون مین سے یکہ جوانان صاحب غیرت ڈیوڑھی پر حاضر ہین اسطرح خواجہ سراؤن کا ہاتھ آنا ناممکن ہے۔

اس کشمکش مین جواہر علی خان کی غیرت نے اُس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ نواب کے سامنے جانے اور بے عزّتی کا نشانہ بننے سے یہ بہتر ہے کہ جو آدمی شہر کے باہر مسلح اور لڑنے مرنے پر آمادہ بیٹھے ہین اور برسون سے ان کی پرورش مین نے کی ہے ان مین جلکر شریک ہو جانا چاہیے غالب یہ ہے کہ وہ رفاقت سے منھ نہ موڑینگے جب انھین پہونچ

جاؤن گا تو یا ایک بغیر لڑے بھڑے کسی کے ہاتھ نہ آسکون گا اگر مارا جاؤن گا تو پردہ
ڈھک جائیگا اور اِس سے بہتر ہوگا کہ ہم چشمون مین رسوائی حاصل ہو اِس بات
کو دل مین پختہ کرکے گھوڑے پر سوار ہو کر موتی باغ کے پیچھے ایک پاکھڑ کے پیڑ تلے آکر
کھڑا ہوا ساتھ ایک گٹھری تھی اُس مین چند دوشالے اور شالی کمر بند اور دوسرے
چند کپڑے تھے اور سو اشرفیان انگرکھے کی ایک طرف کی جیب مین اور سو دوسری طرف
کی جیب مین پڑی ہوئی تھین اور اب یہ ارادہ تھا کہ بیگم صاحبہ کی سپاہ کے مجمع مین
پہونچ جائے کہ اس درمیان مین حسن رضا خان کا خدمتگار اُس کے پاس آکر کہنے
لگا کہ اس وقت کوئی تدبیر فائدہ نہ بخشے گی اگرچہ تم مجکو اپنا دشمن جانتے ہو لیکن مین
وہی پرانا دوست ہون میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ اپنے آپ بدون طلب نواب کے
پاس چلے جاؤ وہ تمھارے صاحبزادے ہین جو کچھ کرینگے اس مین ننگ وغیرت کا مقام
نہین اُس وقت بہار علی خان نے بلند آواز سے کہا کہ اول مین خود جاتا ہون اور
حاضر ہوتا ہون نواب میرے مالک ہین جو کچھ اُن کی مرضی ہوگی بسر وچشم اطاعت
کرون گا جواہر علی خان نے دیکھا کہ حسن رضا خان نے یہ مشورہ دیا ہے اور بہار علیخان
جانے کو تیار ہے اگر مین انکار کرونگا تو تمام ہنگامہ آرائی میرے سر پر پڑے گی تن بہ تقدیر
چلنا چاہیے جب یہ دونون خواجہ سرا مستعد روانگی ہوے اور بیگم صاحبہ سے اجازت
مانگی تو اُس وقت آصف الدولہ کی دادی نے اپنے خواجہ سرا مطبوع علی خان کو ہمراہ
کرکے اُسکی زبانی آصف الدولہ کو نصیحت کے یہ کلمات کہلوائے کہ تمھارے پاس خاطر
سے ان دونون شخصون کو بھیجا جاتا ہے ظاہرا ان کا کوئی قصور معلوم نہین ہوتا مگر
تمھارے زعم مین خلاف واقع یہ تقصیروار ہین تو ایسا ہی سہی تم انکی خطا کو معاف

کرکے ہمارے پاس واپس بھیجدو جواہر علی خان اور بہار علی خان و مطبوع علی خان گھوڑون پر سوار ہو کر آصف الدولہ کے پاس روانہ ہوے اور ساتھ صرف ایک ایک خدمتگار تھا۔ جب یہ آصف باغ مین پہونچے اُس وقت نواب بیت الخلا مین تھے دونون نے اپنے ہاتھ باندھ لیے بہار علی خان نے دونون ہاتھ رومال سنے لپیٹ لیے تھے اور جواہر علی خان نے دوشالے سے جو کندھے پر ڈلے ہوے تھا۔ جب نواب پاخانے سے نکلے تو دونون نے اس ہیئت سے سلام کیا نواب نے مہربانی فرماکر دونون کے ہاتھ اپنے ہاتھ سے کھولدئے اور بنگلے مین کہ خوابگاہ کا مکان تھا اپنے ساتھ لے جاکر بیٹھنے کو حکم دیا مطبوع علی خان نے دادی کا پیغام نواب سے بیان کیا نواب کی اردلی کے آدمی کم ظرفی اور شوخی سے تلوارین میان سے نکالکر ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرکے کہتے تھے کہ کیا اصیل تلوار ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ تلوار کہان کی ہے کبھی کوئی شخص ننگی تلوار نواب کے ہاتھ مین دیدیتا تھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا تھا کہ تم لوگ اُس وقت مین لڑنے اور مقابلے کا دعوے کرتے تھے اب تنہا ہمارے دام مین آپھنسے ہو اب تم تو بے استعداد ہو اور ہم ہتھیار رکھتے ہین نواب نے دونون خواجہ سراؤن سے کہا کہ تم یہان موجود رہو مین رزیڈنٹ کے پاس جاتا ہون شاید وہ اس وجہ سے تم سے ناراض ہوگئے ہونگے کہ جب انگریزی پلٹن قلعہ مین داخل ہوئی تو اُس وقت تمھارے سپاہی بندوقون کے توڑے سلگائے ہوے تھے مین اُن سے تمھاری طرف سے معذرت کرکے آتا ہون اور نواب سوار ہو کے شجاع الدولہ کے بنائے ہوے رمنے مین جو ایک بڑا میدان ہے اور جہان رزیڈنٹ اور حیدر بیگ خان ٹھہرے ہوے تھے آئے اور بیان کیا کہ دادی صاحبہ نے اُن دونون گناہگارون کو بھیجا ہے اور یہ پیام دیا

ہے پس مین اُن کی تقصیر معاف کر کے چھوڑے دیتا ہون حیدر بیگ خان نے عرض کیا
کہ یہ تمام کئی دن کی محنت مُفت رائگان جائے گی اور دہلی سے جو کلکتے تک اِس بات کی
شہرت ہو گئی ہے سب عبث اور بے فائدہ ہو جائے گی اور بدنامی علاوہ رہے گی حضور
ان کو تھوڑے دن تک قید رکھین ابھی کروڑ روپے وصول ہوے جاتے ہین یہ سونے کے
چڑے ہین جال مین پھنس گئے ہین نواب نے رزیڈنٹ کی طرف توجہ کی اُس نے بھی
حیدر بیگ خان کے ایا سے اُنھین کے قول کی تائید کی نواب نے اِس مشورے پر
کاربند ہو کر اپنے قیام گاہ کو مراجعت کی اور اُن خواجہ سراؤن سے کہا کہ ہم رزیڈنٹ سے
تمھاری سفارش کر آئے ہین اِس وقت معذرت کے لیے تمھارا خود جانا مناسب ہے
مولوی فضل عظیم خان کو فرمایا کہ تم صاحب کے خیمے تک انکے ساتھ جاؤ، خلاصہ یہ ہے
کہ مولوی ان کے ساتھ روانہ ہوا جب ان کی سواری رزیڈنٹ کے خیمے کے پاس پہونچی
تو مولوی نے اپنی سواری کے ہاتھی کو تیزی سے آگے بڑھایا چند ترک سوار جو مولوی
کی اردلی مین چل رہے تھے وہ اُسکے ساتھ تو نہ ہوے بلکہ خواجہ سراؤن کی سواری
کو گھیر کر چلنے لگے اِسلیے خواجہ سراؤن کے دل مین دغدغہ پیدا ہوا لیکن مجبور آگے چلتے تھے
جب رزیڈنٹ کے خیمے کے سامنے پہونچے تو سواریون سے اُتر گئے رزیڈنٹ اپنے خیمے
سے باہر آیا اور سلام کر کے کہنے لگا کہ مین اس وقت چائے پی رہا ہون آپ اس برابر کے
خیمے مین ٹھہریے فراغت پا کر آتا ہون پہلے سے وہ خیمہ انکے قید کرنے کے لیے تجویز ہوا
تھا اور آس پاس پلٹن کی بندوقین لٹادی تھین ان کا پہونچنا تھا کہ چارون طرف
پہرہ قائم ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد میر نثار علی جو بہار علی خان کا بھائی مشہور تھا
آصف الدولہ کی دادی صاحبہ کی ڈیوڑھی پر گیا تو ایک آہ کا نعرہ مار کر بیہوش ہو کر

گرگیا اس کے بعد مطبوع علی خان نے حاضر ہو کر تمام حال بیان کیا نواب کی وادی نے اُس پر خفگی کی اور بہت سخت الفاظ کہے دس بیس ڈھنڈورے والے بیگم کے لشکر مین اور نواب وزیر کے لشکر مین یہ منادی کرتے پھرتے تھے کہ اگر کوئی نوکر جواہر علیخان کا یا بہار علی خان کا ہتھیار بند نظر آئیگا تو قید کر دیا جائیگا اور سزا پائیگا اس شہرت سے بیگم صاحبہ کی سپاہ کے حواس جاتے رہے اور سب آدمی اِدھر اُدھر چھپنے اور بھاگنے لگے حلاقے کے عامل لوگ جو شریف اور نجیب آدمی تھے اور برسون سے آرام وسکون مین بسر کی تھی حکومت کرتے تھے سوائے گھوڑے اور پالکی کی سواری کے ایک قدم پیادہ پا چلنے کے عادی نہ تھے وہ پیادہ پا لباس بدل بدل کر شہر کو آنے لگے جس کسی دوست کے گھر پر جاتے وہ ملنے سے گریز کرتا اور بے مروتی و ناآشنائی سے پیش آتا اس خوف سے کہ مبادا میرا مکان تاراج ہو جائے وہ لوگ کوشش کرتے تھے کہ ہم انکے مکان پر اُتر جائین اور صاحب مکان نے مروتی کر کے بزور مکان سے رخصت کرتے تھے اور وہ بے شرمی کر کے جمتے تھے اُٹھتے نہ تھے اور جانتے تھے کہ کوئی ہمارے پیچھے آتا ہوگا۔ ہر روز بیگم صاحبہ کے اہلکارون پر آفت پر آفت اور مصیبت پر مصیبت نازل تھی نوکر چڑھی ہوئی تنخواہ کی طلب مین اہلکارون کو تنگ کرتے تھے قیدخانے مین جواہر علی خان کے معدے مین ریح کا غلبہ ہو کر درد ہو گیا کچھ کھانا نہ کھایا تیسرے دن تسکین ہوئی کھانا حسن رضا خان کے باورچی خانے سے آتا تھا اس طرح پانچ دن اور گذرے بارش کا جو زور تھا وہ بھی گھٹا۔

خواجہ سراؤن پر روپے کے واسطے تشدد ہونا۔

بیگم کی جاگیر کا ضبط کیا جانا

اب جواہر علی خان اور بہار علی خان کو علٰحدہ علٰحدہ کر دیا گیا اور نواب کی طرف سے ان پر روپے کا تقاضا ہونے لگا جواہر علی خان نے جواب دیا کہ مین جاگیر سے روپیہ تحصیل کرنے کا مختار تھا جو کچھ آمدنی کا روپیہ وصول ہوتا وہ قسط بہ قسط پہونچا دیتا تھا وہ روپیہ بہار علی خان کے مکان پر جمع ہوتا تھا مجھے اُس کی خبر نہین کہ کہان ہے جب بہار علی خان سے طلب کی نوبت پہونچی تو اُس نے جواب دیا کہ تمام روپیہ موتی محل مین جو جناب بیگم صاحبہ کے رہنے کی جگہ ہے جمع ہوتا تھا حکم ہوا کہ بہار علی خان افیون بہت کھاتا ہے افیم بند کر دی جائے کہ بیتاب و بیقرار ہو کر روپے کا پتا دیگا ایسا ہی نے سے بہار علی خان تڑپنے لگا ایک خدمتگار تھوڑی سی افیم آفتابے کے سرپوش مین چپکا کر پاخانے مین رکھ گیا بڑی وقت سے گولی بنا کر نگل لی کیونکہ یہ گھولکر پینے کے عادی تھے اب کچھ تسکین ہوئی اِس وقت جواہر علی خان کو یہ خبر پہونچی کہ سپاہ اخوند محمد علیخان پر تنخواہ کا تقاضا کر رہی ہے کہلا بھیجا کہ آخر روز ملازمت تک کی تنخواہ تمام و کمال بیباق کر دی جائے اس وقت خزانہ دوسرون کے قبضے مین تھا مہاجنون سے قرض لیکر ادا کیا جب بہار علی خان پر افیون بند ہونے سے سخت تکلیف واقع ہوئی جان کنی کی نوبت پہونچی تو اقرار کیا کہ جو کچھ میرے مکان مین موجود ہے دیدونگا حکم ہوا کہ لکھے پچپن لاکھ روپیہ قرار پایا فرد لکھ کر پیش کی یہ کاغذ جواہر علی خان کے پاس مہر لگانے کو بھیجا اُنھون نے انکار کیا اور کہا کہ مین بیگم صاحبہ کا خزانچی نہین ہون اصرار ہوا تو مجبور ہو کر مہر لگا دی۔ دوسرے دن دونون خواجہ سراؤن کو سبکروان پر بٹھا کر

اور محافظت کے لیے کمپنی ہمراہ کر کے روانہ کیا دونون قیدی چوک کے بازار مین پہونچے موتی باغ مین جانے کا حکم نہ ملا وہان کھڑے رہ کر والدہ آصف الدولہ سے اجازت طلب کی حکم آیا کہ دیدو بہار علی خان کی حویلی مین گئے وہان سکہ حالی کے سولہ لاکھ روپے نکلے اور سوا لاکھ اشرفیان پائی گئین یہ سب زر نقد حوالے کر دیا اور لاکھ روپے آصف الدولہ کی دادی کے مکان سے قرض لے کر دیے گئے اور بعض چیزین جواہرات کی قسم سے جو حقّے کی چلمون مین لگی ہوئی تھین یہ بھی دیدی گئین اور یہ تمام سرمایہ لکھنؤ کو روانہ ہوا۔ اب حکم ہوا کہ ان خواجہ سراؤن کے ایک ایک پیر مین بیڑی ڈالی جائے تعمیل ہوئی ایک دن حیدر بیگ خان جو تمام ان کامون کے بانی مبانی تھے قیدیون کے پاس عیادت کو محبس مین آئے غمخواری سے جو مکاری سے خالی نہ تھی ان کی حالت بغور دیکھ کر کہا کہ مجکو یہ حال معلوم نہ تھا نواب صاحب سے عرض کر کے بیڑیان تمھارے پاؤن سے نکلوا دونگا مدعا ان کا یہ تھا کہ ان کو جتائین کہ تمنے میری معزولی پر جو کمر باندھی تھی اُسکے بدلے مین نے آج تمکو ان مصائب مین پھانسا ہے بعد اس کے خواجہ سراؤن سے کہا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر سرکار انگریزی نے ضبط کر لی ہے اگر تم چاہو تو مستاجری کے طور پر اپنے پاس رکھ سکتے ہو اُس وقت جواہر علی خان نے اخوند احمد علی کو بلایا اُسنے انکار کیا اب حیدر بیگ خان اپنے خیمے کو چلے گئے اور دو گھڑی کے بعد دونون کے پاؤن کی بیڑیان کٹوا دین۔

نواب آصف الدولہ کی فیض آباد سے لکھنؤ کو روانگی بہو بیگم کے تنخواردون اور رفیقون کا

اُن کی رفاقت کو ترک کرنا

نواب وہ تمام روپیہ لینے کے بعد آٹھوین دن ماہ صفر ۱۱۹۶ہجری کو مان اور دادی سے رخصت ہوے بغیر لکھنؤ کو چلے گئے دوبارہ خواجہ سراؤن کے پانوونمین بیڑیان پڑنیکا حکم ہوا اور ایکے ہرایک کے دونون پانوؤن مین پڑین اگرچہ ہلکی تھین لیکن ایسے آرام طلبون کی تکلیف تو ظاہر ہے جاگ صاحب اور بورن صاحب وہیڈ صاحب وغیرہ کئی انگریز پلٹن کے ساتھ قلعہ اور خواجہ سراؤن کی محافظت کو موجود رہے ابھی تک جواہر علی خان اور بہار علی خان اپنی اپنی حویلیون مین رہتے تھے بہار علیخان کی حویلی موتی محل سے ملی ہوئی تھی دونون کی دیوارین باہم بلا فصل جُڑی ہوئی تھین جاگ صاحب کو اندیشہ مفروری کا پیدا ہوا اس لیے اس کو بھی جواہر علی خان کی حویلی مین لاکر رکھا قید پوری تھی۔ نواب کی مان اپنی ساس کے پاس موتی باغ مین رہتی تھین۔

عقلمند خواجہ سرا جواہر علی خان کا نہایت عزیز بچگانہ تھا ہاتھی اور پالکی نشینی کا رتبہ رکھتا تھا وہ اول دن ہی اُٹھ کر حسن رضا خان کے پاس چلا گیا۔ نشاط علی خان نے بھی اپنا خیمہ وزیر کے لشکر مین کھڑا کرا لیا۔ چند روز کے بعد بتدریج خُرّم اور سہیل اور نکہت فلاح کی امید پر بے رخصت لکھنؤ کو چلے گئے۔ اخوند احمد علی ان لوگون کو بہت سمجھاتا اور منع کرتا اور تنخواہ کے نہ ملنے اور تنگدستی اور تکلیف اخراجات کا جو عذر کرتے اُس کو رفع کر دیتا اسپر بھی یہ لوگ چلے گئے۔ یہان تک کہ بہشتی۔ حجام دھوبی پیشگی تنخواہ لیتے اور سامان کی درستی کرکے لکھنؤ کو چلے جاتے سب سے بڑھکر

یہ بات ہے کہ والدہ آصف الدولہ کے حقیقی بھائی سالارجنگ کا یہ حال ہوا کہ بیگم نے اُن کو ملاقات کے لیے بلایا باوجودیکہ بیگم کی بدولت امارت کے مرتبے کو پہونچے تھے لیکن اب اُن کے پاس جانے سے گریز کرتے تھے بہت سی تاکید و تقید و ہزار جبرِ ثقیل کے بعد بیگم کے پاس گئے آصف الدولہ کی دادی کی ڈیوڑھی پر تھوڑی دیر بہن کے پاس بیٹھے بیگم ان سے اونچی آواز سے جو باتین کرتی تھین وہ دوسرے اُن آدمیون کے کانون مین پہونچتی تھین جو ڈیوڑھی کے پاس تھے نواب سالارجنگ کسی کا جواب نہین دیتے تھے چُپ بیٹھے ہوے تھے تھوڑی دیر کے بعد خائف و لرزان وہان سے اُٹھ گئے بیگم نے کہا خیر اُٹھ کر چلے جایئے تمسے جو مجھے امید ہے اُس کی توقع خدا سے ہے۔ خدا ہمارا حافظ و معین و ناصر ہے اصطبل۔ فیل خانے اور گاؤخانے کے داروغہ ہر روز ڈیوڑھی پر آتے اور فریاد کرتے کہ جانور دانہ چارہ نہ ملنے سے مرے جاتے ہین بیگم جواب مین یہی کہتین کہ مرین تو مرین ہمارے پاس خود روپیہ نہین ہے۔

مولوی ذکاءاللہ نے ہندوستان کی تاریخ مین لکھا ہے کہ بیگمین اپنے گھر مین قید تھین کھانے کو اُن کے پاس اتنا پہونچتا تھا کہ اُنکی ملازم عورتون کا پیٹ نہ بھرتا تھا اور وہ بھوک کے مارے مرنے کے قریب ہو گئی تھین غرض ان نیک بخت بی بیون پر محرم کے دہے گذر گئے۔ اس لفاظی مین یہ سراسر غلطی ہے کہ بیگمون کو قید کر دیا تھا اُن کے مکان پر پہرے کھڑے ہونے کا حال فیض بخش نے بالکل نہین لکھا بیگم اپنی ساس کے مکان پر رہتی تھین اور ساس کی کسی چیز پر ریاست نے قبضہ نہین کیا تھا اور وہ بھی بیحد مالدار تھین خرچ کرنے کے مواقع اور بہانے تلاش کرتی رہتی تھین تو کیا وہ مہانداری کے مراسم نہ ادا کرتی ہون گی اگر یہ بات مولوی ذکاءاللہ کی جو

انگریزی کتب تواریخ کی سند پر لکھی ہے صحیح ہے تو یہ منتقم حقیقی کی طرف سے بدلا ہے شجاع الدولہ کی اُس بیرحمی کا جو اُنھون نے انگریزی فوج کی مدد سے حافظ رحمت خان دوندے خان اور دوسرے علما و فضلا و اُمراے روہیلا کی بیوی بچون کے ساتھ ۱۱۸۸ ہجری مین کی تھی۔

اوائل ربیع الاول ۱۱۹۶ ہجری مین حیدر بیگ خان کا عریضہ بیگم صاحبہ کے پاس اس مضمون کا پہونچا کہ اپنے کسی متصدی و اہلکار کو روانہ فرما دین تاکہ اُس کے سامنے قیمت جواہرات و اشرفیون کی منقح ہو جائے اخوند احمد علی کی تجویز سے چیت رام متصدی لکھنؤ کو بھیجا گیا اُس کے سامنے لکھنؤ کے پرکھیے بلائے گئے ان کو پہلے سے سکھا دیا گیا تھا اُنھون نے پچاس ہزار روپے کی چیز کے دس ہزار روپے کوتے اور ایک ایک اشرفی کی قیمت پندرہ پندرہ روپے مقرر کی حالانکہ ہر اشرفی سولہ روپے قیمت رکھتی تھی اس وقت چیت رام کو مُنھ سے لفظ نکالنے کا یارا نہ تھا اس حساب سے ساڑھے چھ لاکھ روپے پچپن لاکھ روپے مین سے گھٹے جن کا اقرار بہار علی خان نے کیا تھا یہ روپے اس کے ذمے نکالکر تقاضا کرنے لگے اور اس حیلے سے قید رکھا جواہر علی خان سے ملنے کے لیے ایک داراب علی خان دوسرے فرح بخش کے مصنف محمد فیض بخش کو اجازت تھی ان دو کے سوا تیسرا شخص اُنکے پاس جا نہین سکتا تھا یہانتک کہ اسطرح چار مہینے بسر ہوے۔

نواب آصف الدولہ اور حیدر بیگ خان کا راجہ بلبھدر کی شکایت بیگم صاحبہ کو لکھنا اور اُنکا جواب معقول دینا

اس حال کے درمیان ایک عریضہ نواب کا اور ایک عرضی حیدر بیگ خان کی

بہو بیگم کے پاس آئی نواب لکھتے ہین کہ راجہ بلبھدر نے آپکی جاگیر کے محالات مین گنوارون کی جمعیت کثیر کے ساتھ ہنگامہ آرائی کی ہے غالب ہے کہ یہ کام اُس کا جواہر علی خان کے ایماسے ہوا ہوگا آپ اُس کو چشم نمائی کر دین ورنہ یہان سے سزا دیجائیگی۔

حیدر بیگ خان کی عرضی کا مضمون یہ تھا کہ ساڑھے چھ لاکھ روپے سرکار کے خواجہ سرا اُن کے ذمے باقی ہین چونکہ یہ روپیہ سرکار انگریزی کا ہے امیدوار ہون کہ اُن کو حکم ہو جائے کہ ادا کر دین وہ اس قدر روپے کی وجہ سے قید ہین یہ فدوی اور نواب سرفراز الدولہ جناب کے غلام ہین اس معاملے مین ہماری کوئی مداخلت نہین ہے ورنہ خدمتگزاری مین کوتاہی نہ کی جاتی۔

بیگم نے آصف الدولہ کو جواب لکھا۔ برخوردار نور چشم طول عمرہ۔ تمھارا عریضہ نظر سے گذرا حال معلوم ہوا سنا جاتا ہے کہ تم کتب سیر و تواریخ کے مطالعہ کا شوق زیادہ رکھتے ہو پس کسی کتاب مین تمنے یہ مضمون دیکھا ہے کہ حضرت آدم کے عہد سے اسوقت تک کسی مان کا فرزند (جو اُس کے بطن سے عالم وجود مین آیا ہو اور مان نے اسکی ہر طرح سے پرورش اور تعلیم مین دل سے کوشش کی ہو اور اپنی تمام عمر اسکی دلجوئی مین بسر کر دی ہو اور اُس کے سوا کوئی دوسرا فرزند نرکھتی ہو اور اپنی زندگی کے تمام مزون کو اُس کی ذات مین منحصر سمجھا ہو۔ اور اُسکے باپ کے مرنے کے بعد بہت سے لائق فائق اُس کے بھائی دوسری ماؤن سے موجود ہون اور اُس کی دادی کی اور باپ کی تمام سپاہ و سردارون کی یہ رائے ہو کہ باپ کی ریاست پر کسی دوسرے بھائی کو بٹھا کر ملک و مال اور فوج اُس کے حوالے کی جائے لیکن اسکی مان کی کوشش اور اصرار اور خدا کے فضل سے وہی بیٹا مسند پر بیٹھ کر حکومت اور سلطنت کو پہونچے

اور بیشمار دولت اور بہت وسیع ملک پر قدرت حاصل ہونے اور کسی چیز کی طرف احتیاج باقی نہ رہنے کے باوجود) اپنی ایسی مادر مہربان کے ساتھ بغیر صدور کسی قصور ظاہری وباطنی کے محض نمک حرام نوکرون کے بہکانے سے عداوت پر آمادہ ہوجائے اور اُسکی تھوڑی سی جاگیر اور زر نقد کو جو اُسکے باپ کے دیے ہوے ہین اور مان نے وہ زر نقد بیٹے کے کسی سخت اور بے حد ضرورت کے وقت پر کام آنے کے لیے رکھ چھوڑا ہے نہایت سختی اور بے مروتی کے ساتھ چھین لے اور مان کے غلامون اور کنیزون کو قید کردے اور اُسکے متعلقین کی خبر گیری سے غفلت کرکے تمام عالم مین اپنے آپ کو بدنام اور مان کو ہلکان کرے اور اللہ پاک کے اِس حکم سے ولا تقل لہما اُف (یعنی مان باپ کو ہون بھی نہ کہنا چاہیے) باوصف دعوے اسلام کے غافل ہو۔

عہد قدیم سے ابتک ایسا تو ہوا ہے کہ بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے حکومت وریاست کے لیے لڑا ہے اور مخالفت پر آمادہ ہوا ہے لیکن مان کے ساتھ کسی بیٹے نے جبکہ وہ رئیس اعظم ہو کبھی تھوڑی سی چیز پر اتنی سختی کرکے اُس کی بےعزتی نہین کی ہے۔قیامت مین خدا کو کیا جواب دوگے موتی سنگھ۔ بھوانی سنگھ اور نواز سنگھ وغیرہ نہایت شکستہ حال لنگوٹی بند گنوار تمھارے ملک سے لاکھون روپے حاصل کرکے امیر کبیر بن گئے۔ تمنے اُن سے کبھی باز پرس کی۔ شان دین داری وریاست ودعوے فہم وفراست کے یہی معنی ہین جن سے تم متصف ہو۔

بلبھدر کو بہکانے کی تہمت جواہر علی خان پر تمھارے آدمیون نے رکھی اور تمنے اس بات کو باور کرکے مجکو شکایت لکھی۔جب تک جواہر علیخان ہمارے حکم سے کام کرتا تھا تمام اُسکے محکوم تھے۔تمھاری سرکار مین بھی بہت سے عاملان معزول موجود ہین۔اُن

مین سے کسی سے یہ کہنا چاہیئے کہ ایسی حالت مین اپنے ساتھ حکومت کے زمیندار یا رعایا کو جمع کر کے فساد برپا کرا دے اگر وہ ایسا کر سکتا ہے تو جواہر علی خان بھی تقصیروار ہے تمکو یہ بھی خبر نہین کہ بلبھدر پڑانا مفسد ہے یا نیا۔

راجہ موہن سنگھ نے نواب برہان الملک کے ساتھ کس قدر شرارتین کین اور بلبھدر کے باپ بیم سنگھ اور اُسکے چیلے نول سنگھ نے بارہا نواب صفدر جنگ سے مقابلہ کیا اور خود بلبھدر نواب شجاع الدولہ اور نواب محمد علی خان و بینی بہادر و غلام حسین خان کرورہ وزین العابدین خان کے ساتھ جنگ وجدال سے پیش آیا۔ سات مرتبہ ہماری جاگیر مین ہمارے آدمیون سے لڑائی جھگڑا کیا۔

اس سے قطع نظر اُمراے ذی شوکت وجاہ کو ادنےٰ آدمیون کے کامون سے شکوہ وشکایت اور ضعف نالی کرنا بے حد نازیبا ہے اور درجۂ امارت وریاست سے بعید ہے اپنے برابر والے کی شکایت البتہ معمول ہے خدا کے فضل سے تمھاری سرکار مین ایک بڑی فوج اور کافی توپخانہ موجود ہے اور انگریز بھی تمھارے مددگار رہین یہ سب چیزین کس دن کام آئینگی جس شخص کی یہ حقیقت ہو کہ وہ ایک ادنے فوجدار کے مقابلے کی تاب نہ رکھتا ہو اُمراے عالی قدر اُس کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے سے عار کرتے ہین تمھارا ایک رسالہ دار بلبھدر کی گوشمالی اور نکالدینے کو کافی ہے۔ آیندہ توفیق رفیق ہوجیو۔

فرح بخش کے مؤلف نے بیگم صاحبہ کے حکم سے یہ خط لکھا تھا اور اُسی دن سے تین برس تک بیگم صاحبہ کی طرف سے یہی شخص خط لکھتا رہا اُس نے اپنی کتاب مین اس کو نقل کیا ہے مین نے حالات پر روشنی پڑنے کے لیے زیادہ تر لفظی ترجمہ کیا ہے کاتب نے

کہین کہین الفاظ بگاڑ دیے مگر اس سے آصف الدولہ کی طبیعت کی خوب تصویر کھچ جاتی ہے یہ خط ماں کا بیٹے کے نام قیامت تک یادگار رہے گا۔

بیگم صاحبہ نے حیدر بیگ خان کے عریضے کے جواب مین یہ مضمون لکھا یا کہ میرے نوکر چاکر فاقون سے مرتے ہین جانور ہلاک ہو رہے ہین جاگیرین ضبط کر لی ہین جو کچھ روپیہ موجود تھا وہ خواجہ سراؤن کو قید کرکے زبردستی لے لیا ہے اب میرے پاس روپیہ کہان اگر تم دونون میرے غلام با وفا تھے تو کس واسطے میری ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر خواجہ سراؤن کے ذریعہ سے بھلائی کی باتین عرض نکرائین اور اس خاص معاملے مین ماں اور بیٹے کو صلاح نیک نہ دی اور سب سے طرفہ اور عجیب بات یہ ہے کہ تم لکھتے ہو کہ خواجہ سرا سرکار کمپنی کا روپیہ ادا نہین کرتے یہ بات تو دیوانون اور مجنونون کی سی ہے دُودھ پیتا بچہ بھی ایسی بات سُن کر ہنس دیگا۔ کیا ان خواجہ سراؤن نے کوئی علاقہ بنگالے یا عظیم آباد کا ٹھیکے مین لیا تھا۔ یا کمپنی سے کسی ضرورت کے وقت زر نقد قرض لیا تھا کہ جو روپیہ ان کے ذمے ایسا نکلتا ہے کہ اُسکی یاداش مین قید کر دیے گئے ہین بات سوُچ کر کہنی چاہیے۔

جب خواجہ سراؤن کو دو مہینے سختیون کو جھیلتے ہوگئے وہ بیچارے بیمار و نزار ہوگئے اسلیے اُنھون نے افسر محبس سے اجازت چاہی کہ ہم باغ مین کچھ ٹہل لیا کرین افسر محبس نے اُن کو اجازت اس سبب سے نہ دی کہ اُس کو اندیشہ تھا کہ وہ کہین بھاگ نہ جائین۔ لوہے کی بیڑیاں اُن کے پابند رکھنے کے لیے کافی نہین تھین۔ کچھ عرصے کے بعد آصف الدولہ کی دادی کے گانون بھی ضبطی مین آگئے اُنھون نے مرزا نجف خان کو جو دربار دہلی کا امیر الامرا ہو گیا تھا لکھا لیکن وہ اُسی زمانے مین رہ گرائے ملک آخرت

ہوا اور کوئی صورت کشود کار کی نہ نکلی۔

خواجہ سراؤن کی لکھنؤ کو روانگی۔ وہان اُن پر جبر و تشدد ہونا اور فیض آباد کو اُن کی واپسی کے بعد کسی قدر زرِ نقد اور سامان کا ہاتھ آنا

جب چھ ماہ اور چند روز گذر گئے اور برسات سر پر آگئی تو ماہ رجب ۱۱۹۶ ہجری مین لکھنؤ سے حکم فیض آباد کو پہونچا کہ قیدی خواجہ سراؤن کو لکھنؤ بھیجدیا جائے وہان باقی روپیہ نہین دیتے یہان جس طرح بنے گا شکنجہ فرسائی کر کے اُن سے وصول کیا جائے گا یہ خبر آنے سے عجیب تلاطم پیدا ہو گیا۔ اس وقت جواہر علی خان کے پاس کروفر کا سامان اس قدر تھا بارہ ہاتھی تیس گھوڑے سو سپاہی اسی قدر سامان بہار علیخان کے پاس تھا، رجب ۱۱۹۶ ہجری کو دونون خواجہ سرا تلنگون کی دو کمپنی اور ایک انگریز کی حراست مین لکھنؤ کو روانہ ہوے۔ جب خیمہ شہر فیض آباد سے دو کوس کے فاصلے پر ممتاز نگر مین برپا ہوا تو پہر رات گئے جواہر علی خان نے محمد فیض بخش مؤلف فرح بخش کو اپنے پاس بلا کر ایک عریضہ آصف الدولہ کی دادی صاحبہ کو اور ایک خط اُن کے خواجہ سرا مطبوع علی خان کو لکھا کر اُسی وقت اُن کے پاس بھجوادیا اور داراب علی خان کو ایک شقہ لکھا کہ تم خود اپنے ہاتھ سے یہ تحریرین پہونچانا دادی صاحبہ کی عرضی کا مضمون یہ تھا کہ ہم غلامون کو لکھنؤ لیے جاتے ہین خدا جانے وہان کس قدر بدنی اور روحانی تکلیفین ہمکو دی جائین اور ہم پر ظلم و ستم ہو

ایسے سخت وقت مین اپنے مزاجون پر ہم کو قابو رکھنے کا اعتماد نہین خدا جانے کہ
جان کی حفاظت کے لیے کونسی بات ہمارے مُنھ سے نکل جائے ایسی تدبیر فرمایئے کہ
ہمارا لکھنؤ کو جانا رک جائے ہم ایا اس بات کی طرف تھا کہ جو کچھ ہمارے ہاتھون مین تھا
وہ دیدیا گیا اور جو کچھ والدہ آصف الدولہ کے پاس ہے اور اُنھون نے چھپا دیا ہے
اُس کا نشان مصیبت عظیم کے وقت ہم دیدینگے اور وہ سارے کا سارا خزانہ برباد
ہو جائیگا اِس لیے اگر تھوڑا سا دیکر ہمکو راہ سے لوٹا لیا جائے تو وہ بڑا خزانہ محفوظ
رہے۔ (تُف کنیز و غلام کی ذات پر کہ بیگم کی بدولت عمر بھر عیش کیا شاہزادون
کی طرح رہے لاکھون روپے کے مالک بنے اور تھوڑی سی سختی مین اپنی جان کی
حفاظت کے لیے ایسی نمک حرامی کا قصد دل مین ٹھان لیا اگر سو جان عزیز ذلت و
خواری اور صعوبت وزاری کے ساتھ تلف ہو جائین تو گوارا کر لیا ہوتا لیکن ایسی
بدخواہی کا خیال دل مین نہ آنے دیا ہوتا) غرضکہ صبح کو وہ عریضہ نواب آصف الدولہ
کی ماں نے پڑھکر ساس کو سُنایا آصف الدولہ کی دادی نے بطور مشورے کے کہا
کہ ان دونون خواجہ سراؤن کا لکھنؤ کو جانا قباحت سے خالی نہین ایسی تدبیر ہونی
چاہیے کہ راستے سے لوٹ آئین۔ بہو بیگم (والدہ آصف الدولہ) نے کہا کہ اگر
یہ لوٹ آئین تو مین لاکھ روپے دیتی ہون اس شرط پر کہ آپ یہ فرما دین کہ بالفعل
مین اپنے خزانے سے بطور قرض کے دے رہی ہون اُن کے عریضے کے جواب مین یہی مضمون
لکھ کر بھجوا دیا جائے کہ انگریزون کو روپے دے کر لوٹ آئین۔ اُس دن قیدی چل کر
محمد پور تک پہونچ گئے تھے بیگم صاحبہ کا جواب وہین پہونچا اس وقت جواہر علیخان
اور محمد فیض بخش مؤلف فرح بخش یہ دو ہی شخص موجود تھے اُنھون نے مشورہ کر کے

یہ قرار دیا کہ مصلحت وقت یہ ہے کہ فی الحال یہ روپیہ نہ دیا جائے اگر اتنی جلدی دیدیا جائیگا تو لکھنؤ مین رزیڈنٹ اور فیض آباد مین میجر کلفن (جو جگ صاحب کی جگہ مقرر ہوکر آیا تھا) دونون یہ خیال کرینگے کہ بیگم صاحبہ یا خواجہ سراؤن کے پاس روپیہ بہت ہے کہ اتنی سی تکلیف پر کہ محمد پور تک آئے ہین ایک لاکھ روپے دیتے ہین اگر ان کو کوئی سخت تکلیف دی جائیگی تو یقین ہے کہ تمام وکمال ساڑھے چھ لاکھ روپیہ یک مشت ہاتھ آجائیگا اب کہ فیض آباد سے نکل کھڑے ہوے چار و ناچار لکھنؤ کو جانا چاہیے آخر کار وہان بہت سی کشمکش کے بعد معاملہ راہ پر آجائیگا وہین یہ لاکھ روپے طلب کرکے دیدئے جائینگے نواب آصف الدولہ کی دادی کا شقہ اور خط مہری مطبوع علی خان کا سنداً محفوظ رکھنا چاہیے۔ اِس مشورے کو بہار علیخان نے بھی پسند کیا اور یہان سے آگے چلکر لکھنؤ پہونچگئے۔

رزیڈنٹ نے دونون خواجہ سراؤن کو اپنی چھاؤنی کے ایک بنگلے مین جسکے گرد بڑا احاطہ تھا ٹھہرایا مولوی ذکاءاللہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رزیڈنٹ کو کد اِس لیے تھی کہ ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل نے نہایت سختی سے لکھا تھا کہ نواب سے عہدنامے کے موافق تعمیل جلد کراؤ اگر اس مین تم ڈھیل کروگے تو مین خود ہی لکھنؤ مین آؤنگا اور وہ کام جو بودے دلون سے نہین ہوسکتے خود کرونگا رزیڈنٹ اس دھمکی سے ڈر گیا اُس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ چنار گڑھ کے عہدنامے کی تعمیل ابھی حضور ہوئی جاتی ہے لیکن محمد فیض بخش کہتا ہے کہ تمام سختیون کے محرک حیدر بیگ خان تھے چنانچہ دو ماہ کے بعد آخر ماہ رمضان مین یکایک حیدر بیگ خان رزیڈنٹ کی کوٹھی پر آئے جو محبس سے قریب تھی اور اُن کو ترغیب دی کہ خواجہ سراؤن کو

چشم نمائی کرین - دیوان ہولاس راے دو خلاصی اور سزا کا سامان لیکر خواجہ سراؤن کے بنگلے مین آیا اول بہار علی خان کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا جواہر علی خان از خود اُٹھ کر بنگلے کی غلام گردش مین آکر کھڑے ہوگئے بہار علی خان نے جست کرکے وہ رسی جو لکڑی مین لٹک رہی تھی اپنی گردن مین ڈالکر قوت کے ساتھ کھینچی تاکہ بدن سے جان نکل جائے اور بیباکانہ گالیان دینے لگے سردارون مین سے کسی کو اپنی گالیون سے باقی نہ چھوڑا حالانکہ اُن کو ڈرانے کے لیے یہ کارروائی کی تھی جب دیکھا کہ یہ مرنے پر آمادہ ہین تو ہاتھ پکڑ کر ہلاکت سے روکا اور دلدہی کرکے بٹھا دیا۔

پارلیمنٹ کے کاغذات مین وہ چٹھی موجود ہے جو رزیڈنٹ نے ان قیدیون کے افسر کو لکھی تھی کہ صاحب من نواب نے یہ مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ جو خواجہ سرا تمھاری قید مین ہین اُن کو سزاے جسمانی دی جائے اِس لیے جو افسر نواب کے آئین اُنھین قیدیون کے پاس جانے دو اور جو اُن کا جی چاہے وہ قیدیون کے ساتھ کرنے دو۔

بجنور مین مولوی علم الہدے نامی ایک کامل رہتے تھے جو شاہ بدر عالم درویش کے مُرید تھے بہار علی خان نے شیخ فیض بخش کو اُنکے پاس بھیجکر استدعاے دعا کی وہ فاضل عارف تو ہاتھ نہ لگے مگر اُن کے چھوٹے بھائی کہ بعض اُمور مین اپنے بڑے بھائی سے بہتر تھے ملے نام ان کا شاہ حبیب اللہ تھا اُنھون نے چار نقش لکھ کر حوالے کیے اور کہا کہ ایک ایک کو دونون صاحب سیدھے کانکی لو کے تلے رکھین اور ایک ایک کو ہاتھ مین نظر کے سامنے رکھین انشاء اللہ تین دن مین تاثیر بخشینگے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ دن کا عرصہ لگے گا وہان سے واپس آکر وہ تعویذ دونون

خواجہ سراؤن کو دیے حقیقت مین ایسا ہی ہوا کہ تین روز کے بعد لکھنؤ سے فیض آباد
کی طرف روانہ کیے گئے جب مقام سرا مین جو بھٹا کردوارے کے نام سے مشہور ہے
پہونچے تو ایک ایک بیڑی ایک ایک پانوٗن کی کاٹ دیگئی آٹھوین دن فیض آباد مین پہونچے
یہان دوسرے پانوٗن کی بیڑی بھی کاٹ کر بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کے پاس بھیجے گئے۔
اِس جملہ معترضہ کے بعد کہتا ہون کہ جواہر علی خان و بہار علی خان کی فیض آباد
سے روانگی کے بعد انگریزی پلٹن مین سے جو قلعہ مین متعین تھی ایک انگریز ایک توپ
اور ایک کمپنی لے کر بڑی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر آیا توپ کو بیرونی دروازے پر
اندرونی دروازے کے مقابل جو ڈیوڑھی خاص تھی بھر کر کھڑا کر دیا اور بتی روشن
کرکے گولہ انداز کے ہاتھ مین دیدی اور کمپنی سے موتی باغ کا محاصرہ کرا دیا اور کہا
کہ ہمکو بڑی بیگم صاحبہ سے کوئی غرض نہین اور نہ اُنکے آدمیون سے مطلب ہے
لیکن جنابعالیہ جو یہان آکر رہی ہین اُن کی تکلیف دہی اور اُن کے متعلقین پر
کھانا اور پانی بند کرنے کے لیے آئے ہین اگر بڑی بیگم صاحبہ کے آدمی ہمکو اس کام سے
مانع ہونگے تو البتہ اُنکے مقابلے مین کارروائی کرینگے جب یہ جسارت حد سے گذر گئی
اور نوبت اس حد تک پہونچی تو بڑی بیگم صاحبہ کے خواجہ سرا اور سپاہی بھی لڑنے مرنے
کو آمادہ ہوے۔ محرم علی خان ناظر کا دیوان بھیم راج جلد گانوٗن کو چلا گیا اور وہان
خبر کرکے ایک ہزار شمشیر زن راجپوت جمع کرکے اپنے ساتھ لے آیا اور تین سو میواتی
جو پرانے ملازم تھے مسلح اور آمادہ ہو کر آگئے اور مطبوع علی خان بذات خود توپ
کے پاس کھڑے ہو کر اُس انگریز سے لڑنے لگا اور باہم دست بازی اور کشتی کی
نوبت پہونچی یہ حال دیکھ کر شہر کے چھوٹے بڑے آدمی بھی غضبناک ہو کر وہان

جمع ہو گئے یہ حالت جب اُس انگریز نے دیکھی تو فوراً لوٹ گیا اور یہ جھگڑا خیریت
کے ساتھ طے ہو گیا اُسی دن یہ خبر لکھنؤ جا پہونچی۔ میجر کلفن صاحب جس کے ہاتھ مین
فیض آباد کا اہتمام تھا ایک عمدہ تدبیر سوُچ کر ڈیوڑھی پر آیا اور نہایت ادب کے ساتھ
بہو بیگم کی خدمت مین عرض کرایا کہ حضور عالم و عالمیان کی قبلہ و کعبہ ہین مین جناب
کا ایک نوکر ہون جو کچھ ارشاد ہو بجا لاؤن جناب عرصۂ نو ماہ سے بڑی بیگم صاحبہ کے
مکان پر مُقیم ہین دونون بیگم صاحبہ کے نوکرون کو قلت مکان کی وجہ سے تکلیف
ہے امیدوار ہون کہ قلعہ کے محل خاص مین تشریف لے چلین مین رکاب سعادت
مین رہون گا اور جو خدمت ارشاد ہو گی بجا لاؤن گا اور اِس باب مین اتنا مبالغہ
کیا کہ بیگم صاحبہ کو سوار ہونا پڑا میجر خود اردلی مین چلا۔ بیگم صاحبہ کو قلعہ مین لیجا کر
موتی محل مین اُتار دیا اور ہر روز ڈیوڑھی پر آتا اور نوکرون کی طرح سلام و مجرا کرتا
اور بیگم صاحبہ کو اپنی طرف سے بہت کچھ راضی کر لیا چند روز کے بعد عرض کرایا کہ
ساڑھے چھ لاکھ روپیہ اِس قدر مالیت نہین رکھتا کہ اِس زر قلیل کی وجہ سے
جناب کے اور صاحبزادہ والا جاہ یعنی نواب کے درمیان کشیدگی خاطر رہے اور
جناب کے ذی عزت و اعتبار خواجہ سرا قید رہ کر ہر طرح کی تکالیف اُٹھائین اِس
خیر طلب کے دل مین آسان طریق اس کا یہ گذرا ہے کہ چار لاکھ روپے تو آپ جسطرح
بھی ممکن ہو جمع کروا دین اور ایک لاکھ روپے مین اپنے پاس سے شامل کر دونگا
اور ڈیڑھ لاکھ روپے کا تمسک لکھ دین کہ جس سال جاگیر کے محالات قبضے مین آئین
آپ کے نوکر پہونچا دین اِس صورت مین مین ضامن ہوتا ہون کہ دونون خواجہ سرا
اور جاگیر کو ایک ساتھ چھڑوا دون گا بیگم نے جواب دیا کہ زر نقد کا ہم سے سرانجام

نہین ہوسکتا مگر چار پانچ لاکھ روپے کا کپڑا ہماری سرکار مین ہے وہ دیدیا جائیگا
تحویلدار وہی دونون خواجہ سرا ہین جب وہ لکھنؤ سے آجائینگے اور اُن کی بیڑیان
کٹ جائینگی تو اُن کے ہاتھ سے یہ کپڑا پہونچ جائے گا۔ میجر مذکور نے رزیڈنٹ لکھنؤ
اور حیدر بیگ خان دونون کو لکھا کہ ہر طرح سے دھمکی دی گئی اور دق کرنے مین
کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا لیکن بیگم صاحبہ ایک روپیہ دینا قبول نہین کرتین مین
نے بڑی کوشش اور خوشامد سے اُن کو زر نقد کی جگہ اسباب دینے پر آمادہ کیا
ہے اب جو کچھ ہاتھ لگے اُسے مفت اور غنیمت سمجھنا چاہیے اُن دونون خواجہ سراؤن
کو فیض آباد پہونچا دینا بہتر ہے۔ جس دن فیض بخش نے اُس ورومیش سے
چار نقش لاکر دیے تھے اُسکے دوسرے دن یہ خط لکھنؤ پہونچا۔ ایک انگریز دونون
خواجہ سراؤن کے پاس آیا اور کہا کہ تمکو فیض آباد لے چلینگے آج سفر کا سامان درست
کرلو دوسرے دن لکھنؤ سے روانہ ہوے آٹھوین دن فیض آباد پہونچے اول جواہر علیخان
کی حویلی مین دونون خواجہ سرا اُتارے گئے اور بالکل بیڑیان پاؤن سے نکالکر بیگمصاحبہ
کے پاس جانے کی اجازت دی لیکن انگریزی تلنگون کا گارد سواری کے ساتھ تھا
اور پلٹن کا بندوبست بھی قائم تھا جب بیگم صاحبہ کے سامنے آٹھ ماہ اور چند روز
کے بعد دونون خواجہ سرا پہونچے تو بے اختیار زار زار رونے لگے اور سر دون کو
دیر تک زمین سے نہ اُٹھایا۔

ماہ رمضان تھا خواجہ سراؤن کے آنے سے دو روز کے بعد بہو بیگم نے حکم دیا
کہ اجناس کا کوٹھا جو شجاع الدولہ کے عہد سے بند تھا کھولین اور اُس مین سے
کپڑون کے وہ گٹھر جو نواب قاسم علی خان کے یہان سے ضبط ہوے تھے نکالین

چنانچہ ایک گٹھر روزانہ نکالا جاتا اور بارہ دری مین جو دریا کی جانب تھی رکھا جاتا سات دن تک روزانہ ایک گٹھر نکلتا آٹھوین دن سے کھولنا شروع کیا ایک گٹھر کھولا گیا تو اُس مین سفید ململ کے تھان نکلے اُنکی قیمت کی اور بدستور باندھ دیا دوسرے دن دوسرا کھولا ایک گٹھر کے باندھنے اور کھولنے مین صبح سے تیسرا پہر ہو جاتا ایک ایک گٹھر کے ململ کے تھانون کی قیمت چوراسی ہزار روپے مقرر ہوئی جب کئی گٹھرون کی قیمت تین لاکھ سے بھی بڑھ گئی تو میجر کلفن نے درخواست کی کہ ایک لاکھ روپے نقد دیے جائین۔ بہو بیگم نے فرمایا کہ قیدیون نے اپنے پاس سے ایک کوڑی نہین دی ہے یہ لاکھ روپے وہ اپنے پاس سے دین یہ لوگ روپیہ فراہم کرنے کی فکر مین ہوے لیکن تلنگون کے چوکی پہرے کی وجہ سے چھپے ہوے روپے کو نکال نہ سکتے تھے کیونکہ اخفا منظور تھا۔ انھون نے بڑی بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ حضور نے سابق مین لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا وہ اب عطا کیے جائین اُنھون نے جواب دیا کہ یہ روپیہ بہو بیگم نے اپنی سرکار سے اس خیال سے قبول کیا تھا کہ خواجہ سرا لکھنؤ لیجانے سے رُک جائین۔ ہزار دقت کے ساتھ داراب علی خان کے ذریعہ سے پندرہ ہزار روپے ہاتھ آئے ان مین سے کچھ سکۂ حالی کے روپے تھے اور کچھ سکۂ رکابی کے بہو بیگم نے شنکر یہ روپے واپس کرا دیے اسکے بعد خواجہ سراؤن نے اپنے پاس سے پچاس ہزار روپے دیے جب میجر کلفن کا قبضہ کپڑے کے گٹھرون اور پچاس ہزار روپون پر ہو گیا تو اُس نے اس مضمون کی ایک تحریر دی کہ مین خدائے پاک اور حضرت عیسیٰ کو ضامن دیتا ہون کہ اس سامان اور روپے کو لکھنؤ لیجاؤن گا اور وہان پہونچتے ہی خواجہ سرا ان کو رہا اور جاگیر کو واگذاشت کرا دون گا مگر جانے کے بعد کچھ ظہور مین نہ آیا چوکی پہرہ

بدستور خواجہ سرا اُن کے دروازے اور بیگم کی ڈیوڑھی پر اور قلعہ مین قائم رہا جو کچھ تھا وہ فریب تھا اس امید مین ماہ ذیحجہ گذر کر محرم ۱۱۹۰ھ ہجری شروع ہو گیا پورا ایک سال اس کشاکشی مین گذرا۔

لکھنؤ کی رزیڈنسٹی سے مڈلٹن صاحب کا موقوف ہونا اور جان برسٹو صاحب کا دوبارہ اُن کی جگہ مقرر ہونا۔

جس قدر روپیہ بہو بیگم سے نہایت سنگدلی کے ساتھ لیا گیا سرکار کمپنی نے اُس سے بہت زیادہ نواب کی جیب سے نکال لیا

برسٹو صاحب اور مڈلٹن صاحب کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہین اب تازہ حال یہ ہے کہ عرصۂ دراز تک جب بیگمون سے روپیہ مڈلٹن صاحب زبردستی نہ چھین سکے اور احکام گورنر جنرل جو اُن کے پاس اس باب خاص مین آئے اُن کی تعمیل مین بھی اُنھون نے التوا کے لیے معقول حجتین پیش کین تو گورنر جنرل رزیڈنٹ سے خفا ہو گئے اور ۲۳ ستمبر ۱۷۸۲ء کو اُنھون نے اس الزام مین کہ اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح ادا نہین کیا معزول کر دیا اور برسٹو صاحب کو جس کی بحالی کا حکم کورٹ ڈائرکٹرز بھیج چکی تھی اُسکی جگہ مقرر کر دیا اور ۶ مئی کو میجر پامر کو اپنا خانگی نج کا ایجنٹ مقرر کر کے نواب آصف الدولہ کے پاس بھیجا اور اُس کی معرفت اور بہت سی نئی درخواستین کی گئین تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین جو لکھا ہے کہ اعتضاد الدولہ نصیر الملک

جنرل پامر صاحب شوکت جنگ رزیڈنٹ ہوکر آیا تھا یہ صحیح نہین۔ مڈلٹن صاحب
کے تقرر سے پہلے جو ۱۸۰۱ء مین ہوا تھا سالانہ خرچ نواب سے ستر لاکھ روپے سالانہ
سے ایک کروڑ بیس لاکھ روپے تک مانگا جاتا تھا اور رزیڈنٹ اس روپے مین
سے ساٹھ لاکھ روپے سے لے کر اسّی لاکھ روپے تک وصول کرکے بھیجا کرتا تھا اس
لیے ہر سال قرض زیادہ ہوتا جاتا تھا جس وقت چنارگڑھ مین نواب آصف الدولہ
اور گورنر جنرل کی ملاقات ہوئی تو یہ قرض چوالیس لاکھ روپے کا تھا رزیڈنٹ
نے بجائے اسّی لاکھ روپے کے جو سب سے زیادہ وصول ہونے کی امید تھی ایک کروڑ
اور چالیس لاکھ روپیہ وصول کیا تھا مگر نواب پر اس سال حسابون کے پیچ پاچ
لگا کر اڑھائی کروڑ روپیہ لگایا گیا جو مُلک کی سالانہ آمدنی سے پورا دوچند تھا۔
مڈلٹن صاحب نے اپنے عذرات پیش کیے کہ ہمکو بیگم سے روپیہ لینا تھا اور بیگم وہ تھی
جو نواب کی ماں تھی یون ہی لوگ ہمکو بدنام کرتے تھے کہ اپنے فائدے کیلیے بیٹے کو ماں
کے واسطے قصاب بنادیا ہے اگر ہم زنانے مین گھس جاتے اور پردے کا لحاظ نہین رکھتے
تو اور زیادہ نواب کی تفضیح ہوتی غرض یہ کام ہی ایسا تھا جس مین توقف ہونا لازم
تھا میدان جنگ کے دشمن سے کام نکالنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا کہ دشمن مستور سے
عہدہ برآ ہونا مشکل نکلا اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ میرا حکم یہ نہ تھا کہ تم
زنانے کا پاس نکرو اور گھر مین دَرّانہ گھس جاؤ مگر تم نے کچھ اور ہی ٹٹّی کی اوجھل مین
شکار کھیلا ہے مین اُسے جانتا ہون غرض گورنر جنرل کو رزیڈنٹ پر رشوت ستانی
کا شبہ ہوا اسلیے اُسکو موقوف کیا۔

بہو بیگم اور اُن کے آدمیون پر جو تشدد ہوا اور خزانہ اُنسے چھینا گیا اُس سے لندن مین بڑی ناراضی پھیلی

جبکہ لندن مین فیض آباد کے واقعہ کی خبر مشہور ہوئی تو بیگمون کے ظلم و ستم پر وہان بڑی ہاے واے مچی اور تحقیقات ہونے لگی۔ حیدر بیگ خان نے یہ راز بہو بیگم پر ظاہر ہونے دیا نواب کو بھی اظہار سے منع کر دیا اور اُس کے تدارک کی یہ تدبیر سوچی کہ بیگم کو دوسری صورت سے راضی کر لیا جائے۔ نواب سے عرض کر کے آفرین علی خان کو فیض آباد کو بھیجا اور یہ کہلایا کہ غلام نے انگریزون سے سماجت کر کے پلٹن کے قلعہ فیض آباد سے اُٹھ جانے کا حکم لے لیا ہے چنانچہ جان برسٹو صاحب نے پلٹن کو وہان سے بلُوا لیا۔ دوسری تدبیر یہ کی کہ ماہ رمضان ۱۱۹۷ھ ہجری مین ایک عریضہ نواب نے اپنی مان کو لکھا کہ وزیر علی خان میرا فرزند صلبی ہے امیدوار ہون کہ اُسے بترک مرحمت ہو جائے اور اُس سے پردہ توڑ دیا جائے تاکہ اُس کی آبرو بڑھ جائے جناب عالیہ نے جواب مین لکھا کہ تمھارا مکان ہے اجازت کی حاجت کیا ہے جب اجازت آ گئی تو نواب اُس کو اپنے ساتھ لے کر فیض آباد کو گئے وہان دو تین دن ٹھہرے بہت سی چاپلوسی کی اور عرض کیا کہ مین نے انگریزون سے آپ کی جاگیر چھوڑ دینے کے لیے کوشش کی ہے جواہر علی خان و بہار علی خان کو میرے ہمراہ کر دیا جائے گو ہر مقصود ہاتھ آ جانے کے بعد اُنکو رخصت کر دونگا چنانچہ ان دونون خواجہ سراؤن کو ہمراہ لے کر آخر ماہ رمضان اور عین بارش مین لکھنؤ کو روانہ ہوے اور وہان پہونچکر دونون خواجہ سراؤن کو محرم علی خان کی حویلی مین جو شاہ پیر محمد کے

تکیے مین بیچ محلہ قدیم کے مقابل واقع بھی ٹھہرایا یہ دونون شخص سال بھر تک وہان رہے اور معاملہ لیت ولعل مین پڑا رہا یہ تمام حیلہ بازی اور فیلسوسی حیدر بیگ خان کی تھی وہ نہین چاہتے تھے کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر واپس ہو۔

ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل کا لکھنؤ مین ورود۔ مہاراجہ سیندھیا کی طرف سے اس مقام پر اُنکے پاس سفیر کا آنا

تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے ۱۱۹۰ھ ہجری مین حیدر بیگ خان کو کلکتے مین ہیسٹنگز صاحب کے پاس بھیجا جس کام کے لیے وہ بھیجے گئے اُسکو اچھی طرح انجام کو مہونچایا کہ آصف الدولہ نہایت رضامند ہوے۔ گورنر جنرل برسٹو صاحب کے کام سے بھی ایسے ناراض ہو گئے جیسے وہ مڈلٹن صاحب کے کام سے ہوے تھے شاید وہ یہ کام ہون جو فیض بخش نے لکھے ہین کہ برسٹو صاحب نے حیدر بیگ خان کے ساتھ والدہ آصف الدولہ سے زبردستی روپیہ لینے اور خواجہ سراؤن کو قید کرنے اور دونون بیگمون کی جاگیرات کو ضبط کر لینے اور رپلٹن انگریزی کو قلعہ فیض آباد مین قائم کرنے کے باب مین اختلاف کیا اور اس کام کو خراب جانا۔ بہر صورت گورنر جنرل نے چند مہینے کے بعد ہی برسٹو صاحب کو معزول کرنا چاہا مگر اور ممبران کونسل نے گورنر جنرل کی رائے کے ساتھ اتفاق نہ کیا اور وہ بدستور کام کرتے رہے مگر گورنر جنرل جس کام کے پیچھے پڑتے تھے اُسے کر کے چھوڑتے تھے اب اُنھون نے یہ تجویز پیش کی کہ لکھنؤ مین رزیڈنٹ نہ رہے اور جو رزیڈنٹ سے کام لیا جاتا ہے وہ ہندوستانیون سے

لیا جائے اسلیے کہ نواب کو بڑی شکایت ان رزیڈنٹون کے ہاتھ سے رہتی ہے ہمیشہ نواب کے خط اُنکی شکایت مین آتے رہتے ہین اس پر کونسل مین کئی روز تک مباحثہ رہا مگر آخر کار ۱۷۸۳ء مین گورنر جنرل کو اپنی رائے مین کامیابی ہوئی اور اُنھون نے اب خود لکھنؤ آنے کا ارادہ کیا نواب آصف الدولہ مع اپنے تمام ارکین کے استقبال کی غرض سے الہ اباد تک تشریف لے گئے اور وہ دونون خواجہ سرا یعنی جواہر علیخان و بہار علی خان بھی ہمرکاب تھے ایک ماہ کے بعد گورنر جنرل کے ساتھ مراجعت کی اور پہلے سے مرزا حسن رضا خان کو شہر کی تزئین اور آرائش کے لیے بھیجدیا تھا۔

۲۷ مارچ ۱۷۸۴ عیسوی کو گورنر جنرل اور نواب لکھنؤ مین آئے گورنر جنرل کا بڑا مطلب یہان آنے سے یہ تھا کہ نواب وزیر سے سرکار کمپنی کا قرض وصول کرین اُنھون نے آصف الدولہ کے نائب سے روپیہ وصول کیا اور بہو بیگم اور بڑی بیگم اور سالار جنگ کی جاگیرون کے واگذاشت کرنے کے لیے بھی کہا۔ گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ سے کہدیا کہ بیگمون کو جاگیر دینے مین تمھارا اور تمھارے مُلک کا بھلا ہے اُن سے تمھین انتظام مین بڑی مدد پہونچے گی اور گورنر جنرل نے لکھنؤ مین اپنے آنیکا اطلاعی خط بھی بہو بیگم صاحبہ کو لکھا۔

یہان ایک دلچسپ بات سُن رکھنے کے قابل ہے جو تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین لکھی ہے کہ بھاؤ بخشی نام مہاجی سیندھیہ کا سفیر لکھنؤ مین گورنر جنرل کے پاس مُلک دوآبہ کے سوال وجواب کے لیے جو ریاست لکھنؤ کے تصرف مین تھا ان ایام مین آیا اور کہا کہ پٹیل بہادر وہ اپنا ملک مانگتے ہین گورنر جنرل نے جواب دیا کہ ہمکو اختیار نہین ہے نواب وزیر اُس مُلک کے مالک ہین بھاؤ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ بیچ مین دخل نہ دین

ہم جانین اور نواب وزیر جانین دونون باہم نپٹ لینگے گورنر جنرل نے کہا کہ وزیر کا
دشمن عین ہمارا دشمن ہے بھاؤ خاموش ہو گیا اور اسکے بعد کہا کہ پٹیل بہادر
نے کہا ہے کہ میری خاطر سے چیت سنگھ راجہ بنارس کا قصور معاف کر دیا جائے اور
اُس کا ملک اُس کو واپس کر دیا جائے کیونکہ وہ برہمن ہے گورنر جنرل نے جواب دیا
کہ یہ بات اُس وقت ہو سکتی ہے کہ پٹیل بہادر رانلے گوہد کا ملک جو قدیم سے
ہمارا دولت خواہ ہے اُس کو دیدین بھاؤ بخشی نے کہا کہ اس ملک کی تمام رعایا
انگریزون کی دولت خواہ ہے پس کس کس کو ملک دیا جائے گورنر جنرل نے
جواب دیا کہ برہمن بھی کوچہ و بازار مین بھیکین مانگتے پھرتے ہین یہ ضرور نہین
ہے کہ ہر برہمن کو ملک دیا جائے اس جواب شافی سے بھاؤ بخشی خاموش ہو گیا
اور رخصت ہو کر گوالیار کو لوٹ گیا۔

اسی زمانے مین لکھنؤ مین مرزا خرم بخت شاہزادۂ دہلی بھی آئے تھے۔
تاریخ شاہیہ مین لکھا ہے کہ گورنر جنرل نے رخصت کے وقت ایک کروڑ پچھتر لاکھ
روپے کے وہ تمسک جو نواب وزیر پر کمپنی کے قرض کی بابت تھے نواب کے سامنے
پھاڑ ڈالے۔ حسن سلوک مردان چنان مے باشد۔ افسوس اتنی چھوٹی سی معلومات پر
یہ لوگ تاریخ کی کتاب لکھنے بیٹھ جاتے ہین۔ الغرض ۲۷ اگست ۱۷۸۴ء کو گورنر جنرل نے
لکھنؤ سے مراجعت کی۔

بیگمون کی جاگیر کا پھر اُن پر بحال ہو جانا

نواب وزیر نے اس زمانے مین راجہ جھاؤلال کو جو مدت سے قید تھا رہا کر کے

اسکا ہاتھ امیر الدولہ کے ہاتھ مین دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی قصور بھی اس سے سرزد ہو جائے تو ہماری خاطر سے معاف کردین۔

نواب محالات جاگیر بیگم صاحبات کے واگذاشت کرنے کا پروانہ جو تقی بہار خان کے نام تھا کہ فی الحال وہ ان محالات پر حاکم تھا خود لے کر فیض آباد کو گئے اور بیگم صاحبہ کو دیدیا اُنھون نے قبول نہ کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر مین ضبطی سے قبل اتنا علاقہ تھا۔ (۱) جنوب کی طرف سلون جس مین آٹھ محال تھے (۲)، شرق کی طرف قصبۂ ٹانڈہ (۳)، شمال کی جانب دریاے گھاگرہ کے پار نوابگنج (۴)، غرب کی طرف لکھنؤ سے ملا ہوا اسمعیل گنج۔ سلون کے محالات کا تعلق جواہر علی خان سے تھا۔ اور قصبۂ ٹانڈہ و نواب گنج بہار علی خان کے سپرد تھا اور اسمعیل گنج شگون علی خان کے تفویض تھا اور تمام جاگیر کا کلہ داغ جواہر علی خان کے حوالے تھا۔

ان مین سے ٹانڈہ اور نواب گنج موقوف کر دیے تھے باوجود گورنر جنرل کی تاکید کے حیدر بیگ خان عناد دلی کی وجہ سے اور بھی چار محالون کو بیچ مین ڈال گئے اور اُس وقت بیگم کی سمجھ مین وہ بات نہ آئی وہ یہی سمجھین کہ صرف ٹانڈہ اور نواب گنج موقوف رکھے ہین پروانے کی عبارت یہ تھی کہ سلون وغیرہ محال جاگیر بدستور والدہ صاحبہ کے نذر کیے گئے پس بیگم صاحبہ نے یہ معلوم کرکے کہ ٹانڈہ اور نواب گنج کا نام پروانے مین نہین لکھا اور باقی تمام علاقے کا ذکر ہے پروانے کو مسترد کردیا۔ بہار علی خان نے بھی بیگم صاحبہ کو ورغلا دیا تھا نواب وزیر اِس وجہ سے دو دن تک مان کے سلام کو بھی نہ آئے جب چار دن کے بعد اخوند احمد علی اور

مؤلف فرح بخش فیض آباد پہونچے تو جواہر علی خان نے تمال وکمال حال اخوند صاحب سے بیان کیا اُنھون نے جواب دیا کہ اس قدر کا واپس ہو جانا بھی غنیمت سمجھنا چاہیے اس عرصے تک جو قرق رکھا تو اُن کا کیا کر سکے بہار علی خان کو کہدینا کہ وہ بھی اُن محالات مین شریک ہو جائین۔ ٹانڈہ اور نواب گنج دوبارہ مل جائین تو پھر اُن پر قبضہ کر لین جواہر علی خان بولے کہ مین اِس معاملے مین دخل نہین دیتا تم خود جاکر اپنی طرف سے سمجھا دو چنانچہ اخوند صاحب نے اُن کو نشیب و فراز بتایا تو خیال مین اُن کے بات آگئی اور بیگم صاحبہ سے عرض کیا کہ اب جو کچھ دیتے ہین حضور قبول کر لین باقی محالات کے چھوڑ دینے کے لیے نواب سے وعدہ لے لین بیگم نے داراب علیخان کو نواب کے پاس بھیجکر اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تم چونکہ خود پروانہ لائے ہو تمھارے پاس خاطر سے قبول کرتی ہون بشرطیکہ باقی محالات کی واپسی کا وعدہ کرو نواب نے قسم کے ساتھ وعدہ فرمایا اور پروانہ حوالے کر کے لکھنؤ کو رخصت ہو گئے۔ جب پروانہ جواہر علی خان کے پاس آیا تو مرزا برہان علی بیگ نائب موہن گنج نے کہ بہت ہوشیار آدمی تھا دیکھ کر کہا کہ مجکو محالات جنوبی مین بھی شک واقع ہو گیا اس لیے کہ اس پروانے مین سلون وغیرہ محال جاگیر لکھا ہے جمع کا لفظ یعنی محالات نہین ہے حالانکہ اُس طرف تین محال ہین (۱) محال سلون کہ میر گنج وغیرہ ضلعے اُس سے متعلق ہین (۲) محال نصیر آباد کہ رکھا پرسدی پور وا لقیہ اس سے تعلق رکھتے ہین (۳) محال جائس کہ موہن گنج وسمرو تہ و سیدھا مشہور بگوڑ اکٹائی کا اُس سے تعلق ہے اور یہان فقط محال کا لفظ لکھا ہے اس بات کے سُننے سے دوسرے آدمیون کو بھی شک پیدا ہو گیا۔ اُس وقت فرح بخش کے

مؤلف نے کہا کہ حیدر بیگ خان نے غالبًا تقی بیگ خان کو علحدہ بھی لکھا ہوگا اور اُس مین تفصیل دی ہوگی اگر اُس نے اپنے عاملون کو تمام محالات سے اُٹھا لیا ہوگا تو اس صورت مین مطلب حاصل ہے اور اگر وہ بعض محالات سے قبضہ اُٹھائے تو جو کچھ مرزا بُرہان علی صاحب کہتے ہین وہی دُرست ہے دوسرے دن اخوند صاحب اپنے رفقا کو ساتھ لے کر محالات کو روانہ ہوے گانوٗن والے جوق جوق اپنے مکانون سے ہتھیار بند نکل کر استقبال کو آتے تھے جائس مین پہونچکر مقام کیا اور آغا محمد صادق کشمیری کو جو جواہر علی خان کا نوکر تھا تقی بیگ خان کے پاس سلون کو بھیجا اُس نے صرف اس قدر سُنا تھا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر چھوڑ دی گئی ہے اُسکے پاس اب تک کوئی تحریر حیدر بیگ خان کی اس معاملے مین نہین آئی تھی وہ آدمی نیک اور معقول تھا اُس نے وہ پروانہ جو اخوند صاحب ساتھ لے گئے تھے دیکھتے ہی آٹھون محال سے اپنے عاملون کو اُٹھا لیا اور ان سے کہدیا کہ قبضہ اپنا کرلو یہان تک کہ حیدر بیگ خان کا حکم اُس کے پاس بھی جا پہونچا جس مین بعض محالون کو چھوڑ دینے اور بعض کو بدستور قبضے مین رہنے دینے کی تفصیل تھی - مرزا برہان علی بیگ نے جو کچھ سوچا تھا وہ ظہور مین آگیا - محال سلون خاص اور ان تین علاقون روکھا - ورپسدی پور - واتھئیر پر بیگم صاحبہ کے کارگذارون کو قبضہ ملا اور سمروتہ وموہن گنج وگورا وجائس خاص پر بدستور ریاست متصرف رہی اس صورت مین آدھے محال ضبط رہے اور آدھے چھوڑدیے گئے اور نہ اسمٰعیل گنج وکلہ واغ صوبہ سے بیگم کے آدمیون کو سروکار رہا دو سال تک بیگم صاحبہ نے چار محالون پر قناعت کی جب یہ خبر کلکتہ ہوتی ہوئی لندن مین پہونچی تو وہان سے وارن ہیسٹنگز کے جانشین لارڈ کارن والس کو کورٹ دائرکٹرز نے لکھا

کہ بیگمات کو راضی کر دینا چاہیے اُنھون نے نواب آصف الدولہ کو تحریر کیا لیکن
بیگم ڈری ہوئی تھین اُنھون نے گورنر جنرل یا رزیڈنٹ سے کچھ دریافت
نہین کیا۔

ہیسٹنگز صاحب کے دشمن کہتے ہین کہ اُنھون نے بیگمات پر وہ بیرحمی و بیدردی
کرائی کہ کسی وحشی قوم سے بھی اُس وقت تک ظہور مین نہ آئی تھی۔ دوست اُن کے
اس الزام کو یون مٹاتے ہین کہ مال آصف الدولہ کے باوا کا تھا اُس کو بیگمون نے
ناحق غصب کیا تھا اُنھون نے شرع اسلام کے موافق دلایا۔ منصف مزاج اس پر
اعتراض کرتے ہین کہ ہیسٹنگز صاحب مُفت مال مارنے کے لیے مفتی شرع اسلام بن گئے
جس وقت اُنھون نے بیگمون سے عہد استوار کیا تھا کہ ہم آصف الدولہ کو روپے
کے لیے اُن کو تنگ نہ کرنے دینگے اُس وقت مُفتی صاحب کا فتوے معلوم نہین کہان
گیا تھا۔ مگر ہمکو اس وقت سر ایلج امپی کے انصاف کی داد دینی چاہیے اس وقت
وہ مجبور تھے کہ اس معاملے مین اپنا دخل نہین دے سکتے تھے اُن کی تمام حکومت
بنگال پر ختم ہو جاتی تھی اُن کو اودھ کے معاملات مین کسی طرح بولنے کا منصب
نہ تھا وہ لکھنؤ مین پالکی کی ڈاک پر ان واقعات کو سُن کر آئے ایک بھیڑ آدمیون
کی اُنھین دیکھ کر آموجود ہوئی اور بیگمون کی شکایت مین اظہار حلفی لکھے ہوے
ہاتھ مین لائے وہ صاحب جج کو اُنھون نے دیے۔ اِنھون نے لیے جج صاحب اِن
کو پڑھ نہین سکتے تھے اور نہ کوئی مترجم اُنکے ساتھ تھا غرض وہ اِن سب اظہارات
کو لیے ہوے کلکتے کو اُلٹے چلے گئے اب سوال یہ ہے کہ اُنھون نے اتنا لمبا چوڑا سفر
کیون کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سفر سے اُنکی غرض یہ تھی کہ جس معاملے مین

وہ قانون کے موافق حکم نہین دے سکتے تھے اُس مین بے قاعدہ کچھ اپنا بھی حکم لگائین اور اظہار حلفی جو اُنھون نے جمع کیے وہ کچھ کام آئین ۔

آصف الدولہ کا مان اور دادی کی دلجوئی کرنا ان کو ایک شادی کی تقریب مین لکھنؤ کو اپنے ساتھ لے جانا۔ حیدر بیگ خان کا محالات کے باب مین سمجھوتہ کر لینا

آصف الدولہ نے حیدر بیگ خان کی تعلیم سے بیگم صاحبہ کے خوشنود کرلے کا یہ حیلہ کھڑا کیا کہ وہ بہ نفس نفیس فیض آباد آئے اور نہایت درجہ خلوص و اطاعت غلامانہ ظاہر کرکے خواجہ سراؤن کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ میری بیٹی کی شادی کتخدائی احمد علی خان شوکت جنگ خلف نواب مرزا علی خان کے بیٹے کے ساتھ درپیش ہے اگر حضور لکھنؤ تک قدم رنجہ فرما کر میرے جھونپڑے کو رونق بخشین تو بندہ نوازی سے بعید نہو گا اُنھون لے منظور کرلیا اجازت حاصل ہونے کے بعد دونون سرکارون کے غلامون اور کنیزون کی سواری کے لیے دس دس ہاتھی دس دس ٹانگن گھوڑے دس دس رتھ اور پچاس پچاس ہزار روپے مصارف راہ کے لیے بھیجے اور لکھنؤ تک منزل بمنزل عالیشان خیمے کھڑے کرائے اور ہر مقام پر عمدہ عمدہ کھانون کا انتظام بھی کرایا اور یہ سب اہتمام اپنی سرکار سے کیا اور چند قدم نواب اپنے ہاتھ سے سکھپال کا پایہ پکڑ کر پیادہ چلے لکھنؤ مین پہونچنے کے بعد مان کو بیچ محلہ مین اور دادی کو مکان

باؤلی مین اُتارا مثل مشہور ہے کہ جب معزول ہو جاتا ہے تو معقول ہو جاتا ہے
اب انکار کی مجال ماں اور دادی اور اُن کے عملے کو نہ ہی سرنگون نواب کے کہنے
سے فیض کو حاضر ہو گئین۔ دونون بیگمات کے ملازمون اور متعلقین کے لیے
دوسرے مکان قریب قریب اپنے مالکون کے مقرر کرائے جن مین تمام سامان آسائش
تیار تھا بعد اسکے شہر مین منادی کرادی کہ آصف الدولہ اپنی دادی اور ماں کے
نائب ہین تمام مُلک اور ہر ایک شہر و قصبہ اور ہر ایک سامان ریاست کی بلا اصالۃً
یہی دونون بزرگوار مالک ہین تمام شہر کی رعیت ان کی فرمانبردار اور محکوم ہے
ان کے آدمی کسی کو زخمی کر دین کہین چوری یا کوئی اور بدعت کرین تو اُن سے
بازپرسی کی نواب کی ذات سے توقع نہ رکھین۔ لکھنؤ پہونچنے سے پندرھوین دن
بہار علیخان خواجہ سرا مر گیا۔ کیونکہ فیض آباد سے دوسری منزل پر اُسکی سواری
کے گھوڑے نے شوخی کی وہ پُشت زین سے زمین پر گرا زیر ناف چوٹ آکر پیشاب
بند ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۱۹۹ھ ہجری کا ہے۔ اُس کی لاش فیض آباد کو جواہر علیخان
نے بھجوا دی وہین دفن ہوا امیر نثار علی خان جو بہار علی خان کا بھائی کہلاتا تھا
نعش کے دفن ہونے سے قبل حویلی مین تنہا گھُس گیا اور کوٹھا کھول لیا حیدر بیگ خان
کو جب یہ خبر پہونچی تو اُنھون نے بیگم صاحبہ کو یہ حال کہلا بھیجا وہ بے حد مکدر
ہوئین۔

شادی مین لڑکی کی طرف کا انتظام الماس علی خان کے حوالے تھا اور لڑکے
کی طرف کا سرفراز الدولہ حسن رضا خان کے بہو بیگم صاحبہ نے بھی لکھنؤ مین حسین علیخان
کی بیٹی کو جو بی بی عاشورن کے بطن سے تھی مرزا نصیر ولد مرزا امین ابن مرزا یوسف

ہمشیر زادۂ برہان الملک کے ساتھ نامزد کیا اور بی بی لطف النسا کی منگنی مرزا محمد تقی خان برادر دوم مرزا نصیر کے ساتھ کی۔

جب دو تین دن بیگم کے کوچ کی تاریخ مین باقی رہ گئے تو حیدر بیگ خان ڈیوڑھی پر حاضر ہوے اور سلون کی طرف کی جاگیر کے محالات (جو فیض آباد سے جنوب کی سمت واقع ہین) چھوڑ دینے کی فرد بیگم صاحبہ کے پاس پہونچائی۔ اس موقع پر بھی حیدر بیگ خان اپنی صنعت دکھا گئے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ جواہر علیخان بیگم کی تحریر کے بموجب تین لاکھ اور پچھتر ہزار روپے جمع سالانہ بیگم کے خزانے مین ہمیشہ پہونچایا کرتا تھا اور بہار علی خان ڈیڑھ لاکھ روپے داخل کرتا تھا تمام جمع سوا پانچ لاکھ روپے انکے ہاتھون سے دوامی پہونچتی تھی۔ حیدر بیگ خان نے عرض کرایا کہ آپ کو غرض اس قدر روپے سے ہے محالات جنوبی کی جمع خام بغیر مجرائی خرچ سہ بندی و تنخواہ تحصیلداران و پیشکاران بیگم صاحبہ کے حضور مین لکھ بھیجی قصبہ ٹانڈہ و نواب گنج کہ دریاے گھاگرہ کے پار شمال کی طرف واقع ہین ان کا تعلق بہار علی خان سے تھا اور تمام جاگیر کا کلہ داغ جواہر علی خان سے تعلق رکھتا تھا اور قصبۂ اُناؤ خاص (کہ جسکے ضلع مین اعلیٰ درجے کے چاول پیدا ہوتے تھے) شجاع الدولہ کے عہد سے بیگم صاحبہ کے تصرف مین تھا اب حیدر بیگ خان نے سہ بندی کا خرچ اور تحصیلدارون کی تنخواہ وغیرہ ٹانڈہ و نواب گنج و کلہ داغ و اُناؤ کی آمدنی سے مجرا کر کے بقیہ آمدنی جمع محالات سلون مین شامل کر دی اور بیگم کو اس طرح سمجھا کر راضی کر لیا۔ ۲۷ رجب سنہ ۱۲۰۰ ہجری کو دونون بیگمات لکھنؤ سے فیض آباد پہونچ گئین۔

نواب سید فیض اللہ خان کی سپاہ کی فوج آصفی و انگریزی کے ساتھ معبر دارانگر پر تقرری اور نواب سید فیض اللہ خان کی سپاہ کے ساتھ اُن دونون فوجون کا جھگڑا ہونا

جبکہ سکھون کی شورش اور تاخت وتاراج کا اثر دریاے گنگا کے کنارے تک ظاہر ہونے لگا تو نواب آصف الدولہ نے کچھ سپاہ انگریزی اور اپنی فوج دارانگر پر گنگا کے مُتّصل متعین کردی اور نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو لکھا کہ آپ بھی کچھ اپنی فوج وہان بھیجدین تاکہ یہ دونون فوجین مل کر سکھون کے ادھر آنے مین مزاحمت کرین۔ نواب سید فیض اللہ خان نے مولوی غلام جیلانی خان کا رسالہ وہان بھیجدیا باوصف اس فوج کے وہان پہونچ جانے کے اور گنگا کے گھاٹ پر احتیاط رکھنے کے بھی سکھون نے ایک بار یورش کرکے دریاے گنگا کو عبور کیا اور سنبھل کو لوٹ لیا اور شرفا کی ننگ وناموس کو برباد کیا۔ اسی طرح کئی سال یہ فوجین دارانگر مین مقیم رہین۔ ۱۰ رمضان ۱۱۹۵ہجری مین نواب آصف الدولہ کی اور انگریزی سپاہ کے ساتھ نواب سید فیض اللہ خان کے آدمیون کی لڑائی ہوئی۔ انگریزی وآصفی سپاہ کو ہزیمت ہوئی پٹھانون نے اُن پلٹنون کا اسباب اور سامان لوٹ لیا۔ اس فساد کے بعد سے سپاہ کی تعیناتی دارانگر کے مقام سے موقوف ہوگئی مگر انگریز اور آصف الدولہ اس جھگڑے کا حال سُنکر ناراض ہوے اور لکھنؤ سے پامر صاحب اور علامہ تفضل حسینخان

کشمیری تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ تاوان وصول کرنے کے لیے رام پور آئے اور نواب سید فیض اللہ خان سے بات چیت ہوئی نواب صاحب چونکہ نہایت دور اندیش تھے اس لیے پندرہ لاکھ روپیہ دے کر راضی کر دیا۔ یہ بیان جام جہان نما مؤلفہ مولوی قدرت اللہ صدیقی کے مطابق ہے مگر انگریزی کتب تواریخ مین ان پندرہ لاکھ روپون کے دیے جانے کی حقیقت دوسرے طور پر لکھی ہے ممکن ہے کہ یہ واقعہ بھی ضمناً اسمین شامل ہو۔

گورنمنٹ انگریزی کا آصف الدولہ کو ترغیب دینا کہ وہ ریاست رام پور ضبط کر لین اور اس حیلے سے پندرہ لاکھ روپے اور بقولے تیس لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان سے وصول کرنا

عہد نامۂ لال ڈانگ کے بموجب جس پر ۱۷۷۴ء مین انگریزی حکومت کی ضمانت لی گئی تھی نواب سیّد فیض اللہ خان سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ پانچہزار سے زیادہ سپاہ اپنے پاس نہ رکھین اور نواب اودھ کی اعانت دو تین ہزار سپاہ سے ہنگام جنگ موافق اپنی قابلیت کے کیا کرین جب انگریزون اور فرانسیسون مین لڑائی شروع ہوئی تو نواب سید فیض اللہ خان نے دو ہزار سوار بھیجنے کی درخواست انگریزون سے کی جسپر لارڈ وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل نے ان کا بہت شکریہ ادا کیا کوئی کہتا ہے کہ ۱۷۸۰ء مین گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سپاہ

مندرجہ عہدنامہ مانگی اُنھون نے حسب الطلب انگریزی تین ہزار سپاہ بھیجی مگر وہ اسقدر نہ تھی جو اُن سے مانگی گئی تھی اس لیے وہ فوج نامنظور کی گئی اور انگریزی گورنر جنرل نے مقام چنار گڑھ مین آصف الدولہ سے ملاقات کر کے اُن کو نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست چھین لینے کی اجازت دیدی چنانچہ ۱۹ ستمبر ۱۷۸۱ء کو ایک عہدنامہ لکھا گیا جس کی تیسری دفعہ نواب سید فیض اللہ خان سے متعلق تھی جو کہ نواب سید فیض اللہ خان نے بسبب شکست کرنے عہد کے حقوق حفاظت وحمایت گورنمنٹ انگریزی ضبط کرا دیے اور اپنی خودسری سے نواب آصف الدولہ کو بہت دقت اور تکلیف دیتے ہین لہذا آصف الدولہ کو اجازت ہے کہ جب موقع وقت ہو اُن کی ریاست ضبط کر کے اُن کو نقد روپیہ مشروطۂ عہدنامہ معرفت رزیڈنٹ لکھنؤ کے دیا کرین مگر جس قدر روپیہ اُس فوج کا ہوگا جو اُنھون نے عہدنامے کی روسے سرانجام کرنے کی شرط کی تھی وہ روپیہ اُنکی نقدی مین سے منہا ہو کر حساب کمپنی مین تا قائم رہنے جنگ حال کے محسوب ہوگا۔ یہ اجازت لارڈ مذکور کی سوانح عمری مین ایک مشہور یادگار باقی ہے یہ تدبیر صرف نواب سید فیض اللہ خان کے ڈرانے کے واسطے کی گئی تھی کیونکہ آصف الدولہ کو اُس ریاست سے نفع حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی جب مدراس اور بمبئی کے احاطون مین لڑائی کی آگ بھڑک رہی تھی تو لارڈ ہیسٹنگز نے نواب آصف الدولہ سے کہا کہ تم نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سوار اپنی خدمت کیلیے مانگو تاکہ انگریزی سپاہ مدراس جانے کے لیے کافی ہو اور گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان کو بھی پانچہزار فوج آصف الدولہ کے واسطے تیار کرانے کی ہدایت کی اس درخواست پر نواب سید فیض اللہ خان نے لکھا کہ مجھے عہدنامے کے موافق

پانچہزار سپاہ کُل رکھنے کی اجازت ہے جس مین دو ہزار سوار ہین جو اسوقت سرکار کمپنی کی خدمت گذاری مین مصروف ہین اور تین ہزار پیادے ہین وہ مُلک کی تحصیل آمدنی کرتے ہین اُن کے بغیر کام مُلکداری کا نہین چل سکتا مین سپاہ کہان سے لاؤن گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان کے اس جواب پر جان برسٹو لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو لکھا کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان سے تین ہزار سوار مانگے اس پر بھی اُنھون نے عذر کیا مگر دو ہزار سوار اور ایکہزار پیدل بھیجدیے اسپر انگریزون نے نواب آصف الدولہ کو سمجھایا کہ وہ راضی نہون - غرض موافق دفعہ سوم عہدنامۂ چنار گڑھ نواب آصف الدولہ نے ارادہ کیا کہ نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست ضبط کر لین کیونکہ انگریز اس عہدنامے کے ضامن جب تک تھے کہ کوئی نقض عہد نواب سید فیض اللہ خان کی طرف سے ہو اب یہ بڑی ہٹ دھرمی تھی کہ انگریز اِس بہانے سے عہدنامۂ لال ڈانگ سے پھرتے تھے اُس مین یہ کہان لکھا ہوا تھا کہ پانچہزار سوارون سے نواب اودھ کی استعانت کی جائے گی اُس مین تو دو تین ہزار سپاہ کا بحسب قابلیت وعدہ تھا وہ بھی سوارون کا نہ تھا غرض کہان یہ عہد کہ پانچہزار سپاہ سے زیادہ نہ رکھو کہان یہ معنی اُسکے کہ پانچہزار سوار نواب اودھ کی خدمت کے لیے بھیجو زمین آسمان کا فرق تھا مگر زبردستون کو اختیار تھا کہ جو چاہین سو کرین اس وقت تو فقط اس اصول پر ہیسٹنگز صاحب کا عمل تھا کہ جس رئیس اور امیر سے جو کچھ اینٹھا جائے وہ اینٹھیے جو مرغی موٹی ہو اُسے ذبح کیجیے - ۱۷۸۲ء مین آصف الدولہ کو از حد اصرار ہوا کہ گورنر جنرل اجازت دیدین کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست ضبط کر لین اور نواب سید فیض اللہ خان اس خدمت کے عوض

ہرجے کا روپیہ دینے پر راضی ہوئے چونکہ وہ ایک ذی مقدرت رئیس خیال کیے جاتے تھے تھے اسلیے پندرہ لاکھ روپے ہرجے کی بابت طلب کیے اس روپے کے ادا کرنے پر نواب سید فیض اللہ خان راضی ہو گئے اور میجر پام صاحب انگریزون کی طرف سے رامپور گئے اور وہان ایک مہینہ رہے اور نواب سید فیض اللہ خان سے پندرہ لاکھ روپے لیے اس طرح کہ پانچ لاکھ روپے فوراً دیے اور پانچ لاکھ فصل خریف مین اور دو لاکھ ربیع ۱۱۹۱ فصلی مین اور باقی تین لاکھ روپے شروع خریف ۱۱۹۲ فصلی مین ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۷ ہجری مطابق ۱۷ فروری ۱۷۸۳ء کو پام صاحب نے نواب وزیر کی طرف سے اُس شرط کو جس سے اُن پر فرض تھا کہ بروقت ضرورت دو تین ہزار سپاہ سے نواب وزیر کی مدد کرین عہدنامۂ سابق سے مسترد کر دیا۔ اور اس تاریخ سے نواب سید فیض اللہ خان فرض مدد دہی سے بری کیے گئے۔

اس کے علاوہ پندرہ لاکھ روپے اور اس بہانے سے وصول کیے کہ ریاست نواب سید فیض اللہ خان کے حین حیات تھی اب یہ اُن سے عہد کیا گیا کہ نسلاً بعد نسلٍ یہ مُلک قائم رہے گا۔ مگر مِل کی انگریزی تاریخ مین لکھا ہے کہ اس دوسری رقم کے دینے سے نواب سید فیض اللہ خان نے انکار کر دیا گورنر جنرل نے کورٹ ڈائرکٹرز کو رپورٹ بھیجدی کہ آصف الدولہ کی درخواست نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سوارون کی بے جا تھی موافق عہدنامے کے دو تین ہزار سپاہ سے خدمت گذاری اُن کے ذمے واجب تھی اور جو افواہین کہ اُن کی بغاوت کی نسبت مشہور ہوئی تھین وہ محض بے اصل تھین۔

مل کی تاریخ مین لکھا ہے کہ اِس معاملے مین انگریزی دست اندازی نے صرف اپنا اعتبار ثابت کرنا چاہا مگر اُس کے خلاف لوگون مین یہ مشہور رہا کہ آصف الدولہ نے اس دست اندازی کی بابت انگریزی حکومت کو کچھ معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

جہاندار شاہ مرزا جوان بخت کا لکھنؤ مین ورود اور اُن کے معاملات

تاریخ تیموریہ مین واقعات ۱۱۹۸ھ ہجری مین لکھا ہے کہ مرزا جوان بخت جہاندار شاہ جو شاہ عالم کے بڑے بیٹے تھے اور دوسرے شاہزادون سے علو حوصلہ و غیرت و حمیت و شجاعت مین ممتاز تھے اُنھون نے افراسیاب خان کی بدسلوکی و بدعہدی بادشاہ کے ساتھ دیکھکر دل مین یہ بات قرار دی کہ اس بدعہد سے عہد توڑ کر انگریزون سے جوڑنا چاہیے جو بات کے پابند اور شیوۂ صداقت و ارادت مین ثابت قدم تھے خصوصًا وارن ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل ان اوصاف مین سب سے بڑھکر سمجھے جاتے تھے شاہزادے کا خیال یہ ہوا کہ اگر گورنر جنرل خدمتگذاری کی کمر بستہ ہو جائین تو سلطنت کے مردہ جسم مین جان تازہ پڑجائے شاہزادے نے گورنر جنرل کے استمزاج کے لیے اپنے خواص شیر علی کو کلکتے کی طرف بھیجا اور یہ ارادہ کیا کہ اگر وہ جادۂ ارادت پر ثابت قدم ہون تو قلعہ دہلی سے کسی طرح نکل کر اُنکے پاس کلکتے کو چلے جائین اپنے ہاتھ سے ایک خط بھی لکھ کر شیر علی کو سند کے لیے دیا جسکا مضمون یہ تھا کہ مجھے یقین ہے کہ انگریز اپنے قول و قرار کا پاس و لحاظ بخوبی کرتے ہین اور

یہ قوم شیوۂ فتوت وجوانمردی کے ساتھ متصف ہے خاصکر تم اس قوم مین اپنی دانش و فطانت کی وجہ سے نہایت شہرت رکھتے ہو۔ بادشاہ ان بے شرم غلامون کے ہاتھ سے بے حد ملول ہین کیونکہ ان کو مطلقاً آقائی و غلامی کا پاس نہین ہے ہر کام مین نافرمانی کرتے ہین اگر خدائے تعالے تمکو اطاعت کی توفیق بخشے گا تو ہم کسی تدبیر سے ان نمک حرامون کے ہاتھ سے رہائی حاصل کر کے تمھارے پاس پہونچ جائینگے اور تم اس واردات غیبی کو اپنے اقبال و امارت کا نشان جانکر جانفشانی پر آمادہ ہوجاؤ تاکہ تمھاری کوشش سے سلطنت کو انتظام اور خلائق کو رفاہ حاصل ہو اور یہ نیکنامی قیامت تک تمھاری یادگار صفحہ روزگار پر باقی رہے۔ شیر علی جب یہ خط لیکر کلکتے پہونچا اور گورنر جنرل کو دیا تو اُنھون نے اس کا جواب یہ لکھا کہ مین بعضے کامون کی درستی کے لیے لکھنؤ جانے والا ہون جبکہ جناب والا کا یہ مصمم ارادہ ہے تو بے تکلف لکھنؤ کیطرف تشریف لے آئیے مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا خدمت گذاری کے لوازم اور بندگی کے مراسم بجا لاؤنگا جبکہ شاہزادے کو گورنر جنرل کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو قلعہ سے نکلنے کی فکر کرنے لگے ایک دن احمد علی خان قلعہ دار کو جو شاہزادے کے سامنے ہمیشہ دم صداقت بھرتا رہتا تھا خلوت مین بلا کر اس مشورے مین شریک کیا اُس کم ظرف نے افراسیاب خان کی رضاجوئی کے لالچ سے فوراً امجد الدولہ کو آگاہ کر دیا اُس نے بادشاہ کو ان قبائح سے مطلع کر دیا بادشاہ معاملے کے برملا ہو جانے سے متردد ہوے اسلیے چند محافظ مقرر کر دیے کہ رات دن شاہزادے کی خدمت مین رہ کر اُن کی حرکات و سکنات پر نظر رکھین اوائل ماہ جمادی الاُخرے مین گورنر جنرل لکھنؤ پہونچ گئے تو شاہزادے نے مکرم الدولہ اکبر علیخان کو جو اُنکے مامون

اور نہایت غمگسار و شریک حال تھے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور عبدالرحمن خان خواص کو اپنے پرگنہ بٹول کو بھیجا اور یہ کہا کہ گوجرون کی جماعت کو راضی کرکے یہان لے آئے۔ اور امام بخش خان - میر اعظم - شیخ عبدالرحمن - شیخ فیض اللہ اللہ بخش خواصون کو جو بھروسے کے آدمی تھے کمندین بنانے کا حکم دیا اُنھون نے بڑی بڑی رسیان چند روز مین جمع کرکے قصر سلاح خانہ کے بالاخانے پر رکھین اور جو دیوار شاہزادے کے رہنے کے مکان اور مکان سلاح خانہ کے درمیان حائل تھی اُس مین سوراخ کرکے آنے جانے کا راستہ بنالیا۔ القصہ ۲۶ جمادی الاخرے کو کہ نکلنے کا وقت مقرر تھا اکرم الدولہ کو حکم دیا کہ سواری کے گھوڑے تیار کرکے بٹ پر گنج مین موجود رکھین اور عبدالرحمن خان کو حکم دیا کہ گوجرون کو اپنے ساتھ لیکر مع ایک گھوڑے کے قلعہ کی فصیل سے ایک تیر پرتاب کے فاصلے پر حاضر رہے شیخ عبدالرحمن اور ثابت خان کو حکم دیا کہ نہر فیض بخش پر جو باغ حیات بخش کی دیوار پر جاری ہے ہمارے انتظار مین کھڑے رہین یہ کام شاہزادے کا بغیر ہمرازی حرم خاص تعلق النسا بیگم کے سرانجام نہین پا سکتا تھا اِسلیے اُس کو بھی اپنے راز مین شریک کیا اور روانگی کی رات سے چند روز پہلے سے خلوت گزینی اختیار کرلی تھی اتفاقاً جس رات چلنے کا انتظام کیا تھا شام سے گرد و غبار اور تاریکی کا زور تھا یہان تک کہ قریب کا آدمی بھی ممتاز نہین ہو سکتا تھا آج شام سے شاہزادے نے حکم دیا کہ کوئی آدمی ہماری خوابگاہ مین نہ رہے ہماری نیند خراب ہوتی ہے جب چار گھڑی رات گذر گئی تو وضع بدلی کالا دوشالہ بدن پہ لپیٹا اور اُس اندھیری رات اور آندھی مین کہ آنکھین خیرہ ہوتی تھین اپنے قصر کی چھت پر چڑھے اور اس چھت سے دوسری چھت

بٹ پر گنج

پر جہان سے راستہ مطلوب نکلتا تھا اور دونون مین تین گز کا فاصلہ تھا کودے
ہوا کا زور اور غبار ہر قدم پر چلنے سے مانع تھا لیکن دل پر جبر کرکے چلتے رہے
یہان تک کہ فیض بخش نہر کے کنارے جا پہونچے یہان شیخ عبدالرحمن اور ثابت خان
نہ ملے جنکو موجود رہنے کا حکم تھا تو پھر لوٹے اپنے قصر کی چھت کے پاس ایک سیاہ چیز
نظر آئی سمجھے کہ کوئی چوکیدار ہوگا جو ہماری آہٹ سُنکر تلاش مین آیا ہے شاہزادے
کمال جلادت سے لپکے اور اُس کا گلا پنجے مین داب لیا کہ مار ڈالین بے اختیار اُس
کی زبان سے نکلا کہ مین ہون عبدالرحمن اُس کو اپنے ساتھ لے کر فیض بخش نہر پر آئے
وہان بھی کوئی شخص محسوس ہوا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ثابت خان ہے اُسکی تسلی کی
اور اُس کا ہاتھ شیخ عبدالرحمن کے ہاتھ مین دے کر اُس نقب پر آئے اور اُس مین
سے نکل کر برآمدے مین پہونچے جو فضاے دریا کی سیر کے لیے تھا یہان چار خواص
کمندین تیار لیے ہوے منتظر بیٹھے تھے وہ اس جُرأت و جلادت پر محو حیرت ہوگئے اس
مقام پر فصیل شرقی سے کمندون کے ذریعہ سے اُترنا چاہا دیوار کی اونچائی ۳۵ گز
سے کم کی نہ ہوگی کمند کو اُس سے لٹکا کر پتھر کے ستون سے مضبوط باندھ دیا شاہزادے
نے دل مین سوچا کہ خود پہلے اُتر جاؤن اور اُن کے انتظار مین کھڑا رہون یا ان کو
چھوڑ کر چلا جاؤن مگر یہ نامناسب ہوگا اِسلیے اُنسے کہا کہ تم پہلے اُترو بعد اِسکے مین اُترونگا سب
نے یہ بات پسند کی سب سے پہلے نجش اللہ جلو دار کو اُتارا بعد اِسکے ثابت خان کو بعد اِسکے خود اُترے
انکے بعد امام بخش اُترا پھر میر اعظم و شیخ عبدالرحمن تلے آئے فیض اللہ کو حکم دیا کہ قدمون کے نشان مٹا کر اور
کمندون کو کسی طرف پھینک کر اور سلاح خانے کو مقفل کر کے قلعہ کے دروازے سے نکلکر چلا آئے القصہ عبدالرحمن خان
گوجرون کو ساتھ لے کر نیلہ برج کے قریب پہونچا تھا کہ ہوا کی شدت۔ گرد و غبار کی

کثرت۔ بجلی کی کڑک دمک اور بادل کی گرج سے گوجر گھبرا گئے آگے قدم نہین اُٹھاتے
تھے بلکہ عبدالرحمن خان پر دست درازی کرنے لگے اور اِس حالت سے مکرم الدولہ تک
پہونچے۔ اُس کے ساتھ جمعیت دیکھی تو گوجرون نے اپنا راستہ لیا عبدالرحمن خان
انکی تسلی اور دلاسا کرتا ہوا ہمراہ گیا۔ مکرم الدولہ اور ارشد خان و گوجر خان وغیرہ
باہم مشورہ کرنے اور کہنے لگے کہ ایسے طوفان مین شاہزادے صاحب کا آنا غیر ممکن
ہے بہتر یہ ہے کہ مکان کو چلے جائین شاہزادے انکے چلے جانے کے بعد پانچون خواص
کے ساتھ قلعہ سے اُتر کر خندق مین پہونچے ہر طرف بیس تیس قدم کے فاصلے سے شہر پناہ
کے چوکیدار کھڑے تھے اور اُن کے سوا سُرخ وردی والی پلٹن کے سپاہی کون ہے
کون ہے کہہ کر ایک دوسرے کو ہوشیار کر رہے تھے ایسے مخمصے مین شاہزادے
آہستہ آہستہ قلعہ کی دیوار کے تلے تلے نورگڑھ کے پُل کی طرف چلے کتنا ہی پانوُن
کی آہٹ کو چھپاتے تھے لیکن سوکھے ہوے پتّون اور کنکریون کے پانوون تلے
آنے سے آواز پیدا ہوتی تھی اور اِس وجہ سے ہمراہی سہمے جاتے تھے شاہزادے
قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوے اور رفیق ہمراہ بہایت جانفشانی کے ساتھ چوکیدارون
کے پاس سے گذرے اور دل مین یہ ٹھہرا لیا کہ جو کوئی اِنمین سے ٹوکے اُس کا کام
تلوار سے تمام کر دیا جائے یا تو کسی نے سمجھا نہین یا دیدہ و دانستہ ڈر کر ان سے اعراض کیا
اور صحیح و سلامت اُس مجمع سے نکل کر اُس مقام پر آئے جہان عبدالرحمن خان کو گوجرون
کے ساتھ کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا شاہزادے کے ساتھیون نے اشارہ و کنایہ مین آوازدی
عبدالرحمن خان اور گوجرون کو وہان نہ پایا آگے چلے یہان تک کہ نورگڑھ کے پُل
کے پاس جمنا مین گھسے کمر سے بھی زیادہ پانی پایا اس سے گذر کر پٹ پر گنج کے گھاٹ

کے پاس پہونچے وہان کوئی کشتی نہ ملی یہان سے افراسیاب خان کا لشکر قریب تھا دریا پایاب تھا تھوڑی دیر مکرم الدولہ کا حال معلوم کرنے کے لیے ٹھہرے جب اُس کا پتا نہ چلا تلاش کرتے ہوے آگے بڑھے راستے مین تین جگہ جمنا کا پانی کمر تک عبور کرنا پڑا۔ اور خربوزون کے کھیتون سے ہزار مشقت کے ساتھ اُفتان و خیزان اور کھیت والون سے احتراز کنان نکلے یہان تک کہ شہرپناہ کے نیلہ برج تک جا پہونچے۔ فرودگاہ سے یہان تک بوجہ راستے کے خم و پیچ کے تین کوس جریبی راہ طے کرنی پڑی وہان بھی کوئی آدمی نہ ملا ساتھیون کے ہوش و حواس بگڑ گئے اور اب ہر ایک اپنی نجات کی تجویز سوچنے لگا مشورے کے وقت کوئی بولا کہ مجد الدولہ کے پاس چلے چلیے کسی نے کہا کہ افراسیاب خان کے پاس چلنا مصلحت ہے کہ اپنے ایسی حالت مین وہان چلنے سے یہ لوگ شرمندہ ہونگے اور پھر کبھی بدخواہی نکرینگے کوئی کہتا تھا کہ احمد علی خان کے پاس چلنا بہتر ہے کہ وہ حقوق کی وجہ سے پوشیدہ قلعہ مین داخل کردے گا شاہزادے نے سب کی باتین سُن کر جواب دیا کہ یہ کیا بودی صلاح ہے جب تک میرے دم مین دم باقی ہے کوشش کو ہاتھ سے نہ دونگا البتہ مکرم الدولہ کا حال معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے مکان پر ہے یا کہین اور جگہ ہے بخش اللہ جلودار اور میر اعظم کو تلاش کے لیے بھیجا کہ ناگاہ پانوُن کی آواز شاہزادے کے کانون مین آئی چلتے وقت یہ باہم طے ہو گیا تھا کہ سیٹی کے ذریعہ سے آواز اور اُسکا جواب دیا جائے چنانچہ دونون طرف سے سیٹی بجی بخش اللہ اور میر اعظم نے شاہزادے کے پاس آکر بیان کیا کہ مکرم الدولہ کو اُنکے مکان سے لے آئے اور آپکے گھوڑے بھی ہمراہ لائے ہین شاہزادے نے گوجر خان کو حکم دیا کہ پت پرگنج کے گھاٹ کیطرف لیچلے وہان سے دریا کو

اُتر ینگے اُس نے کہا کہ مجکو اُس کا حال معلوم نہین البتہ راج گھاٹ کے رستے
سے پایاب اُتار دونگا کیونکہ مجھے وہان کا حال معلوم ہے شاہزادے اُسی طرف
چلے یہ گھاٹ قلعہ کے مقابل تھا درمیان مین خربوزون کی فالیزین تھین جو کوئی
پوچھتا جواب دیتے کہ افراسیاب خان کی سپاہ کے آدمی ہین سکھون پر چڑھ کر
جارہے ہین الغرض جس طرف سے گئے تھے اُدھر ہی سے لوٹ کر راج گھاٹ سے
جمنا کو پایاب عبور کرکے موضع سوندھ مین پہونچے وہان شاہزادے نے پوشاک بدلی
اور اللہ کا شکر ادا کیا گوجر خان نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر توقف کرنا چاہیے مین
اس گانوٗن سے کسی واقف کار آدمی کو راہ نمائی کے واسطے لاتا ہون چنانچہ
چیت سنگھ نام اپنے ایک دوست کو لاکر شاہزادے کی ہمراہی کے لیے مقرر کیا
اُس نے ہیڈن ندی کو جو دہلی سے دس کوس کے فاصلے پر ہے پایاب عبور کراکے
سرورہ نام گانوٗن مین پہونچایا یہان گوجر رہتے تھے اور یہ بڑے لٹیرے تھے
چیت سنگھ سے موافقت رکھتے تھے اُسنے گوجرون کو لاکر شاہزادے کے حضور مین
پیش کیا اُنھون نے نذرین دکھائین اور عرض کیا کہ صبح قریب ہے دن بھر یہان
آرام کیجیے شام کو ہم ہمراہ چلکر دریاے گنگا تک پہونچا دینگے شاہزادے نے کہا کہ
مخالف تعاقب کرینگے اُس وقت تم سے کچھ نہو سکیگا گوجرون نے عرض کیا کہ ہم
دو سو جوان ہم قوم ہین اگر وہ لوگ یہان آئینگے تو ہماری تلوار سے جان بچا کر
نہ لیجائینگے شاہزادے نے اُن مین سے ایک کے مکان مین آرام کیا شام کو یہان سے
سوار ہوے اور تمام رات اس جماعت کے ساتھ چلکر صبح کے قریب اورنگ آباد مین
جو سرورہ سے چالیس کوس تھا جا پہونچے یہان نین سنگھ گوجر نے گانون سے اپنے بیٹے

کو شاہزادے کے پاس بھیجکر کہلایا کہ افراسیاب خان نے جا بجا حضور کی تلاش کرائی ہے پس حضور قلعہ سرایہ مین دن بھر رہین رات کو مین حضور کے ساتھ چلون گا۔ شاہزادے نے گھوڑا بڑھایا اور قلعہ مین جا اُترے۔اب معلوم ہوا کہ قلعہ کے محافظ دغابازی پر آمادہ ہین نین سُکھ نے نہایت خوشامد سے عرض کیا کہ دو تین روز یہان مقام کرنا چاہیئے شاہزادے نے کہا کہ ٹھہرنا کہین منظور نہین آج رات کو گنگا کو عبور کرونگا وہ لوگ بہت سے جمع ہوکر اصرار کرنے لگے شاہزادے نے سمجھ لیا کہ یہان کوئی فریب درپیش ہے فوراً تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا اور فرمایا کہ یہ کیا گستاخی و نامردی ہے کہ اپنے مالک کے ساتھ دغا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو ابھی تم سے لڑون گا اور تم مین سے بہتون کو فی النار کرکے خود بھی جان دون گا اب وہ لوگ گڑگڑانے لگے اور منت و سماجت کے ساتھ قول و قسم کیا اور کہا کہ ہم سے کبھی دغا ظہور مین نہ آئے گی یہان ٹھہرانے مین حضور کی دولت خواہی منظور تھی شاہزادے راضی ہوکر دوپہر تک وہان ٹھہرے ظہر کی نماز کے بعد وہان سے آگے کو روانہ ہوے اور بیس کوس چل کر گنگا کو قمر الدین نگر کے گھاٹ سے عبور کیا اور موضع سدامن مین جو دریا سے چار کوس تھا ٹھہرے گرمی کی شدت اور راہ کی کُربت سے ایک گھڑی تک غش اور ضعف مین مبتلا رہے تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا رات بھر وہان رہے وہان کا فوجدار جیت سنگھ گوجر آیا اور ایک گھوڑی نذر کی اور اُس کی خواہش کے مطابق دن بھر وہان مقام کیا شام کو کوچ کرکے چار کوس چل کر چھپرا اُون مین پہونچے یہ مقام نواب آصف الدولہ کی عملداری مین تھا صبح کو بارہ کوس چلکر امروہے مین پہونچے یہان کے فوجدار اور دوسرے عمائد سادات نے پیشوائی کرکے

نذر دکھائی آج یہان ٹھہرے دوسرے دن روانہ ہوکر مرادآباد مین داخل ہوے
فتح اللہ خان خلف دوندے خان نے آکر نذر دکھائی اور کامل کی حویلی مین اُتارا
اور اپنی طرف سے ضیافت وغیرہ مہمانی کا سامان مُہیا کیا۔ دوسرے دن رامپور
کی طرف کوچ کیا نواب سید فیض اللہ خان بہادر نے شاہزادے کی آمد کا حال سُنا
تھا تو پیشوائی کو تیار رہتے کہ دوسرے رستے سے شاہزادے کی سواری رامپور مین
داخل ہوئی نواب موصوف نے نہایت ادب کے ساتھ دیوانخانے مین اُتارا اور
مسند شاہانہ پر بٹھایا اور ۱۲ اشرفیان خود اور بقدر حال اپنے بیٹون سے نذرین
دلوائین دو روز شاہزادے نے توقف کیا کوچ کے وقت نقد دوہزار روپے
اور دو ہاتھی اور چند گھوڑے اور عالیشان خیمہ اور دوسرا سامان باربرداری
وامارت پیش کیا یہان مصطفےٰ خان خلف یعقوب علیخان حاضر ہوکر سعادت ملازمت
سے شرف اندوز ہوا تین منزلین کرکے بریلی پہونچے یہان کے فوجدار راجہ
صورت سنگھ نے سلام کرکے پانچہزار روپے نقد اور ایک ہاتھی پیش کیا شاہزادے
نے رخصت کے وقت اپنے ملبوس مین سے ایک دوپٹہ بخشا اور اُس کے داماد
راجہ جگناتھ کو دوشالہ دیا اور یہان سے مصطفےٰ خان کو سفیر بناکر آصف الدولہ
اور گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے پاس بھیجکر بھگونت نگر مین رفیقون کی آسائش
کے لیے دو مقام کیے شاہ آباد ضلع ہردوئی مین نواب وزیر اور گورنر جنرل کی عرضیان
اس مضمون کی پہونچین کہ ہمارے پاس بادشاہ کا فرمان آیا ہے کہ مُرشد زادہ
بے استرضاے اقدس کے چلا گیا ہے اس صورت مین ہم حیران ہین اگر حضور کے
ارشاد کے موافق عمل نہین کرتے ہین تو تمام عالم مین بدنامی ہوگی ورنہ بادشاہ کی

نافرمانی ہوتی ہے اسلیے بہتر یہ ہے کہ حضرت ادھر کا قصد نکرین اِسلیے شاہ آباد مین
دو مقام ہوے۔ گورنر جنرل نے نواب وزیر سے مشورہ کیا کہ بادشاہ کے شقون
کا کیا جواب دیا جائے اور شاہزادے کے ساتھ کہ اِس قدر تکلیف کر کے مدد کی توقع پر آتے
ہین کس طرح کا سلوک کرنا چاہیے آخر یہ راے قرار پائی کہ بادشاہ کے ارشاد پر
اعتماد نہین اسلیے کہ مختاران سلطنت جو چاہتے ہین کرلاتے ہین اور شاہزادے
کا آزردہ کرنا حمیت سے بعید ہے اس واردات کو غنیمت جانکر جو کچھ خدمتگذاری
کا لازمہ ہے اُس مین دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہیے اور بادشاہ کو مصنوعی عذر
لکھدینا چاہیے القصہ بادشاہ کو عرضی مین لکھا کہ جو کچھ حضور نے مرشدزادے
کے لیے حکم دیا ہے اُس کے موافق اُن سے عرض کیا جائے گا اگر قبول کر لیا تو بہتر ہے
ورنہ لوازم خدمتگذاری سے باز رہنا سُبکی سلطنت کا موجب ہے آگے اس باب مین
حکم مناسب دینا چاہیے بعد اسکے گورنر جنرل نے اپنی طرف سے اپنے ایڈیکانگ
مسٹر اسکاٹ کو اور نواب نے راجہ گوبند رام کو استقبال کے لیے بھیجا اُن کے ساتھ
اتنا سامان کیا تین ہاتھی نقرئی حوضہ دار اور جھالردار پالکی۔ چند گھوڑے تازی و ترکی
جنپر ساز طلائی و مرصع تھا اور دوسرا اسباب امارت و سلطنت بھی دیا میان گنج کے
پاس یہ دونون شخص شاہزادے کے پاس پہونچے اور اُن خیمون مین شاہزادے
کو اُتارا جو خاص اُن کے لیے وزیر کے افسرون نے کھڑے کیے تھے دوسرے دن جلکر
قصبہ موہان مین مقام کیا یہان بھی اُس سے زیادہ لوازمہ موجود تھا یہان وزیر اور
گورنر جنرل کی عرضیان آئین کہ اسی مقام پر قیام رہنا چاہیے ہم یہان حضور کے
سلام کو حاضر ہون گے جب نواب وزیر اور گورنر جنرل کے قریب آجانیکی خبر پہونچی

توشاہزادے نے مکرم الدولہ کو استقبال کے لیے بھیجا وہ ان دونون سے ملکر شاہزادے کے پاس لایا دونون نے سامنے پہونچکر قاعدۂ قدیم کے موافق آداب زمین بوس ادا کیا اور نذرین دکھائین اور دست بستہ کھڑے ہوکر مراتب اشتیاق عرض کیے شاہزادے نے دونون کو خلعت دیے نواب وزیر نے عمدہ چار ہاتھی نقرئی سامان اور مکلف عماریون کے ساتھ اور پانچ عمدہ گھوڑے اور نشان ونقارہ وغیرہ بطور پیش کش کے دیے اور آپ تمام سپاہ اور سردارون کے ساتھ ہمرکاب رہے شاہزادے نے وزیر الممالک کو اپنی خواصی مین بٹھایا۔ اور راستے بھر اختلاط رہا لکھنؤ مین پہونچکر نواب نے شاہزادے کو باغ باؤلی مین اُتارا جس قدر سامان سلطنت ضرور تھا وہ سب سرکار وزیر سے آگیا اور گورنر جنرل اور وزیر دونون رخصت ہو کر شہر مین چلے گئے دوسرے دن صبح کو وزیر تمام عمائد اور سپاہ اور جلوس کے ساتھ اور گورنر جنرل تمام انگریزون اور انگریزی فوج کے ساتھ شاہزادے کی فرودگاہ پر گئے اور اُن کو سوار کراکر شہر مین لاکر سنگی محل مین کہ عمدہ عمارت ہے اُتارا اور تاریخ شاہیہ مین لکھا ہے کہ ٹیڑھی کوٹھی مین اُتارا تھا وزیر نے پہونچا کر اسباب اور جواہرات کی کشتیان اور پچاس ہزار روپے نقد اور نقرئی پالکی نذر کی چند روز شاہزادے اس جگہ رہے پھر انکی خواہش سے کرنیل مارٹین کی کوٹھی مین ٹھہرائے گئے نواب وزیر شاہزادے کی بہت خاطر کرتے تھے اور ۲۵ ہزار روپے ماہوار مصارف کارخانجات وغیرہ کے لیے اور ۷ ہزار روپے خرچ باورچی خانہ کے لیے مقرر کیے جیسا کہ سلطان الحکایات مین ہے بعض خابو طلب لوگون نے شاہزادے کے مزاج کو عیاشی کی طرف مائل کردیا اور فواحش وارباب نشاط کی صحبت کی طرف راغب بنادیا چند روز مین رنڈی بھڑوے اِتنے

جمع ہو گئے کہ اُسی شاہزادے کو جو شمشیر زنی۔ تفنگ افگنی اسپ تازی ونیزہ بازی
کا عادی تھا شاہد پرست اور عیش وعشرت مین محو بنادیا کئی فاحشہ عورتین اپنے
محل مین داخل کرلین نواب وزیر کو یہ باتین ناگوار گذرتین کبھی حسن تقریر اور
لطائف الحیل سے کبھی اشارہ وکنایہ سے کبھی دوسرون کی زبانی صاف طور پر
سمجھایا مگر خوشامدیون نے وہ لتخواہی کی ان باتون کو قالب بدخواہی مین ڈھالا
اور شاہزادے کے مزاج کو منحرف کردیا نواب وزیر نے بھی سلوک بندگی وپرستاری
اور ارسال پیش کش وہدایا مین تغافل شروع کردیا رفتہ رفتہ طرفین کے دلون مین
کدورت پیدا ہوگئی اور تاریخ شاہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۰۰ھ ہجری مین ایک
لکھنوی طوائف کریم بخش (بقولے کرم بخش) نام سے جوش محبت مین آنکھین لڑ گئین
اور اُس کو کاشانۂ محل بنایا اس سے وزیر کو بہت رنج ہوا۔ بعض دوسری کتب سے
ثابت ہوتا ہے کہ بیگم صاحبہ کی پاسداری کی وجہ سے یہ امر نواب وزیر کی ناخوشی کا
باعث ہوا تھا۔ یہان تک کہ وہ شاہزادے سے بے رخصت لئے لکھنؤ سے فیض آباد کو
چلے گئے اب شاہزادے کو لکھنؤ مین ٹھہرنا ناگوار ہوا اور ماہ ذی حجہ کے عشرۂ دوم
۱۲۰۰ھ ہجری مین لکھنؤ سے بنارس کی طرف روانہ ہو گئے اور وہان جاکر قیام کیا
جبکہ وارن ہیسٹنگز اپنے عہدۂ گورنر جنرلی سے مستعفی ہو کر کلکتے سے چلے گئے اور
لارڈ کارن والس اُن کی جگہ مقرر ہو کر آئے اور ۱۲۰۱ھ ہجری مین لکھنؤ کو وزیر سے
ملنے کے ارادے سے روانہ ہوے تو راہ مین بنارس کے اندر شاہزادے سے ملاقات
ہوئی شاہزادے نے گورنر جنرل کو خلعت عطا کیا دوسرے دن نواب سعادت علیخان
گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے اور تھوڑی دیر بات چیت کرکے اپنے مقام کو لوٹ آئے

گورنر جنرل نے دوسرے دن سعادت علی خان کے قیامگاہ پر رسم بازدید ادا کی نواب نے اُن کی ضیافت کی پھر شاہزادے جوان بخت گورنر جنرل سے ملنے کیلیے اُن کی فرودگاہ پر گئے اور اپنی خواصی مین ہاتھی پر نواب سعادت علی خان کو تو نہ بٹھایا ایک خواجہ سرا کو لے گئے وجہ اس کی یہ تھی کہ اُن کو گورنر جنرل سے تنہائی مین کچھ باتین کرنا تھین جب یہ حال نواب سعادت علی خان کو معلوم ہوا تو وہ بہت کبیدہ خاطر ہوے شاہزادے نے گورنر جنرل سے کہا کہ الہ آباد اور کوڑے کے اضلاع جس طرح بادشاہ سلامت کے قبضے مین دیے گئے تھے اُسی طرح ہمکو مل جانا چاہیے گورنر جنرل نے کہا کہ آپ لکھنؤ کا قصد رکھتے ہین اور مین بھی وہین چلتا ہون وہان پہونچکر یہ بات وزیر الممالک سے کہی جائے گی غرضکہ گورنر جنرل لکھنؤ کو گئے اُنکے پیچھے پیچھے شاہزادے بھی لکھنؤ کو روانہ ہوے گورنر جنرل نے وزیر پر شاہزادے کی خواہش ظاہر کی۔ آصف الدولہ نے لطائف الحیل کے ساتھ اُن اضلاع کے دینے سے انکار کر دیا اور شاہزادے سے ظاہر و باطن مین ایسے کبیدہ ہوے کہ اُن کو نواب کی عملداری مین رہنا ناگوار گذرنے لگا۔ اِس لیے گورنر جنرل کے مشورے سے اکبرآباد کی طرف چلے گئے۔ فرخ آباد کے مقام سے شاہ عالم بادشاہ کو یہ اطلاع گذری کہ مرزا جوان بخت اکبرآباد کی طرف جارہے ہین تو بادشاہ نے اُن کو دلی مین بلا لیا کچھ دنون یہان رہ کر ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو اکبرآباد پہونچے مگر یہان اتنی آمدنی نہ تھی کہ اُن کے مصارف کو مکتفی ہوتی اِس لیے دوبارہ لکھنؤ کا عزم کیا اور ۱۵ رجب سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو فرخ آباد کے رستے سے لکھنؤ مین آئے اور وہان سے بنارس کو روانہ ہوے۔ اُن کے ساتھ

تین چار ہزار پیادہ وسوار اور دس توپین اور پندرہ بیس ہاتھی تھے بنارس مین پہونچکر مادھو داس کے باغ مین قیام کیا گورنر جنرل نے سولہ ہزار روپیہ ماہوار مشاہرہ شاہزادے کا سرکار نواب وزیر سے حسابات ملکی سے جداگانہ مقرر کرادیا مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ پانچ لاکھ روپے سال آصف الدولہ کی جانب سے مقرر ہوے تھے آخر شاہزادے نے ۲۵ شعبان ۱۲۰۲ھ ہجری کو عارضۂ ہیضہ مین مبتلا ہوکر انتقال کیا نواب سعادت علی خان اور رزیڈیٹ بنارس کے اہتمام سے مدفون ہوے۔

تنبیہ یہ حال اجمال کے ساتھ وقائع عالم شاہی مین شاہزادہ سلیمان شکوہ کی نسبت لکھا ہے اور واقعات ۱۱۹۰ھ ہجری مین ذکر کیا ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ نواب آصف الدولہ کے عہد مین یہ بھی دہلی سے نکل کر لکھنؤ مین آگئے تھے اور نواب نے انکے مصارف کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار مقرر کیا تھا کہ جام جہان نما مین مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے۔

سوانح محمد عباس علی خان مین لکھا ہے کہ جہاندار شاہ مرزا جوان بخت بہادر ولی عہد شاہ عالم بادشاہ جب لکھنؤ کے ارادے سے رام پور مین آئے تو احقر کو انکی خدمت مین باریابی حاصل ہوئی اور وہ ہرطرح کا شرف اختصاص بخشکر اپنے ساتھ لکھنؤ کو لے گئے وہان سے بنارس کو ہمراہ لے گئے جب بہت دنون کے بعد اُن کا جانا دہلی کو ہوا تو احقر کو پانچہزار سوار و پنجہزاری منصب اور اقتدار الدولہ عباس علی خان بہادر صمصام جنگ خطاب کے ساتھ سرفرازی بخشی اُن کی وفات کے بعد شاہزادہ مرزا احسن بخت بہادر خلف شاہ عالم کی رفاقت حاصل ہوئی۔

شاہزادے مرزا اسمعیل بیگ خان کے ساتھ اکبر آباد مین مہاجی سیندھیا کے لشکر سے شکست پاکر جیپور کو چلے گئے احمد نے اُن کو ترغیب دی کہ افغانستان کو چلین چنانچہ بیکانیر اور بہاولپور کی راہ سے کابل پہونچے اور وہان احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور شاہ سے ملے اُنھون نے بہت خاطر کی اور کہا کہ سواران جرار کا لشکر اپنے بیٹے کی افسری مین اُن کے ساتھ ہندوستان کو بھیجونگا اور غازی الدین خان کے مشورے سے مرزاے موصوف کو سلطنت ہندوستان کے تخت پر بٹھاؤنگا اُسی زمانے مین شاہزادے کے مزاج مین جنون کی شورش پیدا ہوگئی اس لیے یہ کام ظہور مین نہ آسکا اور اُسی سال تیمور شاہ نے انتقال کیا زمان شاہ مالک سلطنت ہوے اور اُنھون نے کہا کہ اگلے سال ہم خود ہندوستان کا سفر کرینگے اور تمکو اپنے ہمراہ لے جائینگے اور جو کچھ شاہ جنت مکان نے تمھارے حق مین تجویز کیا تھا اُس سے زیادہ عمل مین لائینگے مگر شاہزادے کا مزاج زیادہ خراب ہوکر کامل جنون ہوگیا یہان تک کہ بادشاہ کے ایک سردار کو جس کا نام عباس علی خان تھا اور جو ایک خدمت پر ہندوستان جارہا تھا مع اُس کے بیٹے کے اُس عباس علیخان کے دھوکے مین مرواڈالا جوان کا رفیق تھا کیونکہ جنون مین وہ اُس کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے اور وہ اُن سے علحدہ ہوگیا تھا مرزا سکندر شکوہ بھی لکھنؤ مین آئے تھے اس زمانے مین نواب آصف الدولہ مرض الموت مین مبتلا تھے کچھ دنون مراتب خدمتگذاری ادا ہوے لیکن جیسا کہ مدنظر تھا ویسی مدارات ظہور مین نہ آئی کہ نواب موصوف نے انتقال فرمایا مگر سولہ ہزار روپیہ بنارس مین اولاد مرزا خرم بخت و مرزا جوان بخت کے لیے جاتا رہا اور سات ہزار روپیہ ماہوار

قدیم سے شاہ عالم بادشاہ کے باورچیخانۂ خرد کے مصارف کے لیے بھیجا جاتا تھا اور مرزا سلیمان شکوہ کے لیے چھ ہزار روپیہ اور سکندر شکوہ کے لیے دو ہزار روپیہ درماہہ قرار پایا مگر نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی کے وقت جو عہد نامہ ہوا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جوان بخت کی بیگم و شاہزادگان بنارس کی تنخواہ سالانہ دو لاکھ چار ہزار روپیہ جاتی تھی۔

نواب آصف الدولہ کی فیض آباد کو روانگی

جہاندار شاہ مرزا جوان بخت کے حال مین لکھ چکا ہون کہ آصف الدولہ اُن سے بغیر رخصت ہوے فیض آباد کو چلے گئے وجہ اس سفر کی یہ تھی کہ سنہ ۱۲۰۱ ہجری مین مرزا نصیر اور مرزا محمد تقی کے بیاہ بہو بیگم صاحبہ نے بڑی دھوم دھام و تزک و احتشام سے فیض آباد مین رچائے آصف الدولہ کو بھی بلایا وہ لکھنؤ سے جاکر شریک ہوے جب یہان سے رخصت ہوکر بہرائچ کی طرف میلۂ سالار مسعود غازی کی سیر کے لیے جانے لگے تو رخصت کے وقت اپنی دادی صاحبہ کے پاس گئے اُنھون نے مرزا نصیر کی تنخواہ مقرر کرنے کے لیے درخواست کی دو ہزار روپے ماہانہ کا حکم لکھ کر کاغذ بیگم صاحبہ کو دیدیا۔ جب مان سے رخصت ہونے آئے تو اُنھون نے محمد تقی خان اور بی بی لُطف النسا کی تنخواہون کے لیے کہا ان دونون کے لیے تین ہزار روپے ماہوار مقرر کیے ان مین دو ہزار خاص آغا محمد تقی خان کی ذات کے لیے اور ایک ہزار بی بی لطف النسا کے لیے تھے اور یہ تنخواہین الماس علی خان کے محالات پر قرار پائین۔ افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے مرزا محمد تقی کو خُردسالی سے

بطور فرزندون کے پرورش کیا تھا اس لیے تمام اہل خاندان وارا کین ریاست ان کا ادب کرتے تھے ان کی شادی کے لیے بہو بیگم کے پاس گئے اور اُن سے عرض کیا کہ مرزا محمد تقی کی پرورش مین نے بطور فرزندون کے کی ہے اور یہ لڑکی بی بی لطف النسا جو آپ کے سایۂ عاطفت مین پرورش پا رہی ہے میری بہن اور والد مغفور کی بیٹی ہے جب اس کی ماں نے بحالت رضاعت رحلت کی تو جناب والدہ ماجدہ نے آپ کی آغوش شفقت مین جگہ دی تاکہ اس کی پرورش بخوبی ہو جائے اور اصل حال اس وجہ سے نہ کھولا کہ مبادا اُسکی جانب سے آپ کا میل خاطر کم ہو جائے اور اُنھون نے اپنی بیماری کے دنون مین بسنت علی خان و جواہر علیخان کے سامنے یہ وصیت فرمائی تھی کہ تمھاری والدہ ماجدہ کے سایۂ الطاف مین جو دختر آسائش گزین ہے وہ میری بیٹی اور تمھاری بہن ہے ایسا نہو کہ بیگم صاحبہ ناواقفیت سے اسکا بیاہ کسی نامناسب جگہ کر دین بیگم صاحبہ نے دونون ناظرون کو طلب کر کے تصدیق چاہی تو اُنھون نے ازروے قسم نواب صاحب کے بیان کی تصدیق کی جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچگئی تو لطف النسا معروف بہ چھوٹی بیگم کا عقد مرزا محمد تقی کے ساتھ ایسے شان و تجمل سے کیا کہ عرصے تک یادگار زمانہ رہا۔

بہو بیگم صاحبہ کے نوکرون کو نہ تکلیف سفر کی تھی نہ جنگ و جدال کی نہایت آرام سے بسر کرتے تھے کسی قصور پر بھی تنخواہ وضع نہ ہوتی ماہ بماہ درماہہ بلکہ پیشگی لیتے اور خوش و خُرم زندگانی بسر کرتے تھے۔ ان کی حالت کا اندازہ اس حکایت سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار فراشون یا خواصُون نے سرکاری خاص بندوقون کی سوئیون کی چاندی کی زنجیرین چرا لین بہو بیگم نے حکم دیا کہ شاگرد پیشہ کی ایک ایک ماہ کی تنخواہ

کاٹ لی جائے اخوند احمد علی نے عرض کیا کہ ایک آدمی کا گناہ سو پر پڑتا ہے ہین اپنی طرف سے زنجیرین درست کرائے دیتا ہون بیگم نے جواب دیا کہ تنخواہ کے کاٹ لینے مین آیندہ کے لیے تنبیہ ہے۔جب تنخواہ کی تقسیم کا وقت آیا تو بیگم سے بغیر اجازت لیے اخوند مذکور نے سب کو تنخواہ دیدی۔اُن بے حیاؤن نے پھر وہی حرکت کی ابکی بیگم نے حکم دیا کہ اُن کی تنخواہ کا روپیہ ہمارے پاس لایو وقت پر تین ہزار روپے طلب کر کے بیگم نے اپنے توشے خانے کے داروغہ کے حوالے کرا دیے۔اخوند احمد علی نے سوزنون کی زنجیرین تو سونے کی بنوا دین اور شاگرد پیشہ کی تنخواہ اپنے گھر سے چکا دی اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص بھی نہایت بے دیانت و خائن تھا اور بیگم کی سرکار سے بے حد روپیہ اُڑاتا تھا کہ ایسے مصارف اپنے ذمے گوارا کر لیتا تھا اس شخص پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ حلوائی کی دوکان اور دادا جی کی فاتحہ‘‘

سالار مسعود غازی کی حقیقت

نواب آصف الدولہ کا انکے میلے کو جانا اوپر بیان ہوا ہے اسلیے انکی حقیقت پر یہان روشنی ڈالتا ہون۔

بہرائچ نامی مقام لکھنؤ سے ۸۰ میل اُتر کی جانب ہے۔یہان سالار مسعود غازی کی درگاہ اور رجب سالار کا مقبرہ ہے۔سُنتے ہین کہ رجب سالار تغلق شاہ کے بھائی تھے اور سالار مسعود غازی کے حق مین اختلاف ہے۔مناقب الاولیا مین لکھا ہے کہ اولاد محمد بن حنفیہ سے ہین جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے تھے۔مرآت الاسرار

مین ان کو سید علوی بتایا ہے۔ محمود غزنوی کے بھانجے تھے ان کی مان کا نام ستر معلے ہے اور باپ کا نام سالار ساہو ہے۔ ۲۱ رجب ۴۰۵ھ ہجری روز یکشنبہ کی صبح صادق کے وقت اجمیر مین پیدا ہوے مرآت الاسرار مین ان کی ولادت ۱۲ شعبان کی لکھی ہے (تولدنا صردین) تاریخ ولادت ہے غزانامہ مسعود سے معلوم ہوتا ہے کہ سومنات معروف بہ دوارکا زمین گجرات علاقہ جوناگڑھ کی لڑائی مین سلطان محمود کے ساتھ شریک تھے۔ جب سلطان راے جیپال کو مغلوب کرکے مع مال غنیمت غزنی کو لوٹ گیا تو مسعود ہندوستان مین رہ گئے بہت سے مقامات فتح کرکے مال اور سپاہ کثیر جمع کی۔ دہلی کے راجہ راے مہیپال اور اُس کے بیٹے گوپال سے سخت معرکہ پیش آیا گوپال کے ہاتھ سے اُنکی ناک پر زخم آیا اور ایک دانت بھی ٹوٹ گیا لیکن فتح انھین کے ہاتھ مین رہی سالار مسعود نے سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھا اس کے بعد قنوج کو گئے اور دریاے گنگا کے کنارے مقام کیا اجیپال ان کے مقابلے کی تاب نہ لایا اطاعت اختیار کی۔ سالار نے اکثر رایان اطراف کو شکست دے کر مطیع کیا۔ ابو محمد چشتی کے مرید تھے بہرائچ مین ایک ہندو فقیر بالارکھ نامی رہتا تھا مسعود نے جہاد کے لیے اس مقام پر چڑھائی کی اور سورج کنڈ کو جو ہندوون کا معبد عظیم تھا مسمار کیا وہان رائیون سے سخت لڑائی ہوئی شہر دیو کے ہاتھ سے اُنکی شہرگ پر ایک تیر لگا جس سے روح بدن سے پرواز کر گئی وہین دفن ہوے ۲۱ رجب ۴۰۵ھ ہجری تاریخ ولادت ہے اٹھارہ سال گیارہ مہینے ۲۴ روز دنیا کی ہوا کھائی انیسوین سال اول وقت عصر روز یکشنبہ ۱۴ رجب ۴۲۴ھ ہجری کو شہادت پائی درگاہ انکی

اہل عالم کی زیارت گاہ ہے سال مین ایک بار میلا ہوتا ہے دور دور سے لوگ سید نی کے ہمراہ آتے ہین اجلاف قوم کے آدمی دور و نزدیک سے لال لال نیزون کے ساتھ ہزارون ڈفالی گاتے بجاتے ساتھ لے کر اپنی اپنی بستیون سے نکلتے ہین اور یہان آکر نذر و تحائف گذرانتے ہین غرضکہ جیٹھ کا پہلا اتوار اس میلے کا پہلا دن ہے عوام مین جو بالا پیر نام سید مسعود کا مشہور ہے وہ بالارکھ کی رعایت سے ہے بالا سے مراد بالارکھ اور پیر سے مقصود سید مسعود ہے۔ مقبرۂ سیّد مسعود مین سیدھی طرف ایک گوشے مین چھوٹا سا گول حوض ہے اس کو بالا کنڈ کہتے ہین کوئی ہندو اس کو اگن کنڈ بالارکھ اور کوئی بالارکھ کی دھونی ظاہر کرتا ہے قبر کی نذر کا مال مجاوران درگاہ اور کنڈ کی پوجا کے محاصل پنڈے قوم ہندو پاتے ہین مجاورون اور پنڈون کے باہم اس آمدنی مین کچھ رسم اور معاہدہ ہے۔

آصف الدولہ کے بعض اخلاق کا تذکرہ بعض مصنفون کے قلم سے

محاربۂ غدر مین منشی میڈی لال لکھتا ہے کہ آصف الدولہ آٹھ پہر نشۂ بھنگ مین ترنگ اُٹھایا کرتے تھے کھٹملون اور چیونٹیون اور مکڑیون سے شغل رکھتے تھے ان حشرات کے نگہبان صدہا روپے کے درماہے پاتے تھے راجہ مہرا کہار کو کتب خانہ اور مولوی فضل عظیم صفی پوری کو عہدۂ آبکاری دیا۔ حسن رضا خان نائب حرف ناآشنا و امی محض تھا۔ اُن بادل ہاتھی کی شادی بڑ گنبی ہتنی کے ساتھ بڑی دھوم دھوم اور تزک و احتشام کے ساتھ کی لکھوکھا روپیہ خرچ ہو گیا بارہ سو ہاتھی اُس کی برادری کا

براتی تھا الماس علی خان خواجہ سرا دلھن والا اور نواب آصف الدولہ دولھا والے تھے۔

محمد فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ ہر سال ایام بہار مین کہ ہندو ہولی مناتے ہین ہندوون کی کثرت صحبت کی وجہ سے اس قسم کے کھیل تماشون کے بڑے شائق تھے ہولی مین جشن عام کرتے اور بہت سا روپیہ صرف مین لاتے اُن کی مان بھی ہر سال ہولی کے دنون مین اُن کے بلانے پر لکھنؤ کو جایا کرتین اور ایک ماہ تک وہان رہا کرتین۔ اسی طرح نواب صاحب جاڑون کے موسم مین کوہ بوٹول کی سیر کو جایا کرتے تھے اور کئی مہینے تک اس سفر مین رہتے تھے ابتدا مین شجاع الدولہ ایکبار اس پہاڑ کی طرف گئے تھے پہاڑی ڈرے کہ یہ امیر صاحب عزم ہے توپخانہ اور فوج بھی اس کے ساتھ بہت ہے کہین ایسا نہو کہ ان دشوار گذار راہون سے آگاہ ہو کر ان پہاڑون پر اپنا قبضہ جما لے۔ اُنھون نے دامن کوہ کی طرف پانی کاٹ دیا نواب کو یہان مقام کرنے مین تکلیف واقع ہوئی اس لیے جلد لوٹ گئے۔ آصف الدولہ باپ کے ساتھ تھے اِنھون نے بھی اول اول ۱۱۹۰ھ ہجری مین اُدھر کا قصد کیا پہلے فیض آباد مین آئے اور مان سے منت و سماجت کے ساتھ عرض کیا کہ والد ماجد کی وفات کے بعد سے آپکو سوائے سفر لکھنؤ کے اور کسی جگہ جانے کا اتفاق نہین ہوا اگر غلام نوازی کر کے میرے ساتھ کوہ بوٹول کو چلین تو تفریح طبع مبارک بھی ہو اور میری سرفرازی بھی ہو جائے نواب نے بہت کوشش کی تو بیگم بھی ساتھ ہو لین پہاڑون کی سیر کرا کے اڑھائی ماہ کے بعد لوٹے پہاڑیون نے ان کو تکلیف نہ دی اور مزاحمت نہ کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ

بے فکر رہے ہین اپنے ملک منصرفہ کی تو خبر نہین رکھتے پہاڑ کی فتوحات ان سے کیا ہوگی
بنارس جیسا ملک آسانی سے چھوڑ دیا یہ اگر ادھر آتے ہین تو ان کے آنے سے کوئی
حرج نہین ان مین نیپال کے عزم کی کیا ہمت ہے غرضکہ نواب نے ان کے ساتھ
کوہ بوٹول پر پہونچکر ایک بنگلہ بنوایا اور ہر سال سیر کو جانے لگے۔
افضل التواریخ مین رام سہاے نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ کے ہاتھ
سے ہر وقت تسبیح جدا نہین ہوتی تھی شاید یہ حال آخری عمر کا ہوگا کیونکہ اسی کتاب
مین لکھا ہے کہ نواب کو رقص و سرود سے شوق اس حد تک تھا کہ جب اس مین مصروف
ہوتے تو دوسری طرف تعلق نرکھتے۔ سیما نورا بھانڈ و بڑی مصری وغیرہ حضر و سفر
مین آصف الدولہ کے حضور مین حاضر باش رہتے تھے کہتے ہین کہ ایک روز جلسۂ رقص
و سرود برپا تھا سیما نورا بھانڈ اپنے مجرے مین حاضرین دربار کو علم وفن موروثی سے
خوش کر رہا تھا کہ ناگاہ نواب قاسم علیخان بن نواب سالارجنگ نے جو نواب
آصف الدولہ کے ماموں زاد بھائی و مقرب خاص تھے ایک بندوق خالی سر کردی
اُس کی آواز کے خوف سے سیما نورا بھانڈ زمین پر گر پڑا اور ہاے ہاے کی صدا سے
حاضرین دربار کو منغض کر دیا آصف الدولہ نے اُسکی اس حرکت بے جا پر نفرین کی اور
اس گروہ کی بزدلی پسند نہ کی پھر اُس بھانڈ کو لشکر سے نکالدیا۔
وحید اللہ بن حکیم محمد سعید اللہ متوطن بدایون نے ۱۲۵۸ھ ہجری مطابق
۱۸۶۸ء مین تذکرۂ حکومت المسلمین لکھا ہے اُس مین کہتے ہین کہ لکھنؤ کی سرکار
مین نواب آصف الدولہ کے عہد سے احترام و اکرام سادات عظام و شرفاے کرام کا
زیادہ ہوا جاگیر و املاک سالانہ اس قدر مخلوق کو عطا ہوئین کہ حیطۂ تحریر و تقریر سے

باہر ہے اور اس قدر نقد و جنس محتاجون اور غریبون کو مرحمت ہوا کہ بیان سے افزون ہے اب چند حکایتین آصف الدولہ کی سخاوت و دریا دلی کی اس رسالے سے لکھی جاتی ہین۔

حکایت اول بعض چغل خورون نے آصف الدولہ سے عرض کیا کہ بعض آدمیون نے حضور کی مہر بنا لی ہے اور اُس مُہر سے پروانجات ملک و معاش کے جاری کرتے ہین۔اور سرکار کا مال اس فریب سے تلف ہوتا ہے جواب مین فرمایا کہ آخرش وہ لوگ یہ ملک و معاش کس کے نام سے جاری کرتے ہین عرض کی کہ مُہر خاص حضور کے نام کی تیار کر لی ہے فرمایا کہ بابا بات کا آل واحد ہے خواہ مین نے اجازت دی یا نہ دی دونون صورتون مین ہمارے ہی نام سے تو کھاتے ہین یہ سُن کر چغل خور منفعل و خجل ہوے۔

حکایت دوم ایک دن نواب آصف الدولہ بالاخانے کے برآمدے پر بیٹھے ہوے تھے اتفاقاً بالاخانے کے تلے نظر جا پڑی کیا دیکھتے ہین کہ ایک ضعیف عورت تلوار ہاتھون پر لیے ہوے نذر گذراننے کی اُمید پر کھڑی ہے نواب صاحب نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس ضعیفہ سے یہ تلوار لے کر ہمارے پاس لاؤ کہ ہم اُس کو مُلاحظہ کرینگے نوکرون نے فی الفور وہ شمشیر حاضر کی نواب صاحب نے اُس تلوار کو ہاتھ مین لیا اور ساخت اُس کی خام لوہے کی دیکھ کر واپس کرنے کا حکم دیا جب وہ تلوار ضعیفہ کے پاس واپس آئی تو وہ اُس تلوار کو اُلٹ اُلٹ کر بار بار دیکھنے لگی نواب نے تعجب سے فرمایا کہ کیا ہمنے تیری تلوار کو بدل لیا ہے یا اس مین سے کچھ چھوڑا لیا ہے جو تو بار بار اُس کو بغور دیکھتی ہے ضعیفہ نے جو یہ بات سُنی تو پکار کر عرض کرنے لگی

کہ تلوار کے دیکھنے کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگ محتاج و غریب سُنتے تھے کہ نواب آصف الدولہ بہادر پارس ہین لیکن میری تلوار نواب صاحب کے ہاتھ مین پہونچنے کے بعد بھی لوہے کا لوہا رہی سونے کی تلوار کیون نہین ہوگئی یہ سُنتے ہی نوابصاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اِس کی تلوار کے برابر اشرفیان تول کر اس کے حوالے کرو آخرش ایسا ہی عمل مین آیا وہ دعا کرتی اپنے گھر کو روانہ ہوئی۔

اسی طرح کی ایک حکایت مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری مین خان خانان کے ذکر مین لکھی ہے کہ ایک دن دربار مین بیٹھا تھا اہالی و موالی اہل غرض و اہل مطالب حاضر تھے ایک غریب شکستہ حال آکر بیٹھا اور جون جون جگہ پاتا گیا پاس آتا گیا قریب آیا تو ایک توپ کا گولہ بغل سے نکال کر لڑھکایا کہ خان خانان کے زانو سے آکر لگا نوکر اُس کی طرف بڑھے اُس نے روکا اور حکم دیا کہ گولے کی برابر سونا تول دو مصاحبون نے پوچھا کہا کہ یہ قول شاعر کا کسوٹی پر لگاتا ہے ؎

آہن کہ بہ پارس آشنا شد　　فی الحال بصورت طلا شد

حکایت سوم ایک روز نواب آصف الدولہ دولتخانے کے برآمدے پر بیٹھے ہوے تھے ہاتھ مین پستول تھا ایک چیل برآمدے کے اوپر اُڑ رہی تھی نوابصاحب نے پستول اُس کے مقابل کیا وہ چیل دائین بائین ہوگئی یہان تک کہ تین مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا ایک سپاہی برآمدے کے نیچے کھڑا تھا اور بندوق اُسکے ہاتھ مین تھی اُس نے اپنے دل مین خیال کیا کہ نواب صاحب کو اس چیل کی ہلاکت منظور ہے اُس نے بندوق اُسکی طرف چلائی چیل زمین پر آپڑی نواب صاحب نے جو زیر برآمدہ جُھک کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ اس شخص نے چیل کو مارا ہے تو فی الفور اُسکی طرف

پستول سر کیا اُس کی ران زخمی ہوئی نواب صاحب نے فرمایا کہ ہمارا شکار بار لینا
سہل نہین قضارا اُس وقت مرزا احسن رضا خان نایب دربار کو آتے تھے اثنائے راہ
مین ہنگامہ دیکھ کر اُس زخمی کا حال دریافت کیا ایک شخص نے کہا کہ یہ مجروح
قوم کا سید ہے مرزا احسن رضا خان نے نواب آصف الدولہ کے پاس حاضر ہو کر
عرض کہ وہ سپاہی مجروح قوم کا سید ہے یہ سُنتے ہی نواب مضطر و بے حواس ہو گئے
اور پیادہ پا جا کر اُس سپاہی کو مکان مین اُٹھا لائے اور بہت عذر و معذرت کر کے
اُس کا علاج کرایا اُس نے صحت پائی آخرش اس درجہ اُس کا مرتبہ بڑھا یا کہ سوار
اُسکی اردلی مین چلتے تھے۔

حکایت چہارم ایک مرتبہ نواب آصف الدولہ ایک باغ مین رونق افروز تھے
اتفاقاً وہان ایک چودہ سال کی عمر کا لڑکا ایک پنجرے مین ایک جوڑا کبوتر کا لیے ہوئے
دور کھڑا ہوا نظر آیا نواب آصف الدولہ نے اُس لڑکے کو طلب کیا اُس نے وہ جوڑا
کبوتر کا نذر کیا نواب صاحب نے اُسکے واسطے ایک روپے کا حکم کیا لڑکا ایک روپے
کا نام سُنکر آبدیدہ ہو کر عرض کرنے لگا کہ مین سید زادہ ہون عرصہ ایک مہینے کا ہوا
کہ اُس شخص کے باپ نے انتقال کیا ہے کہ بجز چند جفت کبوتر کے کچھ متروکہ اُسکا گھر
مین نہین ہے مین دو روز کے فاقے سے یہ جوڑا حضور مین نذر کو لایا تھا سو حضور نے
ایک روپیہ دینا تجویز فرمایا ہے یہ سُنتے ہی نواب صاحب نے کمال افسوس کیا اور
سو روپے اُس کو عنایت فرمائے وہ لڑکا دعا دیتا ہوا وہان سے رخصت ہوا اس مین
داروغہ باغ کے لڑکے نے ہنسکر کہا کہ زہے قسمت اس لڑکے کی کہ دو ٹکے کے مال کے
سو روپے لے گیا یہ سُن کر نواب صاحب نے پسر داروغہ کے کان پکڑ والے اور فرمایا

کہ ہم نہین جانتے ہین کہ ایک جوڑا کبوتر کا دو ٹکے کی مالیت ہوتا ہے لیکن ہمنے اس طفل کو
سید کے نام سے سو روپے دیے ہین۔
حکایت ہجم ایک روز آصف الدولہ کی سواری بازار مین سے نکلی ایک دوکان
کوزہ فروش کی دیکھی کہ وہان صرف چھوٹی کوزیان رکھی ہین یہ ملاحظہ فرماتے
ہوے چلے گئے اتفاقاً بعد ایک ہفتے کے پھر اُسی راستے سے سواری نکلی اور دیکھا
کہ اُس دوکان مین وہ سب کوزیان بجنسہ رکھی ہین اور غالباً کوئی عدد اُسمین
سے فروخت نہین ہوا ہے ایک نوکر کو حکم ہوا کہ ان کوزیون کے نہ بکنے کا سبب
استفسار کرے دریافت ہوا کہ عشرۂ محرم گذر گیا ہے اور ان کوزیون مین اطفال کو
سبیل کا شربت پلایا کرتے ہین اب بجز محرم آیندہ کے کوئی ان کو خرید نہین کرے گا
یہ سُنتے ہی نواب آصف الدولہ نے حکم دیا کہ یہ سب کوزیان خرید کرکے شربت
کی سبیل لگاکے ان مین شہر کے بچّون کو شربت پلادو اور آیندہ ہمیشہ یہ سبیل
جاری رہے ایسا ہی عمل مین آیا اسکا خرچ کئی ہزار روپیہ سال تھا۔

بیگم کی جاگیر مین رعایا اور انگریزی سپاہیون مین فساد ہونا

اخوند احمد علی کا نسبتی بھائی محمد بہرام پسر اخوند میر امام الدین ملیح آبادی
سلون خاص کا فوجدار تھا اور ملیح آباد کا ایک ہندو جس کا نام بھوانی تھا میر گنج
کا کوتوال تھا یہ میر گنج سلون سے سات کوس کے فاصلے پر جنوب کی جانب گنگا کے
کنارے واقع ہے اس ضلع مین انگریزی ڈاک کے ہرکارے رہتے تھے انکی چوکیان

کلکتے سے لکھنؤ تک بیٹھی ہوئی تھین اخوند احمد علی نے ہر عامل کو تاکید کردی تھی کہ ان ہرکارون کی حفاظت بخوبی کرتے رہین۔ ایسا نہ ہو کہ ان کو کسی بات کی تکلیف پہونچے اور حکام بالا تک شکایت جائے۔ اتفاقاً سات تلنگے دو کشتیان لے کر گنگا کو اُتر کر میرگنج مین آئے اور غلہ خریدنے کا قصد کیا باہم خرید و فروخت مین تکرار ہو گئی دوکان دارون کو اُنھون نے مارا پیٹا بازاریون کو معلوم نہ تھا کہ یہ انگریزون کے نوکر ہین اور کانپور سے آئے ہین سپاہیون نے اتنی سختی کی کہ ایک بنیے کو تلوار سے گھائل بھی کر دیا۔ پینٹھ کا دن تھا ہر قسم کے آدمی بہت سے جمع تھے سب نے ایکا کر کے مقابلہ شروع کیا سپاہی گھبرا گئے اور ڈر کر بھاگے اور گھاٹ پر کشتیون مین بیٹھنے کے لیے آئے قضارا کشتیون مین پہلے سے آدمی بیٹھ گئے تھے جس سے یہ سوار نہو سکتے تھے کیونکہ بوجھ سے کشتیان چل نہ سکتی تھین پیچھے پیچھے بازاریون کی پکار تھی کشتیون کا بوجھ چلنے سے مانع تھا۔ جب بہت شور وغل ہوا تو کشتیون کے آدمی کود کود کر پانی مین جا پڑے اور تلنگون نے اُن مین سوار ہو کر کشتیان چلا دین یہ سپاہی کانپور پہونچے اور وہان اس واقعہ کی اپنے افسر سے شکایت کی اُس نے ایک پلٹن اور تو تو پین تدارک کے لیے بھیجین جب یہ پلٹن دریا کو عبور کر کے آئی تو ہر طرف خوف سے شور نشور برپا ہو گیا سادات رسول پور و مصطفےٰ آباد کی عورتین بے حد خوف کی وجہ سے چادرین اوڑھ اوڑھ کر پا پیادہ گھرون سے نکل کھڑی ہوئین جس گانوُن مین جا کر پناہ ڈھونڈھتین وہان اپنی ہی بستی کا سا حال پاتین جب یہ خبر فیض آباد مین پہونچی تو یہان بڑی تشویش پھیلی بعد اس کے دوبارہ فیض آباد مین خبر آئی کہ وہ توپین اور پلٹن لوٹ گئی۔ بیگم صاحبہ کے

جو مخبر لکھنؤ مین رہتے تھے اُنھون نے اس کا سبب یہ لکھا کہ جب حیدر بیگ خان کو
یہ حال معلوم ہوا تو اُنھون نے نواب سے عرض کیا نواب اُسی وقت سوار ہو کر
رزیڈنٹ کے پاس پہونچے اور اُس سے سارا واقعہ بیان کیا رزیڈنٹ نے
کانپور کی انگریزی فوج کے سپہ سالار کو لکھا کہ فوج واپس کر لی جائے اور
کوئی سختی و نقصان جاگیر کے گانؤن مین نہ پہونچنے پائے چنانچہ یہ سپاہ اس لیے
لوٹ گئی دو دن کے بعد حیدر بیگ خان کا خط جواہر علی خان کو اس مضمون کا
پہونچا کہ ظاہرا تمھاری جاگیر کے آدمیون نے انگریزی سپاہیون پر زیادتی کی
ہوگی اس لیے فلان فلان آدمیون اور کوتوال اور سلون کے عامل کو لکھنؤ کو
روانہ کر دو یہان اخوند احمد علی نے پہلے ہی پیش بندی کر کے سب کو پکڑ کر پابزنجیر
کر لیا تھا اُن سب کو سلون سے بلا کر لکھنؤ کو بھیجدیا جہان چھ ماہ تک روبکاری
رہی اور آخرکار انگریزی سپاہیون کا قصور ثابت ہوا اور ان بیچارون نے
نجات پائی۔

نواب سالار جنگ کی وفات

سنہ ۱۲۰۱ ہجری مین نواب سالار جنگ کا مزاج علیل ہوا بہو بیگم صاحبہ والدہ
آصف الدولہ بھائی کی عیادت کے لیے فیض آباد سے لکھنؤ مین آئین اور ڈیڑھ مہینہ تک
روزانہ مچھی بھون سے سوار ہو کر اُنکے مکان مین مزاج پرسی کے لیے جاتین جب
بیماری نے طول کھینچا تو فیض آباد کو لوٹ گئین اور چند روز کے بعد نواب
سالار جنگ نے رحلت کی۔

لارڈ کارن والس کے پاس کلکتے کو حیدر بیگ خان کا آصف الدولہ کی طرف سے جانا تاکہ سپاہ انگریزی کا بوجھ ریاست کے سر سے اُتارین

جبکہ ہیسٹنگز صاحب کی جگہ لارڈ کارن والس گورنر جنرل ہوے تو آصف الدولہ نے حیدر بیگ خان کو کلکتے کو بھیجا۔ حیدر بیگ خان آخر محرم ۱۲۰۰ھ ہجری مطابق نومبر ۱۷۸۶ء مین براہ خشکی لکھنؤ سے کلکتے کی طرف روانہ ہوے ۹ ربیع الاول کو عظیم آباد پٹنہ کے علاقے مین پہونچے ایک دن وہان ٹھہر کر آگے کو کوچ کیا۔ کلکتے کو پہونچکر گورنر جنرل سے ملے۔ نواب آصف الدولہ کا اُنکے بھیجنے سے مطلب یہ تھا کہ سپاہ انگریزی کا بوجھ اپنی گردن سے ٹالین۔ اور فتح گڑھ کے برگیڈ کو جس کے بلا لینے کا وعدہ ہیسٹنگز صاحب کر گئے تھے اپنے ملک سے نکالین حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نو برس سے چہر اسی لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیتے تھے ۱۷۷۵ء کے عہدنامے کے مطابق اُن کو ۳۱۲۰۰۰۰ روپیہ اور ۱۷۸۱ء کے صلح نامے کے مطابق ۳۴۲۰۰۰۰ روپیہ دینا چاہیئے تھا۔ گورنر جنرل نے جو ملازمان نواب اودھ کا روپیہ بیٹھے کھا رہے تھے اُس کا انتظام کر دیا اور بہت خرچ گھٹا کر ایک پورے برگیڈ کا خرچ اُنکے ذمّے رکھا جو ہمیشہ اُن کی حفاظت کے لیے تیار رہے کیونکہ سکھون کا خوف اودھ کے پیچھے لگا ہوا تھا اُسی قدر سپاہ اُن کے ملک کے لیے کافی تھی بامر صاحب کو جو گورنر جنرل کے اجنٹ صرف اس لیے رہتے تھے کہ نواب آصف الدولہ اور گورنر جنرل کے خطوط ایک دوسرے کے پاس پہونچائین موقوف کر دیا اس اجنٹ کا خرچ

...۱۲۲۳۱۱ روپیہ سالانہ کا تھا فقط اجنٹ کی تنخواہ ...۸ ۲۲ روپیہ سالانہ تھی
ہیسٹنگز صاحب جب لکھنؤ مین آئے تھے تو ان کا باڈی گارڈ مقرر ہوا تھا وہ
برخاست کیا غرضکہ لارڈ کارن والس نے روپے کو گھٹا کر پچاس لاکھ روپیہ سالانہ
خراج نواب کے ذمے رکھا اگر بباعث ضعف انتظام نواب کم کرنا فوج انگریزی
حسب عہدنامہ ۱۷۸۱ء مناسب تصور نہین ہوا۔ اور گورنر جنرل نے ۱۵ اپریل
۱۷۸۷ء کو نواب کو لکھا کہ جو عہدنامہ انگریزی کمپنی اور نواب شجاع الدولہ کے
درمیان ہوا تھا اُس مین طرفین کا نفع ملحوظ رکھا گیا ہے اور وہی مطلب آپ کی
اور کمپنی کی دوستی اور اتفاق مین ملحوظ رہا ہے پس جو اتفاق طرفین کی بہبودی
اور رفاہ کے واسطے ہو اُس کو پائدار ہونا چاہیئے اس سبب سے جب سے کہ میری
تقرری یہان اُمورات کے انتظام کے لیے ہوئی ہے میری نیت ہمیشہ اسپر متوجہ
رہی ہے کہ یہ اتفاق دوستانہ مضبوط اور مستحکم ہو چونکہ مین کمپنی کے اور آپکے ملکون
کو یکسان تصور کرتا ہون تو حفاظت آپکے ملک کی ضروری ہوئی اس سبب سے کہ
وہ سرحدی مُلک ہے اور اُس مین غیر کا حملہ ممکن ہے اور یہ حفاظت کمپنی کی فوج
کی مدد کے بغیر بخوبی نہین ہو سکتی اس لیے مین آپ کے روبرو وہ اُمور ظاہر کرتا ہون
جو بہت سے غور و تامل کے بعد میرے نزدیک مناسب ہین۔ فوج مقیم فتح گڑھ کے
باب مین جسکی برخاستگی عہدنامہ چنار گڑھ ۱۷۸۱ء کے مطابق ہوئی ہے مین صلاح
دیتا ہون کہ وہ برخاست نہ کی جائے بلکہ وہان مقیم رہے۔ یہ صلاح اس وجہ سے
دیتا ہون کہ آپ کا مُلک وسیع ہے اور جو فوج وہان مقیم ہوگی وہ آپ کے مُلک
کی حفاظت کے واسطے ضرور کارآمد ہوگی۔ اگرچہ بالفعل کوئی فوج کشی آپکے ملک پر

خیال مین نہین ہے مگر آخر کار آپ کے ملک کی حفاظت فوج موجودہ ملک پر منحصر ہو گی اور جب تک فوج آپ کے ملک مین رہے گی اُس وقت تک کوئی خیال فوج کشی بھی آپکے اوپر نکرے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ فوج کمپنی کی دلاوری اور قوت اکثر جنگا ہون مین آزمائی گئی ہے یہان تک کہ جب اُسکے دشمن کی فوج اُس سے بیس گنی بھی زیادہ تھی تاہم اُسکی قوت اور طاقت ظاہر ہوئی ہے اور خدا کی برکت سے وہ ہمیشہ اپنے دشمن پر زور آور رہے گی اور فتحیاب ہو گی۔ مگر چونکہ ہمیشہ واقعات جنگ مین شبہ رہا کرتا ہے تو عقل و احتیاط مقتضی اسکی ہے کہ ہر ایک تدبیر ممکن الوقوع عمل مین آئے تاکہ یقین فتح ہماری طرف عائد ہو آپکو بھی معلوم ہو گا کہ کچھ نسبت کمپنی کی فوج مین اور آپکی فوج مین نہین ہے اور یہ کہ بغیر مدد کمپنی کی فوج کے آپکی حکومت اور آپ کا ملک محفوظ نہین رہ سکتا مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میری رائے پر غور کرینگے تو آپ کو راستی میرے بیان کی معلوم ہو گی اور آپ قیام ایسی فوج کا منظور کرینگے جس کی دلاوری اور قواعد پر اعتبار کلی ہے اُنکے مقابلے مین جو قواعد جنگ کچھ نہین جانتے اور مجھے شک نہین کہ آپ خرچ زائد اس فوج کا منظور کرینگے کیونکہ اس سے حفاظت ملک مقصود ہے اس واسطے مین بلا تامل صلاح دیتا ہون کہ آپ اُس قدر اپنی فوج کو برخاست کرینگے جس قدر اس زائد کار آمد فوج کے قیام کے واسطے مکتفی ہو گا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو کہ جس قدر روپیہ اس فوج کے لیے ضروری ہے وہ آپ کے ملک مین صرف ہوتا ہے اصل مطلب اس صلاح کا یہ ہے کہ آپ کے ملک کی حفاظت کی تدبیر کامل ہو اور آپ کو اس امر کا یقین ہو گا کہ ہماری حمایت کا فائدہ کیا ہے۔ کیونکہ

تمام ملک ہندوستان مین دیکھو فساد اور خرابی ہو رہی ہے مگر آپ کے ملک مین
امن وامان جاری ہے اس صلاح کی تائید مین اور بہت سے دلائل قوی تر بیان
ہو سکتے ہین مگر میری رائے مین جس قدر مین نے بیان کیا ہے اُس کا نتیجہ بھی کم نہین
اور اُس سے آپ کی رائے مین بھی میری صلاح قرین مصلحت ہوگی اس واسطے
زیادہ طول دینا مصلحت نہین رکھتا میرا مصمم ارادہ یہ ہے کہ آپ کو تکلیف اُس
خرچ سے زائد جو کمپنی کا آپ کی دوستی اور آپکے ملک کی حفاظت کے باعث سے
ہوتا ہے ندی جائے اور جو حساب میرے پاس ہے اُس سے ظاہر ہے کہ پچاس لاکھ فیض آبادی
سکہ سولہ سنہ کا خرچ ہوتا ہے اسی روپے مین نواب سعادت علی خان کا وثیقہ اور
روہیلون کی تنخواہ اور رزیڈنٹ منجانب گورنمنٹ انگریزی کے اخراجات شامل
ہین - القصہ میری تجویز اور نیت یہ ہے کہ اُس عہدنامے کی منظوری کی تاریخ سے
آپ سے زیادہ اُس پچاس لاکھ روپے سے نہ لیا جائے گا اور کسی طرح کا مطالبہ نہوگا
اگر آپ بعد ازین کمپنی سے زیادہ فوج طلب کرینگے تو اُس کا خرچہ واجبی اس کے سوا
آپ کو دینا ہوگا اور اگر کوئی ہر دو برگیڈ یا رسالہ سواران مین سے واپس طلب
کیا جائے گا یا فوج مین زیادہ کمی ہوگی اُسی قدر حساب واجبی کر کے آپکو دلاؤنگا -
اس نظر سے کہ اس عہدنامے کے مطالب مین کوئی وجہ اختلاف رائے کی باقی نرہے
مین آپکو اطلاع دینا ضروری تصور کرتا ہون کہ اگر کسی ضرورت پر کچھ تبدیلی اس
فوج مین واقع ہو خواہ بایزادی یا کمی رسالہ سواران و پیادگان کی تو یہ شرائط
مانع اُسکی نہون گی اگر کل فوج مین زیادہ کمی واقع نہو اور یہ بھی واضح ہو کہ اس
تبدیلی کے عوض کچھ زیادہ آپ سے مطالبہ نہوگا - ایک رزیڈنٹ جیسا اب ہے

آپ کے دربار مین رہے گا مگر چونکہ یہ راے کمپنی کی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ آپکی حکومت مین کسی طرح کی مداخلت نہ کی جائے اس لیے احکام تاکیدی رزیڈنٹ کے نام جاری ہون گے کہ وہ مداخلت خود نہ کرے اور نہ کسی رعایاے انگریزی کی طرف سے معافی محصول وغیرہ کا یا کسی اور طرح کا دعوے بذریعہ حکم گورنمنٹ انگریزی کے پیش کرائے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام انتظام آپ کے مُلک کا آپ کے اور آپکے اہلکارون کے سپرد رکھکر مین غیر کی مداخلت کا انسداد کرونگا اور تاکہ یہ امر بلا حجت وقوع مین آئے مین صلاح دیتا ہون کہ آپ کسی یوربین کو اپنے ملک مین بغیر میرے حکم تحریری کے رہنے ندین اور اگر مین کسی کو ایسی اجازت یا حکم دون گا تو اُسکی نقل آپکے پاس بھیجی جائے گی اگر کوئی یوروپین بغیر میری اجازت تحریری کے آپ کے مُلک مین جا کر رہے تو آپ اُس کو زبردستی اُٹھا دین اور اگر اُس کی طلبی ہو تو آپ صاحب رزیڈنٹ کے پاس جو کمپنی کی جانب سے رہے گا اُس کو بھیجدین مین نے جو حالات گذشتہ ملاحظہ کیے اور آپکی دوستی کا حال جو آپ کے اور کمپنی کے درمیان مین مشہور عام ہے دیکھا تو مجھے حال ذیل لکھنا مناسب تصور ہوا۔ کہ چند سال گذشتہ مین آپکے مُلک والون نے خود غرضی سے اکثر استغاثے گورنمنٹ انگریزی مین کیے ہین جسکے سبب سے بدنامی آپ کے انتظام کی ہوئی ہے میرا ارادہ یہ ہے کہ اسکا انسداد ہو اور مین نے کچھ توجہ اُن کے استغاثے پر نہین کی ہے۔ مگر چونکہ دوستی باہم مشہور ہے اس لیے اگر آپ انصاف کو کار فرمائین تو طرفین کی نیکنامی اور شہرت کا موجب ہے۔

فرخ آباد کے بارے مین عہد نامۂ چنار گڑھ کی شرط چہارم کا لحاظ رہے گا

اور انگریزی ریزیڈنٹ وہان سے اب خواہ بعد اختتام ۱۱۹۴ھ فصلی کے طلب کرلیا جائے گا اور بعد اس سنہ کے وہ وہان نرہے گا اور نہ دوسرا مامور ہو گا اِس بارے مین بسبب اس کے کہ ابتک مداخلت اس گورنمنٹ کی اُس ضلع کے بندوبست مین تھی مین آپ کو اطلاع دینی مناسب تصور کرتا ہون کہ آپ نواب مظفر جنگ کے حقوق کا لحاظ رکھینگے اور اگر کسی وجہ سے آپ کو فرخ آباد کے معاملات کا انتظام کرنا پڑے تو آپ وعدہ کرین کہ آپ اُس علاقہ کی آمدنی سے کافی روپیہ مظفر جنگ کے اچھی طرح گذارے کے لائق علٰحدہ کر دینگے اور چونکہ مظفر جنگ کی ماں اور بھائی دل دلیر خان اور دیپ چند دیوان سابق نے انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ وجوہ دوستی ظاہر کی ہین اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ کچھ گذارہ اُنکے لیے بلا واسطہ مظفر جنگ تجویز ہو۔ یہ مشہور ہے کہ دل دلیر خان کو مظفر جنگ اپنا دشمن تصور کرتا ہے اور جو اعتبار کہ دل دلیر خان پر اِس گورنمنٹ کا ہے اُس کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اگر اُسکی پورے طور پر حفاظت نہ ہو گی تو وہ مظفر جنگ کی خفگی سے نقصان اُٹھائے گا اس لیے میری آرزو ہے کہ آپ وعدہ کرین کہ خاص اُن لوگون کی پنشن مظفر جنگ کے خرچ مین سے اُن کو علٰحدہ رزیڈنٹ کی معرفت دلوایا کرین۔ اُس حساب کی رو سے جو آپکے اور کمپنی کے درمیان مین ہے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکے ذمے بہت باقی ہے مگر حسب نیت مذکورۂ بالا مین نہین چاہتا کہ آپکو زیادہ دینے کی تکلیف ہو۔ مگر جو ضروری اخراجات ہون اُن کا ادا کرنا ضرور ہے مین اس واسطے صلاح دیتا ہون کہ اب جس تاریخ سے یہ عہدنامہ قرار پائے گا آپ اُس تاریخ کو تمام بقایاے تنخواہ فوج جو آپ کے مُلک مین موجود ہے اور رزیڈنسی

اور نواب سعادت علیخان اور سرداران روہیلہ کا خرچ اور نیز زر بقاے مسٹر
اندرسین ادا کر دین اور باقی جو کچھ رہے گا وہ حساب کے کاغذات سے حک ہوگا
اور اس گورنمنٹ کے قرضے کے طور پر آپ کے ذمے تصور نہ کیا جائے گا جو مطالب
کہ اس مین لکھے گئے ہین اُن کے بارے مین اکثر گفتگو حیدر بیگ خان سے ہوئی
وہ آپکا بڑا خیر خواہ ہے اور دونون سرکارون کا دوست ہے اور چونکہ وہ آپ
کے کُل اُمور سے واقف اور آپ کا معتبر ملازم اور وزیر اعظم ہے اسلیے مین نے اُسکو
امور فوائد باہمی کا مجاز تصور کر کے بلا تامل اُس سے وہ سب حال جو میری راے
مین فوائد طرفین کی ترقی کے لیے مناسب اور مفید متصور رہا کہا ہے اور میری
راے مین اُس سے کہنا بہتر ہے آپکے ساتھ کہنے کے ہے مگر چونکہ آپ کی منظوری بھی
شرائط مقبولۂ حیدر بیگ خان کے لیے ضرور ہے اس لیے مین نے مناسب تصور
کیا کہ علت غائی اُس کی اس تحریر مین درج کرون باقی حال مفصل حیدر بیگ خان
آپ سے بیان کرے گا۔ آپ اطمینان رکھین کہ نہایت ایمانداری سے تمام شرائط
کی تعمیل آنریبل کمپنی کی طرف سے کرونگا۔

طلسم ہند مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان نے کروڑ روپے کا جواہرات گورنر جنرل
کی نذر کیا تھا اُنھون نے اپنی عالی ہمتی سے کہا کہ اس تحفے کے عوض کونسی نایاب شے
نواب وزیر کے پاس اپنی طرف سے روانہ کرون اس سے بہتر یہ ہے کہ یہی تحائف نواب
وزیر کو ہماری طرف سے پہونچادو۔ تاریخ مظفری مین بیان کیا ہے کہ گورنر جنرل نے
آصف الدولہ کے تحائف اس وجہ سے نہین قبول کیے کہ وہ ولایت مین انجیل اُٹھا کر
آئے تھے کہ مین ہندوستان کے کسی رئیس کا تحفہ نہین لونگا اور اُنھون نے

صراحت کے ساتھ حیدر بیگ خان سے ان تحائف کے نہ لینے کا عذر کر دیا حیدر بیگ خان
تھوڑے دنون کلکتے مین رہ کر گورنر جنرل سے رخصت ہوے اور جس راستے سے
گئے تھے اُسی راستے سے لوٹے۔ عظیم آباد مین باقی پور کے پاس چند روز توقف کر کے
لکھنؤ پہونچے اس سفر مین بہت سا روپیہ اہل حاجات کو دیا تھا بعض کہتے ہین کہ
انھون نے اس کام مین ایک لاکھ روپے صرف کیے بعض اس سے بھی زائد بتاتے
ہین۔ اس کارروائی کے ظہور سے نواب آصف الدولہ حیدر بیگ خان سے بہت
خوش ہوے اور اُنکو سب سے زیادہ دولتخواہ سمجھنے لگے۔

نواب وزیر کی طرف سے گورنر جنرل کی تحریر کا جواب

نواب وزیر نے گورنر جنرل کی تحریر کے جواب مین ایک خط جولائی ۱۷۸۷ء مین
اُن کو لکھا کہ آپکی دوستانہ تحریر پہونچی مضمون اُس کا یہ ہے کہ کمپنی کا اور آپ کا یہ مصمم
ارادہ ہے کہ میری حکومت اور انتظام مین مداخلت نہ ہوگی اور رزیڈنٹ لکھنؤ کو
حکم تاکیدی ہوگا کہ وہ نہ آپ مداخلت کرے گا اور نہ کوئی شخص آپکا ماتحت کسی طرح کی
مداخلت کرنے پائیگا۔ اور میرے مُلک کی حکومت میرے اور میرے اہلکارون سے
متعلق رہے گی۔ اور غیر کی مداخلت بالکل مسدود ہوگی۔ نواب حیدر بیگ خان نے
اُن سب اُمور کو مفصل بیان کیا جو آپکی مہربانی اور الطاف کے سبب میرے
کامون کے بندوبست کرنے کا باعث ہوے مجھے نہایت خوشی ہوئی مین ہمیشہ
آپکی نیک نیتی کے تصور مین خوش تھا اب اُس کے نتیجے دیکھ کر خوش ہوتا ہون اور

اس قدر شکر گذار ہون کہ اُسکا ایک شمہ بیان کرنے کے واسطے دفتر چاہیے یہ مشہور ہے کہ نواب مرحوم کی زندگی مین اور اُنکے انتقال کے وقت اور میری جانشینی اور حکومت کے زمانے مین انگریزون کی دوستی کامل اور مستحکم اور بے ریا رہی ہے اور اللہ کی عنایت سے آیندہ یوماً فیوماً ترقی پذیر ہوگی اس وقت مین ایسا بڑا رئیس صاحب علم وخبر اختیارات کل اور حکومت کامل کے ساتھ میرے ملک کے انتظام کے واسطے آیا مین سمجھتا ہون کہ ایسے رئیس کا ورود صرف میری خوش نصیبی سے ہوا اب مجھے امید قوی اور اطمینان کامل ہے کہ میرے تمام کام میری مرضی کے موافق سرانجام پائینگے فوج مقیم فتح گڑھ کے قائم اور جاری رہنے کے باب مین جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ مثل سابق قائم رہے مین نے بخوبی غور کیا اور سمجھا یا وجود دیکہ میرے ملک کا بڑا صرف اُس فوج کے سبب سے سال بہ سال ہوتا ہے سابق مین جو عہد و پیمان سرداران انگریزی کے ساتھ اس بارے مین ہوئے ہین اور جس طریق پر یہ معاملہ بہت سی گفتگو کے بعد طے ہوا ہے اُس سب سے آپ بخوبی واقف ہین بہر حال مجھے آپکی توجہ سے بہتری اور بہبودی کی اُمید ہے اور مجھے لازم آیا کہ اُس کا اصل مفصل حال بیان کرون مگر مین نے سُنا ہے کہ آپ اس طرف تشریف لاتے ہین یہ میری عین دلی خواہش ہے اور آپکی ملاقات سے مجھے خوشی حاصل ہوگی اس واسطے اس مطلب کو اُس وقت پر منحصر رکھا۔ اور یہ ضروری تصور کیا کہ اول آپکی مہربانی حاصل کرون بعد اُسکے آپ مہربانی و الطاف سے جو مشہور عام ہے وہ تجویز فرمائین جو میری بہبودی اور خوشی کا باعث ہو اور آپ کو بھی منظور ہو اس لیے آپکی رضامندی اور خوشی کے قائم رکھنے کے لیے مین منظور کرتا ہون کہ

جو فوج اب فتح گڑھ اور کانپور مین ہے وہ بدستور قائم رہے اور اپنے بھائی سعادت علی خان اور سرداران روہیلہ کی تنخواہین اور رزیڈنٹی اور دوسرے انگریزون اور رزیڈنٹ ہمراہی مہاراجہ سیندھیا کے اخراجات اور ڈاک کا خرچ وغیرہ بھی جو آپنے پچاس لاکھ روپیہ مقرر کردیا ہے کہ مین دیا کرون یہ مجھے منظور ہے۔ اور آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میرا خرچ اس پچاس لاکھ سے زیادہ نہ ہوگا اور کسی طرح کا مطالبہ اسکے سوا نہو گا۔ اور یہ بھی درج فرمایا ہے کہ جب کبھی کوئی ان دو برگیڈ مین سے یا رسالہ سوارون مین سے واپس طلب کیے جائینگے یا زیادہ کمی اُس فوج مین ہو گی تو کمی خرچ کے مطابق روپیہ کمی کا اس پچاس لاکھ مین سے مجرا ہو گا مین یہ بھی منظور کر کے فرد قسط بندی ارسال کرتا ہون اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہمیشہ مہربان اور عنایت فرما میرے حال پر رہینگے جس سے میری بہبودی اور آسایش کا باعث ہو گا آپکے مہربانی نامے کے ہر امر کا جواب مین نے نہین دیا ہے اسوجہ سے کہ مین نے سُنا ہے کہ آپ ضرور اس نواح مین تشریف لائینگے پس بروقت ملاقات ہر امر مین دوستانہ گفتگو کی جائیگی۔ اب یہ خیال کر کے کہ آپ کے حکم کی تعمیل اور آپکی رضاجوئی اہم مراتب دوستی سے ہے مین نے اپنی منظوری تحریر کی۔ فرخ آباد کے بارے مین آپ تحریر فرماتے ہین کہ وہ مثل سابق میرے ماتحت رہے گا اور رزیڈنٹ جو وہان مقیم ہے وہ خواہ اس وقت خواہ ۱۱۹۶ھ فصلی کے ختم ہونے کے بعد برخاست ہو گا اور سنہ مذکور کے بعد وہ وہان نرہے گا اور نہ کوئی اور اُسکی جگہ مامور ہو گا۔ اور آپ حکم دیتے ہین کہ مین مظفر جنگ کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤن اُنکے حقوق کا لحاظ رکھون ۔ اور جبکہ انتظام اُمور

ضلع مذکور کا مناسب متصور ہو تو معقول پنشن نواب مظفر جنگ کے لیے مقرر کرون اور نواب مظفر جنگ کی ماں اور اُنکے بھائی دل دلیر خان اور رائے دیپ چند دیوان سابق نے جو خواہش دلی گورنمنٹ انگریزی کمپنی کی نسبت ظاہر کی ہے یہ ضرور ہے کہ کچھ گذارہ اُن کا بلا واسطہ نواب مظفر جنگ کے مقرر ہو چونکہ نواب کی دشمنی اُن کے ساتھ ظاہر ہے اور دل مین دلیر خان پر گورنمنٹ انگریزی کا اعتبار ہونے کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اُسکی حفاظت نہو گی تو مظفر جنگ کی وجہ سے اُس کو تکلیف ہو گی مین اُسکے واسطے کچھ گذارہ مظفر جنگ کی زر پنشن مین سے مقرر کر کے لکھنؤ کے رزیڈنٹ کی معرفت اُسکو دلایا کرون مین ان سب اُمور مین آپکے حکم کی تعمیل کرون گا اور مظفر جنگ کی ماں اور دل دلیر خان اور رائے دیپ چند کو رزیڈنٹ کی معرفت گذارہ دلوایا کرون گا اور اُن کو حفاظت مین رکھونگا امید کہ ملاقات حاصل ہونے تک تحریرات سے معزز اور مسرور ہوتا رہون اس خط کے ساتھ پچاس لاکھ روپے کی قسط بندی بھی بھیجی گئی تھی

حیدر بیگ خان نے اپنی طرف سے بھی ایک عریضہ گورنر جنرل کو بھیجا جسکا مضمون یہ ہے ”سابق مین ایک عرضی اپنے لکھنؤ مین پہونچ جانے کے حال کی حضور کی خدمت مین بھیجی ہے یقین ہے کہ ملاحظے مین گذری ہو گی۔ اب حضور کی تحریر دوستانہ کا جواب نواب وزیر کی جانب سے بھیجا جاتا ہے اُس سے حضور کی رضا جوئی کا حال نواب وزیر کی طرف سے واضح رائے عالی ہو گا حضور نے اُن کے اُمور مین از حد مہربانی ظاہر فرمائی ہے اور یقین ہے کہ آیندہ بھی وہ ہی عنایات اُنکی نسبت مرعی رہینگی کیونکہ اُن کو حضور کی ذات سے نہایت توقع ہے ایک فرد قسط بندی

زر اخراجات فوج وغیرہ نواب صاحب کے خط کے ساتھ مرسل خدمت ہے اور
مین ایک ہنڈی اُس قدر روپے کی جس قدر دومینول صاحب نے فرمایا تھا کہ
ماہ فروری ۱۸۰۸ء تک فوج کو چاہیے بھیجتا ہون اور دو ہنڈیان اُس روپیہ
کی بابت بھی جو شاہزادون اور نواب سعادت علی خان کی تنخواہ کا فروری ۱۸۰۸ء
تک ہے بھیجتا ہون یہ سب حضور کے ملاحظے مین گذرینگی۔ چونکہ مجھے سفر مین
بہت عرصہ ہو گیا اسلیے اکثر طریق کارروائی مین بدانتظامی واقع ہوئی ہے اور
توقف اور تساہل بھی زر سرکار کمپنی کی ادائی مین ہو گیا اور اب کہ مین یہان
آگیا ہون اور فصل کے تردد وغیرہ کا وقت ہے مین سرکار کے کام مین مصروف
ہون اور اللہ کی مدد اور حضور کی عنایات سے ہر ایک کام کا انتظام ہو جائیگا
اور جو زر یافتنی کرنیل ہارپر صاحب اور دوسرے صاحبان انگریز کا ہے وہ جسقدر
بعد تحقیقات آخر ماہ فروری ۱۸۰۸ء تک ہوگا ہنگام وجوب تک ادا ہو جائے گا۔
روپیہ قسط بندی بابت اخراجات فوج ابتداے مارچ ۱۸۰۸ء سے جون ۱۸۰۸ء
تک سرکاری خزانے مین داخل ہو گیا اور آیندہ اللہ کی عنایت سے ماہ بماہ
قسط بندی کے مطابق ادا ہوتا رہے گا۔ امید کہ تحریرات عالی سے سرفراز
ہوتا رہون۔

گورنر جنرل کی لکھنؤ مین تشریف آوری۔ عہدنامۂ تجارت

کارن والس صاحب آپ ہی لکھنؤ مین آئے سلطنت کی طرف سے رسم استقبال
اور دعوت علی قدر مراتب حسن وخوبی کے ساتھ ادا ہوئی۔ تاریخ مظفری مین لکھا ہے

کہ اول ملاقات مین آصف الدولہ نے گورنر جنرل کو تحفے پیش کیے اُنھون نے کچھ نہ لیا اور وہی عذر بیان کیا جو حیدر بیگ خان سے کیا تھا۔ جب آصف الدولہ گورنر جنرل سے ملنے کو گئے تو اُنھون نے ولایت فرنگ و انگلستان کے تحفے نواب کو دیے نواب نے اُنکی خاطر سے دو ایک چیزین لے لین باقی وہین چھوڑ دین۔ پھر گورنر جنرل آصف الدولہ سے رخصت ہو کر بنارس کی طرف راہی ہوے۔

سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین ایک عہد نامۂ تجارت سرکار کمپنی کے ساتھ قرار پایا جس کی رو سے ایک محصول فی صدی قیمت اجناس پر لینا تجویز ہوا اور زمینداروں وغیرہ کو ممانعت ہوئی کہ محصول گذرات کا نہ لیا کرین۔

امیر الدولہ حیدر بیگ خان کی وفات۔ مُلکی انتظامات

حیدر بیگ خان مدت تک اودھ کے انتظام مین مصروف رہے۔ نواب وزیر کے خیر طلب تھے۔ تشخیص اور تحصیل کا کام خوب کیا رعایا بھی راضی رہی مگر فوج و سپاہ مین انگشت نُما تھے۔ شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان نے کلکتے جا کر ایسا معاملہ درست کیا کہ کوئی صاحب حکم فرنگی نواب کے علاقے مین نہین رہا مگر اسقدر خرابی کی کہ سپاہ کی تنخواہ کم کر دی اور مُلک کی خبرگیری کی۔ حیدر بیگ خان ایک سال سے ضعف معدہ کے عارضے مین مبتلا تھے مگر دو تین مہینے سے دستون کا ایسا عارضہ پیدا ہوا کہ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت جاتی رہی علاج سے کسی طرح نفع نہوا اوائل ذیقعدہ سنہ ۱۲۰۶ ہجری مین شہباز اجل کا شکار ہوے کشمیری باغ واقع لکھنؤ مین دفن ہوے۔

تاریخ وفات

زبین جہان نواب حیدر بیگ خان　　عازم مُلک عدم گردیدہ ہاے
سال تاریخ وفاتش پیر عقل　　گفت رحلت کرد امیر الدولہ وائے

اپنی وفات سے پہلے اُنھون نے اپنے تمام نقد وجنس کی فرد تیار کرا کے نواب وزیر
کے پاس بھیجدی اور لکھا کہ یہ مال سرکار کا ہے چاہین لین اور چاہین نجشدین اکبر علیخان
وحسین علی خان اپنے دونون بیٹون کو نواب کے سپرد کر دیا اُنکے متروکات مین بیس لاکھ
روپے کے قریب نقد وجنس تھا لڑکے بھی کم سن تھے۔ چونکہ نواب وزیر حسن خدمات
حیدر بیگ خان سے مسرور تھے اسلیے وہ مال واسباب ضبط نہ کیا اُنکی اولاد کو نجشدیا
اور اُنکی تنخواہ بھی اُن کے بیٹو نپر مقرر کر دی۔
شیو پرشاد نے فرح نجش مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان کے بعد راجہ ٹکیت راے
کی ذات پر نظم ونسق کار وبار کا مقرر ہو گیا جو سابق مین چارون صوبون کا دیوان
کار پرداز مالی وملکی تھا اور اُسکو وزیر نے مہاراج ادھراج نرندر راجہ ٹکیت راے بہادر
خطاب دیا اور راجہ دھنپت راے خزانے کا کام کرتا تھا اور راجہ بلاس راے پیشکار
بخشی گری کا کام کرتا تھا۔ گیان پرکاش مین نواب آصف الدولہ کے ہندو کارپردازون
کا اس طرح تذکرہ کیا ہے کہ راجہ خوشحال راے پسر راجہ نول راے الہ آباد کا صوبہ دار
رہا اور راجہ بھگوانداس کا بڑا بیٹا راے بہادر سنگھ اور چھوٹا بیٹا راے بالک رام
دونون جھاؤلال کی رفاقت مین کام کرتے ہین اور کارخانجات کے کامون پر
مامور ہین اور راجہ بھگوانداس جو راجہ جھاؤلال کا بڑا دوست تھا خطاب اُنکی

کے ساتھ سرفراز ہو کر بریلی و روہیلکھنڈ کا صوبہ دار رہا اور راجہ ہولا سرائے کہ راجہ ٹکیٹ رائے کا رشتہ دار ہے کاروبار مالی وملکی مین اُسکی ذات پر بھی دار و مدار تھا اس شخص نے امام باڑہ اور مسجد بنائی تھی۔

نواب آصف الدولہ کے عہد کی تعمیرات

کوٹھی بیبا پور (یا بی بی پور) اس کو نواب آصف الدولہ نے سیرگاہ و شکارگاہ کے طور پر تعمیر کرایا تھا اور وہان جاکر سیر و شکار کیا کرتے تھے۔ یہان وزیر علیخان قید ہوا تھا۔

پُل پُختہ نواب آصف الدولہ نے قریب ۱۸۰۰ء کے دریاے گومتی پر تعمیر کیا تھا اُسکی تاریخ صراط مستقیم ہے۔

دیگر

پُل نو بنا گشت بر گومتی — بتدبیر نیک و بعقل رزین
چو از فہم خود سال او خواستم — بگفتا پُلِ استوار و متین

بڑا امام باڑہ نواب نے ۱۲۰۵ ہجری مین ایک عالی شان امام باڑہ اور ایک بڑی مسجد اور رومی دروازہ تعمیر کرایا ان عمارتون کی چھتون مین ایک تسو بھر لکڑی کا نام نہین سب چھتین ڈاٹ کی ہین امام باڑے کی عمارت گویا تعمیرات لکھنؤ مین سب سے بہتر و اعظم ہے اور آصف الدولہ کی سلطنت کے بڑے کامون مین شمار کی جاتی ہے نواب ممدوح نے بیشمار روپیہ اسکی تعمیر مین صرف کیا تھا اس کا خرچ دس لاکھ روپے بتاتے ہین شاید اس مین کچھ مبالغہ بھی ہو کاریگر اس کام کے واسطے

بہت دور دور سے طلب ہوے تھے اور سب کو حکم ہوا تھا کہ اپنی اپنی راے سے
نقشے اِس مکان کے لیے پیش کرین تاکید یہ تھی کہ کسی عمارت کی نقل نہو اور یہ
مکان ایسا تیار ہو کہ کبھی پیشتر ایسا نہ بنا ہو اور جتنی تعمیرات مشہورہ ہین سب سے
زیادہ خوش قطع اور خوش اسلوب ہو۔ کفایت اللہ ایک شخص تھا جسکی تدبیر سے
یہ تیار ہوا ہے اور جیسا اب وہ موجود ہے اُس سے ظاہر ہے کہ جو شرالط نواب
کی تھین اُنمین کمی نہین ہوئی ہے یہ عمارت اُسیقدر مضبوط ہے جسقدر خوبصورت اور خوش قطع
ہے بنیاد اسکی بہت عمیق ہے اِسکے دالان کا طول ساٹھ گز اور عرض بیس گز ہے
بعض نے یون لکھا ہے کہ اسکی وسعت ۱۶۷ فٹ سے ۵۲ فٹ تک ہے یہ چھت
ایک سو بیس فٹ چوڑی بالکل لداؤ کی بنی ہوئی بے ستون کھڑی ہے شاید دنیا
مین کوئی ایسی چھت نہو گی آصف الدولہ بعد وفات اِس مین دفن ہوے
لاکھون روپے کا قیمتی اسباب اِس امام باڑے مین سجایا گیا اور کانچ کا سامان قیمتی
ایک لاکھ روپے ڈاکٹر فلٹن صاحب کی معرفت طلب کیا مگر نواب کی رحلت کے بعد
یہ اسباب لکھنؤ مین پہونچا۔ مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ جس زمانے مین اِس
امام باڑے کی تیاری شروع ہوئی تو اُس وقت سخت قحط سالی تھی غلہ روپے کا
آٹھ سیر بکتا تھا شاعرون نے اِسکی تاریخین لکھی تھین یہان بھی اُن مین سے بعض
کو نقل کیا جاتا ہے ؎

	آستانِ شہید ابن شہید	
	ولہ	
	قصر شاہِ کربلا آلِ نبی	

دیگر

بزم گاہِ شہید راہِ خدا

دیگر

مقام آل پیمبر مقام محمود ست

دیگر

وزیر ہند سلیمان جناب آصف جاہ	ہزبر جنگ خدیو جہان کلاہ کبار
رفیق گشت چو توفیق حق بنا کردش	امام باڑۂ گردون بسال ہشت آثار
بگوش اہلِ جہان گفت عقل تاریخش	رواق عرش جناب آئمۂ اطہار

دیگر

کرد نواب آصف الدولہ	چون بنا جاے غم بحسن یقین
داد ہاتف خبر ز تاریخش	روضۂ امجد امامِ دین

رومی دروازہ یہ نواب آصف الدولہ کے وقت مین تعمیر ہوا ہے اور مشہور ہے کہ نقل دروازہ روم کی ہے مگر جو لوگ روم کو دیکھ آئے ہین کہتے ہین کہ ایسا دروازہ کوئی شہر روم مین نہین ہے غالب ہے کہ نواب کو کسی شخص نے مغالطہ دیا ہو کیونکہ اگر وہ چاہتے کہ نقل دروازہ روم کی بنے تو اس مین شک نہین کہ دو سو نقشے دروازہ ہاے روم کے اُنکے سامنے پیش ہوتے یہ دروازہ اور امام باڑہ کلان دونون اُس زمانے مین بننا شروع ہوے تھے کہ جب لکھنؤ مین قحط سالی تھی اور اس لحاظ سے یہ عمارات عالی شروع ہوئی تھین کہ جس سے غربا باشندۂ شہر پرورش پائین اس دروازے کی بلندی چالیس پچاس گز سے اونچی تھی۔

دولتخانہ رومی دروازے سے جو غرب کو چلو تو دولتخانہ یا محل قدیم لکھنؤ

بجانب راست رہتا ہے یہ تعمیر یعنی دولتخانہ مشتمل ہے متعدد مکانات پر جو متصل ایک دوسرے کے ہین مگر ان مین کچھ ہنر معارونکا صرف نہین ہوا ہے ان مکانات مین نواب آصف الدولہ اور اُنکے عملے رہا کرتے تھے جب نواب نے فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ کو اپنا دار القرار ٹھہرایا اور خاص محلہ نواب کا اُنھین کے نام سے مشہور تھا یعنی جس مکان مین وہ آپ رہا کرتے تھے اُسکو آصفی کوٹھی کہا کرتے تھے مگر جب سعادت علیخان بعد اُنکے مسند نشین ہوے اور قیام اپنا اُنھون نے فرح بخش مین مقرر کیا تو یہ مکانات خالی رہے اور اس سبب سے خستہ وشکستہ ہو گئے۔

گیان پرکاش کا مؤلف آصف الدولہ کی تعمیر عمارت کی بڑی تعریف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ نواب نے باغ اور باغیچے اور صدہا بارہ دریان اور نہرین اور حوض اور پانی کے خزانے اور فوارے اور حمام خشتی وسنگین اور شیشے کا محل بے مثل اور ہاتھی دانت کا بنگلہ بنوایا۔ اور نواب نے سات لاکھ روپیہ حاجی محمد طہرانی کی معرفت نہر فرات سے ایک نہر نجف اشرف مین لانے کے واسطے بھیجا اس کام مین مدد کے لیے مرزا حسن رضا خان اور خواجہ عین الدین انصاری نے بھی روپیہ دیا اس نہر کا نام نہر آصفیہ رکھا اور اس نہر کے جاری ہونے سے پانی کا قحط رفع ہو گیا۔ بعض نوشتون سے کربلا مین نہر کا بنوایا جانا پایا جاتا ہے اور میر محمد اجمل الہ آبادی کی نظم سے مشہد مین نہر کا جاری کرانا ثابت ہے مشہد ایک شہر کا نام ہے ایران مین واقع ہے پہلے زمانے مین طوس کہلاتا تھا۔ حضرت علی موسیٰ رضا علیہ السلام کا مزار مشہد مین ہے اس لیے مشہد مقدس کہلاتا ہے۔

درگاہ حضرت عباس کی حقیقت

مرزا فقیر انام ایک شخص نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھا۔ اُس نے ایک علم دریاے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کردیا اور شہر کے لوگون سے یہ بات ظاہر کی کہ مجکو خواب مین یہ الہام ہوا ہے کہ حضرت عباس کے ہاتھ مین جو علم معرکہ کربلا مین تھا وہ فلان مقام پر دفن ہے تو اُسکو نکال لے اور اپنے طریق کے چند رفیق جمع کرکے اُس مقام پر گیا اور جگہ کو کھود کر وہ علم نکالا جو بھرت کا سہ شاخہ تھا اور گھر مین کہ رستم نگر مین واقع تھا نہایت تعظیم کے ساتھ رکھا۔ اس حکایت نے شہرت پائی کچھ بوڑھی عورتین اور دوسرے عوام منت مُرادین ماننے لگین کسی کا مقصود پورا ہوا کسی کا نہ ہوا چند روز کے بعد نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمتگار پر خفا ہوے اور فرمایا کہ کل تیری ناک کٹوا لونگا وہ بیچارہ ڈرا اور جابجا منتین ماننے لگا اس علم کی خبر مشتہر ہو چکی تھی یہان بھی آیا اور دُعا مانگی حسب اتفاق نواب نے اُسکی ناک نہ کٹوائی۔ اسکے چند روز بعد نواب صاحب اس کے حال پر مہربان ہوے اور باتین کرنے لگے اُسنے اُن کو مہربان پاکر یہ عرض کیا کہ فلان روز حضور نے غلام کی ناک کٹوانے کے باب مین حکم فرمایا تھا بعنایات خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی۔ نواب نے علم جناب عباس کی تفصیل پوچھی اُس نے تمام کیفیت برآمد ہونے کی عرض کی نواب کو کمال استعجاب ہوا اور کسی اپنے معتمد کو مرزا فقیرا کے مکان پر بھیجا اور ایکہزار روپیہ بھی نذر کے لیے ارسال کیا اُس نے واپس آکر ساری کیفیت اُس علم کی بیان کی

نواب آصف الدولہ ہزار جان ودل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اُس علم کی زیارت کے لیے آنے لگے اور ایک گنبد اینٹونکا وہان تعمیر کرا دیا یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا شیرینیان اور نیازین حاجتمندون نے حاضر کرنی شروع کین جب مرزا فقیر انے قضا کی تو اُسکے بیٹے نے بھی جمعرات کے دن وہ طریقہ جاری رکھا اور اُسکی آمدنی سے اوقات بسر کرتا تھا عشرہ محرم مین زیادہ رونق ہوتی نواب سعادت علیخان اور نواب آصف الدولہ کے دلونمین نفاق تھا اور نواب سعادت علیخان بنارس مین رہتے تھے اُنھون نے اپنے دلمین یہ نیت کی کہ اگر بعد انتقال نواب آصف الدولہ مجکو حکومت لکھنؤ حاصل ہو گئی تو مین علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دونگا اور گنبد طلائی و درگاہ وسیع تعمیر کراؤنگا چنانچہ بعد انتقال نواب آصف الدولہ و گرفتاری وزیر علیخان کے ایسا ہی ظہور مین آیا کہ نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے۔ اُنھون نے گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ وسیع تعمیر کرائی اور اُسکے دو درجے قرار دیے یعنی ایک درگاہ مردانی اور دوسری زنانی تعمیر کرائی۔ اُسکی آمدنی کچھ خادمون کے حصے مین آتی تھی اور کچھ سرکار مین داخل ہوتی تھی رفتہ رفتہ وہان کی آمدنی لاکھون روپے سالانہ کو پہونچی ہر جمعرات کو خصوصاً نوچندی کی جمعرات کے دن اُس درگاہ مین بڑا جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ زیارت کرنے والون کے سوا ہزارون تماشائی اور شہر کی پری پیکر طوائفین بن ٹھن کر جمع ہوتی تھین سلطنت کے قیام تک یہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے رہا اب بقول شخصے ؎

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

نواب سعادت علی خان کے بعد غازی الدین حیدر نے نقار خانہ بلند بنوایا

اور نوبت و گھڑیال رکھا گیا۔ اور دروازۂ نقرئی اندرون درگاہ ومنبر نقرئی اور دوسرا جملہ سامان آرائش مرتب ہوا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت مین ملکہ زمانیہ نے باورچیخانہ درگاہ مذکور کا تعمیر کرایا اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ آمدنی مردانی درگاہ کی سرکار مین جاتی تھی اور وہان دارغہ وتحویلدار وچوکی پہرہ وغیرہ مقرر تھا اور زنانی درگاہ کی آمدنی مرزا فقیرا کی اولاد کو ملتی تھی۔ زمان شاہی تک درگاہ کا یہی دستور رہا غدر مین جس طرح تمام شہر مین لوٹ ہوئی اُسی طرح درگاہ مین بھی ہوئی کہ جملہ سامان مع علم کے جو بر آمد کردۂ مرزا فقیرا تھا تلف ہو گیا اور درگاہ سرکار گورنمنٹ مین نزول ہو گئی بعد دو ایک سال کے اس درگاہ کو غلام رضا شرف الدولہ نے رجسٹر نزول سے واگذار کرایا۔ اور کچھ جدید سامان بھی اپنی طرف سے درگاہ مین چڑھایا اولاد مرزا فقیرا کو بالکل درگاہ سے خارج کیا اور کل آمدنی درگاہ کو آپ لے کر اُس درگاہ مین صرف کرتے رہے۔ شرف الدولہ کے انتقال کے بعد واجد علی شاہ کے حکم سے نواب پیارے صاحب خلف نواب حسن علی خان درگاہ کے متولی ہوے۔ واجد علی شاہ ہنگام روانگی کلکتہ اپنا تاج و تلوار درگاہ مین چڑھا گئے تھے اور یہ منت مانی تھی کہ انشاء اللہ اگر ملک مسترد ہو گا تو اپنے سر پر تاج اس درگاہ مین آکر پہنون گا اور تلوار کمر سے لگاؤن گا۔ ایام غدر مین یہ دونون چیزین بھی تلف ہو گئین۔ غدر کے بعد امیر الدولہ خلف کلان نواب رکن الدولہ بن نواب سعادت علی خان نے ایک حوض اندرون صحن درگاہ بنوایا اسکی تعمیر کی تاریخ سلیمان خان اسد نے اسطرح نظم کی ہے ؎

چشمۂ فیض چو نواب امیر الدولہ	کرد تعمیر پئے نذر امام دوسرا

حوضِ نایاب بدرگاہ جنابِ عباس	گشتتِ مشہورِ جہان ہمتِ آن بحرِ سخا
صرفِ زر شد چو درین وجہ حسن بہرِ حسین	حاصلش دین شد و ہم نامِ نکو در دنیا
اسد از بہرِ تماشش بہ طہارت تاریخ	قلم کرد رقم ثانی کوثر بادا

مرزا حسن رضا خان اور راجہ ٹکیٹ رائے کا کلکتے کو بھیجا جانا

نواب آصف الدولہ نے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ اور راجہ ٹکیٹ رائے کو کلکتے کو گورنر جنرل کے پاس بھیجا چنانچہ یہ دونون اوائل شوال ۱۲۰۰ھ ہجری مین عید الفطر کی نماز کے بعد آصف الدولہ سے رخصت ہوکر پندرہ سولہ ہزار سوار اور دو توپون کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر شہر کے متصل ٹھہرے اُنکے ہمراہ انگریزی فوج کی چار کمپنیان بھی ارکاٹ صاحب کے زیر حکم ہوئین اسی مہینے مین یہ دونون شخص اس لاؤلشکر کے ساتھ کلکتے کی طرف روانہ ہوے۔ غازیپور اور جونپور کی راہ سے بنارس پہونچے وہان کے صاحب رزیڈنٹ اور نصیر الدین خان بن علی ابراہیم خان حاکم عدالت دیوانی و فوجداری نے استقبال کیا سرفراز الدولہ نے آصف الدولہ کی جانب سے خلعت جسکے ساتھ مالاے مروارید اور جیغہ اور سرپیچ مرصع تھا علی ابراہیم کے بیٹے کو دیا۔ علی ابراہیم خان ان دنون علیل تھا اِسلیے وہ خود نہ ملا وہان سے کوچ کرکے تاریخ آخر ذیقعدہ کو داناپور کے متصل پہونچے یہان کے حکّام انگریزی سول و فوجی نے ملاقات کی وہان سے ذیحجہ کے مہینے مین آگے کوچ کیا۔ پٹنے مین باغ جعفر خان المخاطب بہ مرشد قلی خان مین ٹھہرے پھر وہان

سے چلکر آخر ذیحجہ مین مرشد آباد مین داخل ہوے۔ عشرۂ محرم کے دن یہان بسر کیے۔ اِس مقام پر سرفراز الدولہ نے مسافرون۔ محتاجون اور سیدون کو بہت کچھ دیا۔ یہان انگریزون سے بھی ملاقاتین ہوئین اور جو نامی آدمی ہندوستانی اُن سے ملے اُنھین خلعت عطا کیے پھر یہان سے روانہ ہوکر کلکتے مین داخل ہوے۔ شہر کے باہر مقام کیا۔ لارڈ کارن والس صاحب گورنر جنرل سے کئی ملاقاتین ہوئین ۔گورنر جنرل نے کمپنی کی طرف سے خلعت مکلف دیے۔ گورنر جنرل تو وہان سے جہاز پر سوار ہوکر ولایت کی طرف روانہ ہوے یہ دونون جدید گورنر جنرل سے ملنے کے انتظار مین ٹھہرے رہے اور اِس وجہ سے دو مہینے تک وہان رہنا ہوا۔ جبکہ جدید گورنر جنرل سر جان شور صاحب کلکتے مین پہونچے تو اُن سے ملکر ۱۲۰۸ھ ہجری مین وہان سے معاودت کی ۷ جمادی الاولے کو پٹنے مین پہونچے یہان تین چار مقام کرکے اور غریبون کو اپنی سخاوت سے فیض پہونچا کے لکھنؤ کی طرف چلے اوائل ماہ جمادی الاخرے مین مقام بہرائچ مین آصف الدولہ کے پاس پہونچ گئے۔ آصف الدولہ سیر و شکار کے بعد لکھنؤ کو روانہ ہوئے یہ دونون ہمراہ تھے۔ ۸ جمادی الاخرے روز پنجشنبہ کو آصف الدولہ لکھنؤ مین داخل ہو گئے اور دونون کو خلعت فاخرہ دیے یہ سفر نو مہینے کے عرصے مین ابتداے شوال ۱۲۰۷ھ ہجری سے اوائل جمادی الاخرے ۱۲۰۸ھ ہجری تک پورا ہوا۔ دونون کار گذار پندرہ لاکھ روپیہ صرف کرکے پھر آئے سواے اپنی راہ و رسم کے ارباب کونسل سے کوئی بات نواب کے فائدے کی ظہور مین نہ لائے اور کلکتے سے مراجعت کے بعد ٹکیٹ راے اور سرفراز الدولہ مین موافقت نرہی

وزیر علیخان کی شادی

ماہ شعبان سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین نواب آصف الدولہ نے مرزا وزیر علی خان کی شادی کا سامان کیا یہ شادی اشرف علی خان بن بندہ علی خان کی دختر سے قرار پائی تھی - یہ بندہ علی خان نواب برہان الملک اور نواب صفدر جنگ اور نواب شجاع الدولہ کے عہد مین داغ و تصحیحہ[۱] کی خدمت رکھتا تھا اس تقریب مین نواب آصف الدولہ نے بہت سا روپیہ صرف کیا - فقط روشنی مین تین لاکھ روپے کا تیل جلا تھا - ہزارون نقرئی گھڑے ساچق مین تھے اور آرائش کی ٹٹیان مقیش اور بادلہ و تمامی سے آراستہ تھین - یہ تمام سامان دولتخانے سے سج کر چار باغ تک کہ درمیان مین تین کوس کا فاصلہ ہے گیا - گیان پرکاش مین لکھا ہے کہ آتشبازی نہایت نفیس تیار کرائی ایک قسم کا غبارہ تھا کہ آسمان مین بطور تارے کے جاتا اور ایک گھڑی تک وہان ٹھہرتا دو روپیہ ٹھاکر بنگلہ تہ پولیا اور بروج سے آراستہ کیے تھے - سات روز تک یہ جشن رہا اس شادی کے مصارف کی وجہ سے تمام چیزین بہت گران ہو گئین - غلہ اور تیل اور ہر قسم کا کرانہ اور کپڑا زیادہ قیمت پر چڑھ گیا بیوپاریون کے پو بارے تھے اس شادی کا صرف کم سے کم بیس لاکھ اور زیادہ سے زیادہ چالیس لاکھ

[۱] عمدہ عمدہ گھوڑون وغیرہ پر انکی صحت کی پہچان کے واسطے نشان لگا دینے کو داغ کہتے ہین اور تمام جانورون مین سے جانچ کر عمدہ جانورون کے چھانٹنے کو تصحیحہ کہتے ہین ۱۲ فرہنگ انتخاب شاہجہان نامہ متضمن شرح اُردو انٹرنس کورس

روپے تک بتاتے ہین - نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد اور سید محمد علی خان ولی عہد نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور بھی ایک ماہ پیشتر سے مہمان آئے تھے موزون نے آصف نامے کے آخر مین ایک مثنوی اُس شادی کے حال مین لکھی ہے اُسمین تاریخ یون موزون کی ہے

ازین عقد فرخ دلم شاد شد | کہ این خانۂ دولت آباد شد
دِلم کرد موزون ز فرطِ طرب | زمن سال تاریخ را چون طلب
بیک بیت گفتم دو تاریخ نغز | سخن را بر آوردم از پوست مغز
دہی میمنت یارب این عقد را | کہ کرد از دل خلق وا عقد را
ز روے وفاق وز روے وداد | کہ کمتر چنین اتفاق اوفتاد
دگر سال تاریخ آمد بکف | قران دو کوکب بہ بُرج شرف

اس شادی کے بعد مرزا علی رضا خان کی جو وزیر علی خان سے چھوٹا اور متبنیٰ تھا مرزا جنگلی کی بیٹی سے شادی کی اس مین روپیہ کم صرف ہوا - غرضکہ نواب کے عہد مین مُلک کی زیادہ تر آمدنی ایسے ہی مصارف مین خرچ ہوتی تھی سوا عیش و عشرت کے کسی کو کسی سے کام نہ تھا ہر روز عید اور ہر شب شبِ برات تھی -

نواب آصف الدولہ کی افاغنۂ روہیلکھنڈ پر چڑھائی

نواب سید فیض اللہ خان والی رامپور کے انتقال کے بعد اُن کے بڑے بیٹے نواب سید محمد علی خان ۱۷ ذیحجہ ۱۲۰۸ھ ہجری کو مسند نشین ہوے - ۱۳ محرم ۱۲۰۹ھ ہجری کو افسرانِ فوج نے اُنکی مے نوشی ناحق کوشی بد مزاجی اور سخت گیری کی وجہ سے

اُن کو مجروح و معزول اور قید کر کے اُنکے چھوٹے بھائی نواب سید غلام محمد خان کو مسند نشین کیا اور ۲۲ محرم کی شب کو افسران فوج کے مشورے سے چار شخصون نے نواب سید محمد علی خان کے پاس پہونچکر اُن کا کام تمام کر دیا سلطان الاخبار مین نہایت غلطی کی ہے جو لکھا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان نے تمنچے کی گولی سے نواب سید محمد علیخان مجروح کا کام تمام کیا تھا اُن کا قتل بالکل اُن کی لاعلمی مین ظہور پایا تھا۔ روہیلکھنڈ گزیٹیر مین ذکر کیا ہے کہ جب آصف الدولہ کو اس بلوے کی خبر ہوئی تو اُنھون نے معقول رشوت لے کر اس معاملے کی طرف توجہ نہ کی اور کہا کہ یہ آپس کا فساد ہے مگر مسٹر چیری انگریزی رزیڈنٹ اس خبر کی تصدیق سے انکار کرتا ہے بلکہ اُس کا بیان ہے کہ آصف الدولہ کا خیال یہ تھا کہ نواب سید محمد علیخان اور نواب سید غلام محمد خان دونون اس ریاست کے مستحق نہین ہین کیونکہ یہ ریاست اُنکے باپ کے حین حیات تھی لیکن تاریخ آصفی سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید محمد علی خان کی جانشینی وزیر کی اجازت سے عمل مین آئی تھی پس یہ کہنا کہ آصف الدولہ نے دونون بھائیون کو اس ریاست کا مستحق نہ بتایا محل نظر ہے اور آصف نامے کے مصنف کا بھی یہ کہنا تحقیق کے خلاف ہے کہ آصف الدولہ نے نواب سید غلام محمد خان کی سفارت کے مضمون پر توجہ نہ کی۔ کیونکہ انگریزی کی تاریخون سے اسکا پتا چلتا ہے کہ آصف الدولہ تو نواب سید غلام محمد خان کی مسند نشینی پر بیش بہا تحائف لے کر کچھ نیم راضی سے ہو گئے مگر یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ بغیر انگریزی گورنمنٹ کی مرضی کے طے ہوتا جب اُس سے کہا گیا تو اُس نے نواب سید غلام محمد خان کی مسند نشینی سے انکار کر دیا چونکہ یہ ریاست انگریزی گورنمنٹ

کی وساطت اور ضمانت سے تھی اس لیے اُسپر لازم آیا کہ وہ آصف الدولہ کی مدد کرکے نواب سید غلام محمد خان سے مُلک نکال لے اسلیے گورنر جنرل کے حکم سے سر رابرٹ ابر کرمبی فرخ آباد سے انگریزی فوج لیکر اس بلوے کے انسداد کے واسطے روانہ ہوا عماد السعادت مین لکھا ہے کہ انگریزی فوج مین دو پلٹنین گورون کی اور بارہ پلٹنین تلنگون کی اور دو رجمنٹ ترک سوارون کے تھے اور معظم نے جنگنامہ دو جوڑا مین انگریزی فوج کی تعداد چودہ ہزار بتائی ہے جن مین سے سات سو گورے تھے تاریخ مظفری مین انگریزی فوج کی تعداد پندرہ سولھا ہزار لکھی ہے اور نواب آصف الدولہ بھی تیاری کرکے اوائل ماہ ربیع الاول ۱۲۰۹ھ ہجری مین الہ آباد سے لکھنؤ کو آئے اور یہان تین مقام کرکے رام پور کی جانب کوچ کیا۔ اُنکی توپون کے عجیب وغریب نام ہین جو بعض شاعرون نے نظم کیے ہین اُن کو یہان لُطف کے لیے بیان کرتا ہون۔ دھور دھانی۔ فتح پیکر۔ نہنگ۔ شیر پیکر۔ جم ڈکار۔ مُلک میدان۔ فتح بار۔ اجگر۔ خود پسند۔ کھنڈ دھاتی۔ کڑک بجلی۔ سرجیو۔ گھن گرج۔ سنگار دل۔ فتح لشکر۔ صف شکن۔ وزیری۔ جہانگیری۔ حیدری۔ سلیمانی پھلجھڑی۔ فتحیاب۔ غباری۔ انگریزبان۔ شتر نال۔ کرنال۔ ہتنال۔ ان مین سرجیو بہت بڑی توپ تھی۔ الماس خان خواجہ سرا بھی اٹاوے سے فوج لیکر وزیر کا شریک ہو گیا تھا۔ سید ولی اللہ نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ نواب مظفر جنگ بنگش رئیس فرخ آباد بھی ہمراہ تھا اور انگریزی رزیڈنٹ چیری صاحب بھی نواب کے ساتھ تھا۔ نواب آصف الدولہ کی پہلی منزل نول گنج مین۔ دوسری الماس گنج مین۔ تیسری سلطان گنج مین۔ چوتھی باون مین۔ پانچوین سرسن نگر مین۔

چھٹی شاہ آباد ضلع ہردوئی مین۔ ساتوین شاہ جہان پور مین۔ آٹھوین قریب تلہر
کے ہوئی۔ انگریزی فوج بھی کڑی کڑی منزلین کرتی ہوئی یہ ملی آپہونچی اور
یہان قیام کیا اور لکھنؤ کی فوج کا انتظار کرنے لگی لیکن لکھنؤ کی فوج نے اِس
فتح مین شریک ہونے کی عزت کی کوشش نہ کی۔ جب نواب سید غلام محمد خان
کے پاس اُن کے چھوٹے بھائی سید فتح علی خان کی (جو اُن کی طرف سے نواب
وزیر کے پاس بطور سفارت کے بھیجے گئے تھے) تحریر اِس مضمون کی آئی کہ لکھنؤ
کی فوج رام پور پر چڑھائی کرنے والی ہے تو اُنھون نے بھی تیاری کی اور
بہت سی جدید سپاہ بھرتی کر کے بریلی کی جانب کوچ کیا کچھ مئو کے پٹھان بھی
ننگ قومی کی وجہ سے آکر شامل ہو گئے تھے اُن کی فوج کی تعداد عماد السعادت
مین ۵۴ ہزار سے ۶۰ ہزار تک بتائی ہے یہی روایت تاریخ شاہیہ کی ہے اور
منتخب العلوم مین پچاس ہزار لکھی ہے اور روہیلکھنڈ گزیٹیر مین پچیس ہزار
بیان کی ہے اور جام جہان نما مین تیس ہزار ذکر کی ہے۔ معظم نے اپنی مثنوی مین
صحیح تعداد بتائی ہے اُسکی روایت کے موافق ستر سٹھ ہزار آدمی تھے
اور وہ کہتا ہے کہ تیرہ توپین بڑی بڑی تھین اور چالیس شتر نال تھین اُنکی
فوج کا جماؤ سپاہ گری کا بناؤ بڑھے ہوے پٹھانون کے حوصلون کی یاد دلاتا
تھا کوئی نیزہ تانتا تھا کوئی رستم کو پیر زال جانتا تھا اپنی تلوار کے جوبن پر
کوئی نازان کوئی ثانی سام کوئی فخر نریمان کوئی زور آور ڈھال پھول کی طرح
اُٹھاتا کوئی شیر کی کلائی پکڑ کر بٹھاتا یہ بہادر دشمنون کے مقابل جانے کو لیس تھے
بہادری کو لیلی جانتے تھے رشکِ قیس تھے۔ بعض بڈھون کی کمر مین خم تھے

مگر جرأت مین غیرت رستم تھے۔ نواب سید غلام محمد خان کی فوج کا پہلا مقام موضع ملک علاقہ رامپور مین ہوا اور یہان اُنھون نے سپاہ کی تنخواہ مین اشرفیان تقسیم کین۔ نواب صاحب نے اس مقام سے جنرل ابر کرمبی کو لکھا کہ آپ درمیان مین پڑکر نواب وزیر سے ہماری صفائی کرا دیجیے جرنیل صاحب نے جواب بھیجا کہ آپ مطمئن رہیے جب نواب آصف الدولہ یہان آجائینگے تو مین صلح کرا دون گا مگر جس قدر خزانہ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کا ہے وہ میرے پاس پہونچا دیا جائے اور آپ اپنی سرحد سے قدم آگے کو نہ بڑھائین۔ جب یہ جواب نواب صاحب کے پاس پہونچا اور اُنھون نے اپنے سردارون سے مشورہ کیا تو سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ یہ بات اعتبار کے قابل نہین جرنیل صاحب نے یہ بہانہ اسلیے کیا ہے کہ لڑائی مین وقفہ ہو جانے سے اُنکو اتنی مہلت مل جائے کہ اُنکی فوج کے شریک وزیر کی فوج بھی ہو جائے اور دونون فوجین مل کر جنگ کرین اور سب نے یہی رائے دی کہ صبح کو آگے بڑھنا چاہیے۔ چنانچہ اس صلاح کے بموجب ملک سے یہ فوج آگے بڑھی۔ نواب صاحب کے چھ بھائی اور تھے جن مین سے سید نظام علیخان سید فتح علیخان۔ سید حسن علی خان بریلی مین انگریزون کے پاس پہونچ گئے تھے کیونکہ ہر ایک ان مین سے ریاست کا اُمیدوار تھا اور انگریزون سے خفیہ عہد و پیمان کر چکا تھا۔ تین بھائی یعنی سید یعقوب علی خان۔ سید کریم اللہ خان۔ سید قاسم علیخان اُنکے ہمراہ تھے بلکہ ایک دن ایک اور گل کھلا کہ سپاہی نواب صاحب کے پاس ایک شخص کو پکڑ کر لائے اُس شخص کی تلاشی لی تو کمر مین سے کئی خط نکلے یہ خط بعض افسرون کی طرف سے جنرل ابر کرمبی کے نام پر تھے اُن کا مضمون یہ تھا کہ آپ آگر

جنگ کیجیے وقت پر ہم طرح دے جائینگے۔ روہیلے اُسی وقت اُن نمک حرام افسرون کے ڈیرون پر چڑھ گئے مگر یہ افسر پہلے ہی سے قاصد کی گرفتاری کی خبر سُن کر لشکر سے نکلکر جنگل کی طرف بھاگ گئے تھے۔ روہیلون نے اُن کا سامان واسباب لوٹ لیا۔ غرضکہ پٹھانون کی فوج تین روز مین میسر گنج پہونچی۔ صبح کو آگے بڑھی اور دوجوڑہ کو عبور کرنے لگی۔ انگریزی فوج نے بھی بریلی سے آگے بڑھکر اِس سے سات میل پچھان کی طرف سنگھا کے پل کے پاس قیام کیا۔ بریلی کا صوبہ دار شمبوناتھ بھی پانچہزار سپاہ کے ساتھ انگریزی فوج کے ہمراہ تھا۔ جب جنرل ابر کرمبی کو یہ خبر پہونچی کہ نواب سید غلام محمد خان ملک سے کوچ کر کے دوجوڑہ کو عبور کر آئے تو اُس نے نواب کے سفیر کو جو انگریزی کمپو مین موجود تھا بلا کر کہا کہ نوابصاحب نے یہ اچھا نہین کیا جو آگے کو بڑھ آئے ہمارا اُن کا عہد و پیمان اب شکست ہو گیا۔ اُن کو لڑائی کا بندوبست کرنا چاہیے اور اُس سفیر کو لشکر سے رخصت کر دیا۔ اب نواب صاحب کو صلح کی اُمید جاتی رہی اور دوسرے دن ہاتھی پر سوار ہو کر آگے کو بڑھے اور موضع بھٹورہ کے کھیڑے پر اُن کی فوج قبضہ کرنے لگی یہ مقام انگریزی فوج کے سامنے دو میل کے فاصلے پر معلوم ہوتا تھا۔ اور اب فتح گنج (یا فتح گنج غربی) کہلاتا ہے۔

مقابلے مین روہیلونکا انگریزی فوج پر غلبہ ظاہر کرنا مگر آخر کار شکست فاش پانا اور دامن کوہ کماؤن مین پناہ لینا

سم ۲۔ اکتوبر ۱۷۹۴ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۲۰۹ ہجری روز جمعہ کو سنگھا کے

مغربی کنارے پر دن نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے انگریزی فوج کی کمر بندی ہوئی
فوجی جنرل نے گھوڑے پر سوار ہوکر نواب سید غلام محمد خان کی فوج کا تاؤ بھاؤ لیا
تو معلوم ہوا کہ اُن کی فوج موضع بھٹورہ کے سامنے میدان مین پڑی ہوئی ہے
اِس میدان مین تھوڑا تھوڑا جنگل بھی ہے جو کسی قدر اُنکی جماعت کو چھپائے ہوے
ہے نواب کی فوج کا اگلا حصّہ کسی قدر آگے بڑھا ہوا تھا اس واسطے انگریزی جنرل
نے اپنی جماعت کو زیادہ پھیلنے کا حکم دیا دن نکلتے نکلتے انگریزی فوج نے اپنا کام
شروع کیا نواب سید غلام محمد خان نے بھی اپنی فوج کو مقابلے کے لیے تیار کیا اور
اُن کی فوج نے آگے بڑھکر جنگل پر قبضہ کر لیا۔ دونون طرف سے توپین چلنے لگین
اور نواب کی فوج مین سے بان بھی چھوٹنے لگے اتنے مین انگریزی فوج مین سے
کپتان رامزی کو ہندوستانی رجمٹ (ترکسوارون) کے ساتھ نواب صاحب کی
فوج پر دھاوا کرنے کا حکم ملا مگر کپتان مذکور یا تو اُس حکم کو بھول گیا یا گھبرا گیا کہ
اُسنے اپنی رجمٹ کو جلدی نواب صاحب کی جانب پھیر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رجمٹ
انگریزی فوج کے محاذ مین ہوکر گذرا اس حالت کو دیکھ نجو خان اور بلند خان وغیرہ
نے ڈیڑھ ہزار سوارون کے ساتھ انگریزی سوارون پر حملہ کر کے کپتان رامزی کو
پوری شکست دی اور اُسکی بھاگی ہوئی جماعت کو انگریزی کیمپ تک لتاڑتے ہوے
چلے گئے اور انگریزی فوج کا داہنا بازو توڑ ڈالا شکست پائی ہوئی جماعت
انگریزی فوج کی داہنی طرف بھاگ کر آئی یہ لوگ توپون کے سامنے بھاگتے
ہوے آرہے تھے اس واسطے انگریزی توپ چلنے سے بالکل معذور تھی۔ انگریزی بھاگے
ہوے رسالون اور باقی ماندہ بائین بازو کی فوج کو لفٹنٹ گاہن اور رچارڈسن

نے دوبارہ درست کرکے صف آرا کیا۔ لیکن روہیلے غول باندھ کر انگریزی کیمپ مین گھس آئے اور تلوار و نیزہ اور بندوقون سے مردانہ وار لڑنے لگے۔ انگریزی ملازمون نے بھی سیدھے ہاتھ مین تلوار اور بائین مین سنگین لیکر اُن لوگونکا خوب مقابلہ کیا عماد السعادت مین لکھا ہے کہ اڑھائی سو کے قریب گورے اور پچاس سے زائد کام آئے اور سترہ سو کے قریب تلنگے (یعنی ہندوستانی پیادے) مارے گئے اور معظم کہتا ہے کہ دو ہزار تلنگے اور ڈیڑھ سو یا اس سے زائد گورے کھیت رہے جنکی لاشون کو خندق مین ڈال کے پاٹ دیا۔ اور زخمی بے انتہا ہوے تھے جو بریلی کو بھیجدیے گئے۔ جو بڑے بڑے یورپین افسر مارے گئے اُنکے نام ذیل مین درج کیے جاتے ہین یہ نام گورنر جنرل کے حکم سے کرنل جارج برنگٹن کی یادگار مین ایک پتھر پر کندہ کراکے نصب کیے گئے ہین۔

(۱) کرنل جارج برنگٹن (۲) میجر تھامس بالٹن (۳) کپتان جان کوبی (۴) کپتان نار منگلیز (۵) کپتان جان مرڈنٹ (۶) لفٹنٹ اینڈریو کین گزد (۷) لفٹنٹ ایڈمنڈ ولیز (۸) لفٹنٹ ولیم ہنگسٹمن (۹) لفٹنٹ جان پلمر (۱۰) لفٹنٹ جاسف ریچارڈسن (۱۱) لفٹنٹ برج (۱۲) لفٹنٹ ولیم آڈیل (۱۳) لفٹنٹ ایڈورڈ ڈگبرد (۱۴) لفٹنٹ فاریہ وورگر (۱۵) لفٹنٹ جیمس ٹلفرد۔

ان کے سوا اور بہت سے یوروپین اور ہندوستانی چھوٹے سردار اور ہمراہی وغیرہ کثرت سے مارے گئے اور زخمی ہوے تھے۔ تاریخ آصفی کا مؤلف کہتا ہے کہ اگر ایسی ضرب فوج وزیر کو لگتی تو وہ اتنی تباہ ہو جاتی کہ انگریزون سے بھی تدارک نہوسکتا۔

نواب سید غلام محمد خان اُس ٹیلے پر جہان آج کل انگریزی کشتون کی یادگار کا پتھر نصب ہے مع اپنے بھائیون اور سید نصر اللہ خان بن نواب سید عبداللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان اور سید احمد یار خان بن سید محمد یار خان خلف نواب سید علی محمد خان اور محمد اکبر خان پسر حافظ رحمت خان کے ہاتھیون پر سوار کھڑے ہوے اس لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے اُنھون نے کپتان رامزی کی رجمٹ کی شکست دیکھ کر قبل از وقت فتح کے نقارے بجوا دیے تھے۔ مگر جس قدر سوار ترک سوارون کو لتاڑتے ہوے انگریزی کیمپ مین گھُس گئے تھے اُن کو کوئی کمک نہ پہونچی اور وہ لوگ لوٹ مین مصروف ہو گئے تھے کہ یکایک جنرل ابر کرمبی نے گورون کی پلٹن اور چار توپین اور بقولے دو توپین پٹھانون کی سیدھی طرف گھما کر لگا دین سلطان الحکایات مین لکھا ہے کہ قریب تھا کہ انگریزی فوج کا استیصال ہو جائے کہ جنرل ابر کرمبی نے ایک پلٹن اور چار توپون سے افغانون پر حملہ کیا اور ایسے وقت مین اپنے سپاہیون کی بربادی کا بھی خیال نہ کیا جو پٹھانون سے لڑ رہے تھے اسلیے پٹھانون کو شکست ہو گئی تاریخ آصفی مین ہے کہ انگریزی جنرل جو قلب لشکر مین تھا اُسنے فوج میمنہ کو جمع کر کے روہیلون پر توپون سے آگ پر آگ اور لوہے پر لوہا برسایا کہ تھوڑے عرصے مین پٹھانون کا چڑھا ہوا زور ایک دم سیلاب کی مانند اُتر گیا اور بہت سے روہیلے مارے گئے آخر کار ایک ہزار روہیلے کام آئے اور باقی ماندہ نے منتشر اور متفرق ہو کر بھاگنا شروع کیا بھٹورے کے میدان کی فتح انگریزی فوج کے نصیب مین لکھی تھی انجام کار روہیلون کو کامل شکست ہوئی اور کوئی پٹھان میدان مین باقی نہ رہا باعث اس کا یہ ہے کہ دلیر خان کمالزئی جو پانچہزار آدمیون کے جتھے کے ساتھ

نواب کے ہمراہ کھڑا تھا اور نواب سید محمد علی خان مقتول کا سمدھی تھا یہ نواب سید
غلام محمد خان سے ظاہر مین موافق تھا اور باطن مین مخالف اسنے انگریزی فوج پر
دھاوا کیا اور بنجو خان اور بلند خان کی جماعت کو کمک مہونچانے سے انکار کیا اور
میدان جنگ سے مع اپنے ماتحت سپاہیون کے بھاگ گیا اس کے بھاگتے ہی دفعتہً
میدان مین بھاگڑ پڑ گئی اور ایک دم مین میدان صاف ہو گیا۔ نواب سید
غلام محمد خان کے ہمراہ صاحبزادہ سید احمد یار خان اور صاحبزادہ سید نصر اسد خان
اور دو چار رفیق باقی رہ گئے۔ جنکے اصرار سے نوابصاحب نے بھی مجبور ہوکر میدان چھوڑا
اور رامپور کی طرف چلے راستے مین بھاگے ہوے سپاہی اور سردار ملے یکم ربیع الثانی
سنہ ۱۲۰۹ ہجری روز یکشنبہ کو نواب صاحب رامپور مین داخل ہوے اور تمام خزانے
اور بیگمات اور بچون کو لے کر پہاڑ کی طرف چلے گئے رعایاے شہر مین سے بہت سے
شرفا اپنی عورتون اور بچون کو لے کر اودھر ہی کو روانہ ہوے مگر نواب سید
احمد علی خان کی والدہ اپنے بیٹے کو لیکر رامپور سے نہین نکلی۔ نواب موصوف
اور یہ تمام مفرور پٹھان پہاڑ کی ایک گھاٹی مین جو نہایت دشوار گذار جگہ تھی
پناہ گیر ہوے انکے پناہ لینے کے مقام مین اختلاف ہے انتخاب یادگار مین لال ڈانگ
مذکور ہے اور یہ محض غلط ہے عالم شاہی اور جام جہان نما مین ان کا فنا چور[له] مین
پناہ گزین ہونا ذکر کیا ہے قیصر التواریخ اور منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ رہیڑ
کی طرف پناہ لی ہے۔ ذکر منظوم سے بھی کہ وہ نواب سید غلام محمد خان کا جنگنامہ

له اس لفظ مین اختلاف ہے کہین فا کے بعد نون ہے کہین تا ہے اور عماد السعادت کے نسخے مین
فقیا چور واقع ہے۔

ہے یہی ثابت ہوتا ہے اُسکی نظم یہ ہے

ره دامن کوہ را ابر گرفت | در فتح چون آن مظفر گرفت
نخستین مقامے بہ ریٹھ نمود | کہ یک جا شود لشکر جنگ سود
بدھارا کہ در پائے آن درہ بود | دم تیغ او برق کین مے نمود
گرفتند آن درہ از مورچل | کہ تا ناید از خصم سیل خلل

اور عباس علی خان متخلص بہ عباس ولد زیارت خان نے اپنے سوانح مین لکھا ہے کہ مین نے لاہور مین یہ خبر سُنی تھی کہ نواب سید غلام محمد خان نے کوہ چلکیا مین پناہ لی تھی۔

سر رابرٹ ابر کرمبی نے روہیلون کا دو جوڑا تک تعاقب کیا اِس کے بعد مقتولون کی لاشین گاڑنے کے واسطے جنرل مذکور کو ایک روز وہان قیام کرنا پڑا اور زخمی بریلی کو بھیجدیے گئے۔ اب لشکر آصف الدولہ کا حال سُنیے جو تلہر مین مقیم تھا کہ جس وقت میدان جنگ مین لڑائی بگڑ گئی اور آصف الدولہ کے پاس اِس بات کی خبر پہونچی تو اُنھون نے عبدالرحمن خان قندھاری اور الماس خان کے رسالون کو کرنیل مارٹین کے ساتھ روانہ کیا اور اُن کے عقب سے نواب آصف الدولہ خود سوار ہوے اور جھاؤلال کو حکم دیا کہ میدان جنگ سے جو خبرین موصول ہون وہ ہم کو ہر وقت پہونچتی رہین نواب وزیر ابھی کٹرہ کمالزئی خان مین پہونچے تھے کہ آدھی رات کے وقت خبر ملی کہ نواب سید غلام محمد خان کو شکست ہوئی فتح کی توپین چھوٹنے لگین جھاؤلال کو خلعت مرحمت ہوا انگریزی فوج اپنے مقتولون کی لاشین دفنانے سے فارغ ہو کر میر گنج کو چلی گئی اور شمبوناتھ حاکم بریلی کے ملازم

نجو خان اور بلند خان کے سر کاٹ کر آصف الدولہ کے پاس لے گئے جو کٹرے سے
بریلی کو روانہ ہو چکے تھے لاہی کھیڑے کے پل کے پاس سواری پہونچی تھی کہ شتر سوار
دونون سر لے کر پہونچا اور نواب کو دکھائے اور وہان سے واپس لا کر فتح گنج کے
کھیڑے مین دفن کیے گئے۔ آصف الدولہ نے بریلی کے باہر قیام کیا اور جنرل اابرکرمبی
کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پہونچنے تک آگے کو نہ بڑھین جب نواب آصف الدولہ
کا گذر میدان جنگ مین ہوا اور پٹھانون کی لاشین پڑی دیکھین تو راجہ
جھاؤلال کو حکم دیا کہ جتنے مقتول اس میدان مین پڑے ہین اُن کی لاشین
دفن کرا دینی چاہیئین چنانچہ بہادر علی اس خدمت پر متعین کیا گیا اُس نے
کشتون کو جمع کرا کے دفن کر دیا[1] اور زخمیون کو چنوا کر مرہم پٹی کے لیے جراح مقرر کیے
جب وہ تندرست ہو گئے تو ہر ایک کو مکان تک پہونچ جانے کے لیے خرچ دے کر
روانہ کیا[2]۔

انگریزی اور آصفی فوجون کا روہیلون کے تعاقب مین دامن کوہ کی طرف جانا اور نواب سید غلام محمد خان صاحب کا مجبور ہو کر اپنے آپ کو انگریزون کے حوالے کر دینا۔ آخر کار انگریزون کی اجازت سے بیت اللہ کو جانا

آصف الدولہ بریلی سے کوچ کر کے میر گنج مین انگریزی فوج سے آملے یہان سے

---

[1] دیکھو آصف نامہ ۱۲

[2] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

دونون فوجون نے رامپور کی طرف کوچ کیا جب یہ لشکر رامپور کے قریب پہونچا تو جھاؤلال نے آصف الدولہ کے حکم سے شہر کی محافظت کے لیے ایک پلٹن مقرر کردی تاکہ کوئی شخص سپاہ انگریزی یا آصفی سرکار۔ ام پورین گھسکر کسی کو لوٹنے کھسوٹنے نہین اور حکم سُنادیا گیا کہ کوئی لشکری شہر مین نہ جائے نواب آصف الدولہ نے کوسی کے کنارے مقام کیا اور یہان دو دن دو رات قیام کر کے تیسرے دن نواب سید غلام محمد خان کے تعاقب مین کوچ کیا یہ فوجین ریٹھر تک پہونچین اور میدان ٹپّہ مین ٹھہرین۔ مولوی غلام جیلانی رفعت درمنظوم مین کہتے ہین۔

وزانجا دو اسپہ بہ ریٹھر رسید بمیدان ٹپّہ بکین آرمید

مگر روہیلون نے آصف الدولہ کے قریب پہونچنے کی خبر سُن کر ٹپے کو پہلے ہی لُوٹ کھسوٹ کر تباہ کر دیا تھا۔ انگریزی فوج نے روہیلون پر بہت کچھ گولہ باری کی مگر اُنکے مورچے ایسے محفوظ تھے کہ وہان مطلق نقصان کا اثر نہوا۔ جبکہ متفقہ فوجون سے پٹھانون کے مورچے مسخر نہ ہوسکے تو انگریزون نے نواب سید غلام محمد خان کو تحریر کیا کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیے اور صلح کر لیجیے نواب نے جواب دیا کہ مجکو پہلے سے صلح کا خیال تھا۔ آپکی جانب سے لڑائی کی ابتدا ہوئی تو ناچار مجکو بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اگر آپ عہد و پیمان کر لین تو مین آپکے پاس چلا آؤن انگریزون نے اس تحریر کا یہ جواب دیا کہ آپ بے کھٹکے چلے آئین یہان آنے کے بعد سب امور متنازعہ فیصل ہوجائینگے۔ نواب صاحب نے اس امر کے استحکام اور صلح کی پختگی کی غرض سے صاحبزادہ سید نصر اللہ خان بن نواب سید عبد اللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان کو سفارت پر انگریزی کیمپ مین روانہ کیا اور نواب آصف الدولہ کی طرف سے

جھاؤلال گفتگو کے لیے مقرر ہوا۔جھاؤلال نے نواب سید غلام محمد خان کے پیغام مصالحت کے جواب مین آصف الدولہ کی طرف سے امن دینے کا وعدہ تو کیا لیکن ریاست پر قائم رکھنے کا کوئی صریح وعدہ نہین کیا۔صاحبزادہ سید نصراللہ خان واپس آئے اور اُن سے نواب سید غلام محمد خانصاحب یہ ناتمام جواب پاکر امید برآری سے مایوس ہوے اور اب اُنھون نے مقابلہ جاری رکھنے کے خیال سے سپاہ کو اشرفیان تقسیم کین اور رسد حاصل کرنے کا یہ انتظام کیا کہ راجہ کوہستان کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجکر اُس سے استدعا کی کہ دہ بیوپاریون کو حکم دیدے کہ وہ اُنکے لشکر مین رسد پہونچاتے رہین۔راجہ نے اُنکی استدعا پر روہیلون کے لشکر مین رسد پہونچانے کا حکم جاری کردیا اور بہت سا غلہ پٹھانون کے مورچون مین آگیا۔ آصف الدولہ نے جب یہ دیکھا کہ روہیلے قابو مین نہین آتے تو ایک روز شب کے وقت انگریزون سے مشورہ کرکے یہ تجویز کیا کہ یہان سے فوج کو آگے بڑھانا چاہیے تاکہ پٹھانون پر رعب پڑے اور صلح کی طرف مائل ہون چنانچہ پٹے سے فوج آگے بڑھائی گئی اور پہاڑ کے تلے تک اُن کا تعاقب کیا گیا انگریزی فوج نواب آصف الدولہ کی سپاہ کے آگے تھی۔انگریزی فوج کے آگے بڑھنے سے پٹھانون کی سپاہ مین کوئی ہراس پیدا نہوئی۔بلکہ انگریزی لشکر مین ہمیشہ اس بات کا خوف رہتا تھا کہ پٹھان توپون پر کوئی حملہ نہ کربیٹھین یا شب خون مارین اور جاڑہ ابخار بھی شدت سے انگریزی سپاہ مین پیدا ہوگیا تھا۔

نواب سید غلام محمد خان نے اُس مقام دشوار گذار کو ایسا حصار بنایا تھا کہ انگریزی فوج سے سر نہوسکا۔تو ناچار انگریزون نے اُن کی فوج کے سردارون

کو خط لکھے کہ تم یہان چلے آؤ تمھارے قصور معاف کیے گئے جب نواب صاحب کو
یہ حال معلوم ہوا کہ انگریز میرے لشکر مین تفرقہ پردازی کی فکر کر رہے ہین اور اُنھون
نے میرے افسرون کو خط بھیجے ہین تو اُنھون نے عہدہ دارون سے وہ خط طلب کیے
جو دل سے خیر خواہ تھے اُنھون نے تو پیش کر دیے۔ منافقون نے نہ دکھائے خط کے
آنے سے انکار محض کیا نواب نے دل مین خیال کیا کہ دشمن تو صلح پر آمادہ ہے اور
بعض ظاہری دوست دغا و فریب کی فکر مین ہین اس لیے یہ مناسب سمجھا کہ
مخالف کے لشکر مین چلا جانا چاہیے علاوہ اسکے رسد کی بھی کمی ظاہر ہونے لگی تھی پس
نواب صاحب نے اول صید خان کو انگریزی لشکر کے سپہ سالار کے پاس بھیجا تاکہ
اُمور صلح طے ہو جائین۔ جرنیل صاحب نے نواب صاحب کی حفاظت جان کی ذمہ داری
کی ملک دینے کی نسبت کوئی عہد و پیمان نہین کیا اور قرار پایا کہ اسکاٹ صاحب اور
چیری صاحب نواب صاحب کو لانے کے لیے بھیجے جائین اور ایک اقرار نامہ
جرنیل صاحب کی طرف سے لکھا گیا اور وہ مہرون سے مکمل ہو کر صید خان کو دیا
جو اُسے نواب صاحب کے پاس لے گیا۔ نواب سید غلام محمد خان نے اپنے عزیز و
اقارب کو جمع کر کے کہا کہ میری جگہ صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کو سمجھنا چاہیے مین
انگریزی لشکر مین جاتا ہون خیر اندیش افسرون نے اُن کے اس ارادے کو ناپسند کیا
اور مشورہ دیا کہ آپکے وہان جانے مین اندیشہ ہے۔ اس عرصے مین اسکاٹ صاحب
نواب صاحب کے پاس پہونچ گیا اور چیری صاحب بن سے باہر کھڑا رہا۔ نواب صاحب
اسکاٹ صاحب کے ساتھ روانگی کو طیار ہوے عمر خان بڑمونچھے اور نواب صاحب
کے چھوٹے بھائی کریم اللہ خان ساتھ ہوے سپاہ نے اصرار کے ساتھ روکا لیکن نواب

نے نہ مانا اور کہا کہ مین اِس معاملے مین تم سے زیادہ واقفیت رکھتا ہون میرے والد
(نور اللہ مرقدہ) کا معاملہ بھی انگریزون کے توسط سے طے ہوا تھا اور وہ انگریزون
کے لشکر مین چلے گئے تھے اور تم اب لڑائی کو ختم کردو ورنہ بنا ہوا کام بگڑ جائے گا اور
بغیر کسی قِسم کے قرار و مدار کے اسکاٹ صاحب کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ نواب موصوف
کے انگریزی کیمپ مین چلے آنے کے بعد صاحبزادہ سید نصر اللہ خان بہت سی جمعیت
کے ساتھ اپنے مورچون مین ٹھہرے رہے۔ اِس خیال سے کہ مبادا کوئی دغا بازی
نواب موصوف کے ساتھ کی جائے تو وہ جنگ کو مستعد ہو کر زور ڈالین اور نواب
آصف الدولہ نواب سید غلام محمد خان صاحب کو رئیس رامپور تسلیم کرلین یہ قول
عماد السعادت کے مؤلف کا ہے اور تاریخ آصفی کے خلاف ہے کیونکہ اُس مین لکھا
ہے کہ نواب صاحب کا آنا خاص نصر اللہ خان کے نفاق کی وجہ سے ہوا جنکو چیری صاحب
نے درپردہ ملا کر نواب کی خیر خواہی سے پھیر دیا تھا بہر صورت آصف الدولہ نواب
سید غلام محمد خان کی مسند نشینی کے خلاف تھے اور اُنھون نے انگریزون سے
صاف صاف اُنکی مسند نشینی کی مخالفت ظاہر کی۔ کیمپ مین تشریف لے آنے
کے بعد جنرل ابر کرمبی کی اور نواب صاحب کی ملاقات ہوئی معاملات ضروری
کے بارے مین چند سوال و جواب ہو کر جنرل صاحب نے نواب صاحب کو اُس خیمے
مین جانے کے لیے رخصت کیا جو اُنکی آسائش کے لیے پہلے سے تیار تھا جب وہ اُسمین
پہونچگئے تو اُس کے گرد پہرے کھڑے کر دیے نواب صاحب نے جرنیل کو کہلا بھیجا کہ یہ تو
وعدہ خلافی ہوئی جرنیل نے یہ جواب دیا کہ ہمارا اقرار آپ سے یہ تھا کہ آپکی ذات
کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہونچے گی ہر طرح کی آسائش کا سامان ملے گا اپنے اُس قرار پر

ہم اب بھی قائم ہین لیکن ملک آپ کو نہین مل سکتا - اب نواب صاحب کے ہاتھ مین
چارہ کچھ نہ تھا مجبور تھے - مخالف کے قبضے مین آگئے تھے اُنھون نے اپنی فوج مین
کہلا بھیجا کہ میرے اہل وعیال اور خزانے کو میرے پاس پہونچا دو اور تم اب
مختار ہو چاہے صلح کرو یا جنگ وہان سپاہ کو جو یہ خبر پہونچی تو اُس نے نواب کے
بیٹے سید عبد العلی خان کو سردار مقرر کر کے مقابلے پر کمر باندھی اور جنگل کی آڑ سے
انگریزی لشکر پر بندوقین مارنے لگے اور رات کو بھی ستانے لگے - نواب صاحب
نے انگریزون سے کہا کہ جس قدر خزانہ وہان موجود ہے وہ روہیلے تلف کر دینگے
آپ مجکو یا عمر خان کو چھوڑ دین تاکہ خزانہ بربادی سے بچا کر آپکے لشکر مین لے آئین
انگریزون نے نواب کو تو نہ چھوڑا عمر خان کو چھوڑ دیا - جبکہ عمر خان نے لشکر روہیلہ
مین پہونچکر انگریزون کا یہ پیام سُنایا کہ سارا خزانہ اور نواب سید غلام محمد خان کے
اہل وعیال کو انگریزی لشکر مین بھیجدو - تو روہیلون نے یہ جواب دیا کہ جب تک
ہمارے تن مین جان باقی ہے ایسا نہین کرینگے اور عمر خان کو بھی روک لیا عمر خان
کے ساتھ جو آدمی انگریزی لشکر سے گئے تھے اُنھون نے اُنکو واپس کر دیا اور
کہدیا کہ مجھے بھی سپاہ روہیلہ نہین چھوڑتی انگریز یہ خبر سن کر مشوش ہوے
اور رؤساے افاغنہ کو کہلا بھیجا کہ ہمکو تمھارے معاملات کی درستی منظور رہے
اور تم ہم سے جنگ کرتے ہو نواب کا خزانہ لے کر یہان چلے آؤ نصف ملک تمکو
دیدیا جائیگا مگر فوج روہیلہ نے یہ جواب دیا کہ نواب سید غلام محمد خان کو
ہمارے پاس پہونچا دو - اسپر انگریزون نے کہا کہ وہ رہا نہین ہو سکتے کیونکہ نواب
سید محمد علی خان کے بیٹے سید احمد علی خان مستحق ہین وہ مسند نشین ریاست

کیے جائینگے البتہ نائب کا تقرر تمھاری مرضی کے مطابق ہوگا جسکو تم منظور کروگے
ہم اُسکو مقرر کردینگے جو لوگ نواب سید غلام محمد خان کے ہواخواہ تھے اُنھون نے
اِس طرح صلح ناپسند کی اور انگریزی فوج کو تیر و بندوق سے تنگ کرنے لگے۔
انگریزون کے ہان یہ مشورہ قرار پایا کہ جب تک نواب سید غلام محمد خان یہان
موجود رہینگے روہیلے اپنی ہٹ سے باز نہ آئینگے اور صلح کی طرف کبھی مائل نہوگے
اِسلیے جمعہ کی شب کو آدھی رات کے وقت اُن کو ہاتھی پر بٹھاکر بہت سے سوارون
کی حراست مین بنارس کی طرف بھیجدیا چند مدت کے بعد نواب صاحب نے بنارس مین
اپنے اہل و عیال و اطفال و اعزہ و اقربا کو چھوڑکر اور انگریزون سے
یہ اقرار کرکے کہ رامپور کو نہ جاوینگے حج کعبۃ اللہ کا عزم کیا۔ ۲۶[1] شوال سنہ ۱۲۰۹ ہجری
کو پٹنے کی طرف چلے گئے اور کچھ دنون وہان رہ کر جہاز مین بیٹھنے کے لیے کلکتے
کی طرف کوچ کیا اور حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر ماہ رجب سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین
کابل پہونچے اور وفادار خان کے ذریعہ سے زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ ابدالی
کی ملازمت سے مشرف ہوے خلعت فاخرہ اور ناصر الملک مخلص الدولہ
مستعد جنگ بہادر خطاب پایا۔ یہ واقعہ ۲۲ شعبان سنہ ۱۲۱۲ ہجری کا ہے[2]۔

روہیلون کے ساتھ مصالحت ہوجانا

نواب سید غلام محمد خان کی روانگی کے بعد لشکر انگریزی اور آصفی روہیلون

---

[1] تاریخ مظفری مین اسی طرح لکھا ہے۔ اخبار الصنادید مین شوال کی جگہ شعبان سہو القلم سے لکھ گیا ہے ۱۲ منہ

[2] دیکھو واقعات درانی ۱۲

کے دبانے کے لیے اُنکے مورچون کی طرف بڑھا۔ اُدھر سے پٹھان بھی مقابل ہوے
بندوقین مارنے لگے چونکہ روہیلے ایسے موقع پر پناہ گزین تھے کہ انگریزون
کی طرف سے اُنکو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا تھا اِسلیے اُن کا کوئی آدمی
کام نہ آیا اور انگریزی فوج کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوے۔ اگرچہ
بڑے بڑے افسران روہیلہ کی یہ مرضی نہ تھی کہ جنگ جاری رکھی جائے مگر سپاہ
برابر لڑتی رہی کہ اثناے جنگ مین انگریزون کی طرف سفید جھنڈی جنگ
بندکردینے کی علامت کے لیے ہلائی گئی۔ بعد اسکے انگریزون کی طرف سے
ایک ایلچی اِس مضمون کا خط لیکر روہیلون کے پاس گیا کہ یہ صورت اچھی نہین
سب اعزہ و اقارب تمھارے رامپور مین موجود ہین مخالفت کے ترک نکرنے کی
صورت مین اُنکے واسطے بہت بُرا ہے اِسلیے بہتر یہ ہے کہ لڑائی کو موقوف کرکے
نواب کا خزانہ یہان بھیجدو۔ نواب سید احمد علی خان کو مسند نشین ریاست
کیا جائے گا اور جسکو تم نائب تجویز کروگے اُسے نائب و مختار ریاست بنایا جائیگا۔
اِس تحریر کو دیکھ کر تمام سرداران روہیلہ جمع ہوے اور مشورہ کیا کہ نواب سید
غلام محمد خان مخالف کے قبضے مین آگئے اُن کا رہا ہونا معلوم۔ دو مہینے سے
ہم یہان محصور ہین ہر طرح کی تکلیف اُٹھا رہے ہین اور پہاڑ کی آب و ہوا نہایت
خراب ہے بہت سے آدمی تپ و لرزہ اور اسہال کی بیماری مین مبتلا ہین قوم
اور طاقت کو بیحد نقصان پہونچ رہا ہے اگر دشمن دباتا ہوا ہمارے مورچون مین
گھس آیا تو تمام عزت و ناموس برباد ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ انگریزون کے حکم کی
تعمیل کی جائے اور صاحبزادہ سید نصراللہ خان کی نیابت کے لیے استدعا کی جائے

اس مشورے کے بعد روہیلون نے انگریزون کو کہلا بھیجا کہ ہمکو آپکے حکم کی تعمیل منظور ہے اور ہماری خواہش یہ ہے کہ مختار و نائب ریاست نواب سید نصراللہ خان مقرر کیے جائین۔ آپ نے جو زبانی پیام دیا ہے اُس مضمون کو تحریر کرکے اور پختگی اُسکی قسم سے فرماکے بھیجدیجیے تو ہم سارا خزانہ بھی آپکے پاس بھیجدین اور اطاعت کو حاضر ہو جائین۔ انگریزون نے روہیلون کی درخواست کے بموجب یہ مضمون لکھ بھیجا دوسرے روز صاحبزادہ سید نصراللہ خان عہدنامے کی تکمیل کیلیے انگریزون کے پاس چلے آئے۔ نواب آصف الدولہ نے نواب سید احمد علی خان اور اُنکی والدہ کو بھی رامپور سے لشکر مین طلب کر لیا تھا۔ بیگم نے بھی یہی خواہش ظاہر کی کہ نواب سید احمد علی خان کے نائب سید نصراللہ خان مقرر کیے جائین چنانچہ موضع ٹپہ کے گھاٹ مین ۵ جمادی الاولی ۱۲۰۹ہجری کو عہدنامہ تحریر ہوا اس عہدنامے کی رو سے یہ قرار پایا کہ جو کچھ خزانہ خاندان نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا ہوگا فوج روہیلہ اُسکو امانتہً کمپنی کے حوالے کردیگی اور بعد حوالے ہوجانے خزانہ کے نواب آصف الدولہ اور انگریزی کمپنی کی فوجین یہان سے روانہ ہون گی اور فوج روہیلہ منتشر اور متفرق ہو کر جہان چاہے گی چلی جائے گی اور نواب سید احمد علی خان کے ۲۱ سال کی عمر کو پہونچنے تک سید نصراللہ خان بطور منصرم ریاست اور محافظ سید احمد علیخان کے مقرر ہونگے۔

نواب سید احمد علی خان کو جس قدر ریاست دی گئی طول مین زیادہ سے زیادہ ۵۰٫۸ میل اور عرض مین زیادہ سے زیادہ ۳۰٫۴ میل ہے کل رقبہ اس ریاست کا دیہی کاغذات کی رو سے ۸۹۹٫۲ میل مربع ہے۔ لیکن

دوسری تحقیقات کے مطابق رقبہ اس کا ½ ۸۹۲ میل مربع معلوم ہوتا ہے
اِس ریاست کی آمدنی دس لاکھ روپیہ سالانہ اُس وقت مین قرار دیکر نواب
سید احمد علی خان کے لیے مقرر کی تھی۔ ۱۱۸۸ھ ہجری مین ریاست رامپور چودہ لاکھ
چھہتر ہزار روپے کی قرار پاکر نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو عہدنامہ لال ڈانگ[له]
کے مطابق تفویض ہوئی تھی۔ اُنکے حسن انتظام سے آمدنی اسکی بائیس لاکھ روپے
سالانہ کو پہونچ گئی تھی تو اس حساب سے اصل ریاست مین سے بارہ لاکھ روپے
سالانہ کی آمدنی کا ملک کٹ گیا اور اس کاٹے ہوے ملک کی تحصیل کا سزاول نواب وزیر
کی طرف سے عطا بیگ خان عرف مرزا کلن جو پہلے اعظم گڑھ کا حاکم تھا فوج شائستہ
کے ساتھ مقرر ہوا جب یہ عہدنامہ تمہیدی تحریر ہو چکا تو صاحبزادہ سید نصر اللہ خان
روہیلون کے لشکر مین گئے اور تین لاکھ اکیس ہزار اشرفیہاے سکہ بیسور بارہ چھکڑون
مین لدوا کر انگریزی لشکر مین پہنچا دین اور چیری صاحب رزیڈنٹ کے سپرد کر دین
جو انگریزی کمپنی کی جانب سے عہدنامے کی تکمیل کا ضامن تھا۔ نواب آصف الدولہ
نے نواب سید فیض اللہ خان کے دیوان طوطا رام کو رامپور سے بلوا کر اُنکے خزانے
کا سب حساب سمجھا اُسنے جمع خرچ پورا سمجھایا اور دیوان سے ملک کی نکاسی کا حساب
لیا گیا تو بائیس لاکھ روپے سے زائد آمدنی پائی گئی۔ بعد اس کے آصف الدولہ
مع لشکر ذاتی و انگریزی دامن کوہ سے کوچ کر کے رامپور کی طرف روانہ ہوے
بعد اسکے پٹھانون کی سپاہ اپنے مورچون سے نکلی اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان
روہیلون کے لشکر کو حضرت نگر مین چھوڑ کر آصف الدولہ کے لشکر مین شریک ہو گئے

له دیکھو جنگ نامہ منظم ۱۲

آصف الدولہ نے رامپور کے قریب پہونچکر اجیت پور مین مقام کیا اور دوسرے روز
سوار ہوکر رامپور کی سیر کو نکلے کوچہ و بازار مین پھرے کئی ہزار روپیہ مساکین کو
دیا۔ جب سید نصر اللہ خان کے ڈیرے کے پاس پہونچے تو اُنھون نے ایک ہزار
اشرفیان نذر کین اور وزیر اُنکے ڈیرے مین داخل ہوے بعد اسکے آصف الدولہ
اور انگریز تمام فوج کے ساتھ ۲۵ جمادی الاولے کو بریلی کی طرف چلے گئے۔
جب دونون لشکر سرحد رامپور سے نکل گئے تو تمام پٹھان رامپور مین آکر اپنے
اپنے گھرون مین آباد ہوے۔ خاندان ریاست رامپور اور نواب سید احمد علیخان
اور سید نصر اللہ خان آصف الدولہ کے ساتھ بریلی کو چلے گئے۔ وہان ۲ جمادی الآخرے
سنہ ۱۲۰۹ ہجری مطابق ۳ دسمبر سنہ ۱۷۹۴ع کو تفصیلی عہدنامون کی تکمیل ہوئی۔ مگر
ان عہدنامون مین عہدنامہ تمہیدی کی اتنی مخالفت کی گئی کہ اُس مین تو خزانہ نواب
سید فیض اللہ خان مرحوم کا کمپنی کے پاس امانۃً رکھا گیا تھا اور اب یہ شرط لکھی
گئی کہ کمپنی نے یہ سارا خزانہ نواب آصف الدولہ کو بطور نذرانہ بابت ریاست رامپور
کے اور بعوض کل حقوق ضبطی وغیرہ مال و اسباب نواب سید فیض اللہ خان اور
نواب سید محمد علی خان کے دیدیا۔ جبکہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون نے
یہ دیکھا کہ سید نصر اللہ خان صاحب نائب ہوگئے تو انگریزون سے کہا کہ ہماری
تنخواہ کا تصفیہ کر دینا چاہیے تاکہ سید نصر اللہ خان پھر تغافل نہ کرین اس لیے
اُنکی تنخواہین بھی عہدنامے مین داخل کر دی گئین اور نواب سید فیض اللہ خان
نے جس قدر تنخواہ اپنے بیٹون کی مقرر کی تھی نواب آصف الدولہ نے اس سے زیادہ
اُنکے درماہے مقرر کیے۔

نواب آصف الدولہ کا نواب سید احمد علی خان اور اُن کے اُمرا کو خلعت عطا کرنا اور ریاست رامپور کی آمدنی کے مصارف مقرر کردینا بعد اس کے آصف الدولہ کا اودھ کو روانہ ہو جانا

معظم کہتا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے ۵ جمادی الاخرے ۱۲۰۹ھ ہجری کو اپنے دربار مین نواب سید احمد علی خان کو طلب کرکے ایک خلعت عطا کیا جس مین ایک زرین دستار اور ایک ٹوپی اور ایک سرپیچ اور کلغی اور موتیون کی مالا اور سپر اور تیغ تھی اور ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی اور پالکی بھی دی۔ جب نواب سید احمد علی خان خلعت پہن چکے تو ایک خلعت اُنکے نائب سید نصر اللہ خان کو دیا۔ پھر ریاست رامپور کے بائیس ارکان دولت کو طلب کرکے اُنکو بائیس خلعت عطا کیے۔ اور نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون کو بھی خلعت مرحمت کیے نواب آصف الدولہ نے آمدنی ریاست مین خرچ کا سالانہ اس طرح انتظام کیا کہ نواب سید احمد علی خان کی ذات خاص کے سالانہ مصارف کے لیے ایک لاکھ روپیہ سید نصر اللہ خان کے لیے سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ۔ سید حسن علی خان و سید فتح علی خان و سید نظام علی خان ابنائے نواب سید فیض اللہ خان کے لیے سالانہ بہتر ہزار روپیہ اور سید یعقوب علیخان و سید قاسم علی خان و سید کریم اللہ خان ابنائے نواب سید فیض اللہ خان کے لیے سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ اور سید احمد یار خان بن محمد یار خان پسر نواب سید علی محمد خان اور سید مصطفےٰ خان بن سید الہ یار خان خلف نواب سید علی محمد خان

کے لیئے پچیس ہزار روپیہ سالانہ اور محمد اکبر خان پسر حافظ رحمت خان کے لیے چھ ہزار روپیہ سالانہ اور بیگمات کے مصارف کے لیے اُنسٹھ ہزار روپیہ سالانہ اور نواب سید غلام محمد خان کے بیٹون کے لیے اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ۔ مجموعی تعداد ان مصارف کی چار لاکھ روپیہ سالانہ ہوئی باقی آمدنی سپاہ کے خرچ کے لیے مقرر کی اور اُس کے مطابق بند خرچ تیار ہو کر صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کو دربار مین دیدیا گیا۔ ۹ جمادی الاخرے سنہ ۱۲۰۹ ہجری کو نواب آصف الدولہ مع فوج انگریزی کے اودھ کو چلے گئے۔ اور نواب سید احمد علی خان اور اُن کے اہل خاندان و افسران فوج رام پور کو روانہ ہو گئے۔ ۱۸ جمادی الاخرے کو نواب لکھنؤ مین داخل ہوے۔ جس دن نواب کا داخلہ لکھنؤ مین ہوا تمام چوک اور دوکانین دورویہ کمال حسن و خوبی سے نقش و نگار کے ساتھ آراستہ کی گئی تھین۔ تامی اور کمخواب کے تھان دوکانون مین بچھائے گئے اور پری پیکر رنڈیان سر سے پانون تک زیور اور گران بہا پوشاکون سے آراستہ ہو کر چھتون پر کمرون مین جلوہ گر تھین اور تماشائیون کا کوچہ و بازار مین ہجوم تھا۔ نواب نے روپے اور اشرفیان محتاجون اور ارباب نشاط کو بخشین۔ ناسخ نے آصف الدولہ کی فتحیابی کی تاریخ اس طرح موزون کی ہے ؎

مژدہ اے ناسخ کہ با اقبال و جاہ ۔۔۔ بر عدو نواب آصف فتحیافت
از پئے تاریخ این فتح مبین ۔۔۔ ہان بگو۔ نواب آصف فتحیافت

تاریخ شاہیہ مین لکھا ہے کہ نواب جس قدر خزانہ رام پور سے لائے اُس مین سے بہت سا روپیہ اُن انگریزون کے عیال و اطفال کو حسب درجہ دیا جو اس لڑائی

مین کام آئے تھے چنانچہ کرنیل برنگٹن کی میم کو چالیس ہزار روپے دیے۔

نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد اور اُسکے ساتھ سلطنت اودھ کے معاملات۔ مظفر جنگ کی وفات ہونا اور اُس کا جانشین مقرر کرنے کے لیے آصف الدولہ کا فرخ آباد کو جانا

نواب مظفر جنگ ایک کمزور اور ناتجربہ کار جوان آدمی تھا۔ اُسکے ملک مین سے الماس علی خان عامل نواب وزیر نے قصبہ دھرہرہ کو ایک غیر کافی خراج پر لے لیا تھا۔ پرگنۂ حافظ متوا اور سوج ہمیشہ تاراج ہوتے رہے فتح گڑھ کے قریب کے گھاٹ اُترنے کے محصول کو نواب وزیر کے افسرون نے زبردستی لے لیا تھا۔ فرخ آباد ویران ہو گیا وہان پر کوئی مستقل حکومت کئی برسون تک نہین رہی۔ نواب آصف الدولہ اور اُنکے نائب اور لکھنؤ اور فرخ آباد کے رزیڈنٹون اور فتح گڑھ کے کمپو کے حاکمون اور نواب مظفر جنگ اور اُسکے بیس نائبون نے باری باری سے دست اندازی کی۔ اِس نواب کی بھی سرکار کمپنی مدت سے سرپرستی کرتی تھی اور نواب اودھ کی دست بُرد سے بچاتی تھی۔ اِس نواب کا ملک طول مین ۱۵۰ میل اور عرض مین ۵۰ میل تھا اور سارے ملک کی آمدنی ساڑھے دس لاکھ روپے کی تھی۔ انگلش گورنمنٹ نے مظفر جنگ اور آصف الدولہ کے درمیان ۱۷۸۶ء مین یہ عہد و پیمان کرا دیے تھے کہ نواب فرخ آباد اُس قدر سپاہ رکھے جو ریاست کے کامون کو کر سکے اور نواب اودھ ایک پلٹن اپنی سپاہ کی فرخ آباد مین ہمیشہ رکھین جو نواب فرخ آباد اور ملک کی

حفظ وحراست کرے اور ساڑھے چار لاکھ روپیہ سالانہ مظفر جنگ آصف الدولہ کو
دیا کرے۔ اپنے عہد ریاست کے اخیر حصّے مین نواب مظفر جنگ نے ساڑھے چار لاکھ روپیہ
خراج کی تخفیف لکھنؤ سے حاصل کرنے مین بہت کوشش کی اگرچہ وہ بذات خود
ایک مرتبہ وہان گیا لیکن اُسکی کوشش نے کچھ فائدہ نہین اُٹھایا۔ وہ اُس شخص
کے ہاتھ سے بچ گیا جسکو وہ یقین کرتا تھا کہ آصف الدولہ نے روپیہ دیکر اُسکے قتل پر
آمادہ کیا تھا۔ ایک شخص بھاگو خان نامی نے اس مشکل مین اُسکی جان بچائی تھی۔
نواب مظفر جنگ نے ۳۸ برس کی عمر مین ایک خفیف علالت کے بعد ۲۲ اکتوبر ۱۷۹۶ء
کو انتقال کیا زہر دینے کا شبہ کیا گیا۔ نواب آصف الدولہ اور مسٹر لیڈن رزیڈنٹ
لکھنؤ اس معاملے کی تحقیقات کرنے اور جانشین تجویز کرنے کے لیے فرخ آباد مین گئے
جھاؤلال نے چاہا کہ فرخ آباد مین بھی آتش فتنہ مشتعل ہو۔ نواب وزیر کا مزاج
اس راہ پر لایا کہ مظفر جنگ کے بڑے بیٹے رستم علیخان نے اپنے باپ کو زہر دے کر
ہلاک کیا ہے مسند نشینی کے لائق نہین مناسب یہ ہے کہ اُسکی جگہ دوسرا بیٹا امداد حسین
نصیر جنگ جو عاشق محل کے بطن سے تھا مسند نشین کیا جائے اور خداوند خان نائب
بنایا جائے۔ جب افاغنۂ مئو و شمس آباد نے جو شریک دولت فرخ آباد تھے یہ خبر سُنی
تو اُنھون نے نواب وزیر کی مداخلت خلاف سمجھ کر مفسدہ برپا کیا آخر وہ جماعت
جو خداوند خان کی مطیع تھی راجہ جھاؤلال کی پاسداری کی وجہ سے مستعد مقابلہ
ہوئی دوسری طرف سے اُمراؤ بیگم پہلی زوجہ نے بمددگاری اپنے بھائی امین الدولہ
کے اپنے بھتیجے دلاور جنگ پسر امین الدولہ کو جو اُس کا متبنّے تھا پیش کیا فریقین مقابل
نے نواب آصف الدولہ کی توجہ اور مہربانی حاصل کرنے کی کوشش کی آخرش

وہ نزاع بذریعہ مصالحت کے طے پائی جس کے بموجب نواب نصیر جنگ جو اُس وقت ۱۳ یا ۱۴ برس کا تھا بنگرانی امین الدولہ جانشین ہوا اور یہ شرط ہوئی کہ نواب کو پچاس ہزار روپیہ سالانہ ملنا چاہیے اور دوسرے معاملات مین امین الدولہ اختیار تام رکھے اور مظفر جنگ کے بڑے بیٹے پر جرم زہر خورانی ثابت ہوا۔

سرفرازالدولہ اور راجہ ٹکیٹ راے سے نواب کی ناموافقت ہونا جھاؤلال کو سلطنت کے کامون مین مداخلت کرنے سے انگریزون کی طرف سے ممانعت ہوجانا چیری صاحب کا عہدہ رزیڈنٹی سے تبادلہ علامہ تفضل حسین خان کا عہدۂ سفارت کلکتہ پر مقرر ہونا

ریاست اودھ کا حال روز بروز بدتر ہوتا جاتا تھا۔ گورنمنٹ انگریزی کا زر موعود قرض سے ادا ہوتا تھا اگر کوئی پُرانا قرض ادا ہوتا تھا تو اُس کے لیے نیا قرض لیا جاتا تھا آمدنی مُلک سے نہین ادا ہوتا تھا۔ اِس لیے سود پر سود بڑھتا جاتا تھا۔ حیدر بیگ خان کی رحلت کے بعد سرفرازالدولہ اور راجہ ٹکیٹ راے کلکتے کو گئے تھے اور جو روپیہ سرکار کمپنی کا نواب وزیر کے ذمے قسطون کی رو سے تھا اُسکی وجہ سے سود مین تیئیس لاکھ روپیہ سالانہ دینا قرار پایا تھا۔ اُن روپون کا تقاضا اہل شہر اور عاملون سے رہتا تھا۔ آخرکار ٹکیٹ راے نے نواب آصف الدولہ کے کثرت مصارف کی شکایت لکھ کر گورنر جنرل کا خط نواب وزیر کے نام اس مضمون کا

لہ دیکھو طلسم ہند ۱۲

منگایا کہ اتنا زیادہ روپیہ مصارف بیجا مین رائگان خرچ ہوتا ہے اگر اس کے عوض
خزانے مین جمع ہو تو کسی ضرورت کے وقت کام آئے نواب وزیر اس مضمون سے
تاڑ گئے کہ یہ آتش افروزی ٹکیٹ راے کی ہے ورنہ انگریز کچھ ہمارے ناصح نہین سوجہ
سے ٹکیٹ راے نواب کی نظرون سے گر گیا اور اُس کے معزول کرنے پر آمادہ ہوے
سنہ ۱۲۰۱ ہجری مین ٹکیٹ راے نے ایک فرد مہاجنان شہر کے قرضے کی تعدادی
پچھتر لاکھ روپیہ فاضلات کی خزانچی سے لکھوا کر نواب کے ملاحظے مین گذرانی اور
عرض کیا کہ اس کا سود باعث نقصان سرکار ہے چونکہ نواب وزیر کو توجہ کاغذات
کی جانب بہت کم تھی دیکھ کر نہایت برافروختہ ہوے اور غضب مین آکر راجہ
جھاؤلال کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ جب تک حیدر بیگ خان زندہ رہا ہمکو حساب
و کتاب کی تکلیف نہین دی جبکہ ہم بذات خاص متوجہ اس کام کی طرف ہون تو یہ
کارپرداز لوگ جو لاکھون روپیہ اپنے حقوق کا لیتے ہین محض بیکار ہین یہ سُن کر پہلے
جھاؤلال خاموش رہا جب دوبارہ نواب وزیر نے ارشاد فرمایا اُسوقت جھاؤلال
نے عرض کیا کہ راجہ ٹکیٹ راے شہر کے مہاجنون سے سازش رکھتا ہے اور بیجناتھ
جو خزانے کا داروغہ ہے وہ ٹکیٹ راے کا بھائی ہے اور اُس کو آج اس قدر مقدرت
حاصل ہے کہ چاہے تو چاندی کی عمارت تعمیر کرے اور یہ سب دولت حضور کی بدولت
ہے۔ نواب آصف الدولہ نے جھاؤلال کو حکم دیا کہ مہاجنون کو اپنی حویلی مین یا راجہ
بھوراج کے مکان مین بلاکر بات چیت کرے اور رلے بالک رام امین محاسبہ کا ہو۔ غرض
بہت سی تفتیش و تحقیق کے بعد حسب فیصلہ بالکرام کل گیارہ لاکھ روپیہ مہاجنون کا نکلا
باقی سب حساب مصنوعی تھا۔ اس جرم مین بیجناتھ خزانچی عہدے سے علیحدہ ہوا اور یہ کام بھوراج کو

دیا گیا جب ٹکیت رائے نظر دونسے گر گیا تو سرفراز الدولہ کے ذریعہ سے مسٹر چیری صاحب رزیڈنٹ سے میل جاہا
اور سلسلہ جنبانی کی مگر کوئی بات سود مند نہوئی جسوقت راجہ ٹکیت رائے نے پھر کاغذات درست کر کے پیش کیے
توسرفراز الدولہ اور رزیڈنٹ کی سفارش سے اُسکو دوبارہ دیوانی اور پیشکاری کا
خلعت مرحمت ہوا۔ مگر نواب آصف الدولہ کا دل اُس سے اب بھی غبار آلودہ رہا۔
بلکہ سرفراز الدولہ کی طرف سے بھی مزاج مین کدورت آگئی۔ رزیڈنٹ نے نواب کو
مشورہ دیا کہ بخشی گری کی خدمت سرفراز الدولہ کے فرزند کے نامزد ہونی بہتر ہے
اور دیوانی کا تعلق راجہ ٹکیت رائے سے مناسب ہے اور جھاؤ لال مصاحبت
مین رہے اور باہم کوئی شخص کسی کے عہدے مین دست اندازی نکرے اور جھاؤ لال
خزانے کے کام پر رہے۔ نواب وزیر نے سرفراز الدولہ سے کہا کہ تم ہمارے نائب ہو
تم کو جھاؤ لال خیر خواہ پر نظر التفات لازم ہے اور ٹکیت رائے بدخواہ کو موقوف کرنا
مناسب ہے۔ مگر سرفراز الدولہ کو ٹکیت رائے کا عزل منظور نہ تھا نواب وزیر نے
کاغذات گذرانیدۂ ٹکیت رائے کو جعلی قرار دیا اور سرفراز الدولہ کے بیٹے کو کم سنی
کے سبب سے یا تکدر خاطر کی وجہ سے بخشی گری نصیب نہوئی یہ خدمت مرزا جعفر کو
ملی جھاؤ لال کو مرزا جعفر اور راجہ ٹکیت رائے کا عزل منظور تھا۔ اس کارروائی
کی وجہ سے نواب وزیر اور مسٹر چیری صاحب مین رنجش پیدا ہوگئی۔ چیری صاحب
۱۲۰۰ھ ہجری سے رزیڈنٹی لکھنو پر مقرر تھا۔ نواب نے سر جان شور صاحب گورنر جنرل
کو چیری صاحب کے تبادلے کے لیے لکھا اُنھون نے اُس کو اودھ سے بنارس کو
بدلدیا اور وہان محکمۂ اپیل کا حاکم اعلیٰ کر دیا اور چیری صاحب کی جگہ مسٹر لیڈن
جو بنارس مین مقرر تھا ماہ ربیع الاول ۱۲۱۱ھ ہجری مطابق ۱۷۹۶ء مقرر ہو کر

آیا اور گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ کو تحریر کیا کہ ہم نے آپکی خواہش کے مطابق چیری صاحب کو لکھنؤ سے علحدہ کیا اب مناسب ہے کہ جھاؤلال کو آپ کسی کاروبار سلطنت مین مداخلت نہ دین اُس کو معطل کردین۔ مگر نواب وزیر نے جھاؤلال سے لطف وکرم کم نہ کیا اور جھاؤلال نے بہت کوشش کی اور منشی عبدالقادر کی معرفت مسٹر لیڈن رزیڈنٹ سے موافقت اور صفائی چاہی۔ مگر مسٹر چیری ایسی قباحتین نہ لکھ گیا تھا جو رزیڈنٹ حال کے مزاج کی اصلاح ہوتی۔

تفضل حسین خان کے نام عہدۂ سفارت کلکتہ قرار پایا۔ وہ کلکتے کی جانب روانہ ہوے اور راجہ گوبندرام قوم ناگر جو اس سفارت پر مامور تھا موقوف ہوا۔

نواب آصف الدولہ کی دادی کا انتقال

شجاع الدولہ کی ماں نہایت عابدہ تھین دین کے کامون مین سرمو احتیاط کو ہاتھ سے نہین دیتی تھین۔ اگلے زمانے کے عابدون کی جو باتین کتابون مین دیکھی ہین وہ اس نیک بی بی مین جمع تھین۔ حیا وعفت اور عدالت وسخا غرض کوئی ایسی صفت نہوگی جو اُن مین موجود نہو اور باوجود ان اوصاف کے طنطنۂ شجاعت سے بھی خالی نہ تھین حالانکہ عورتون مین ایسی ہمت نہین ہوتی ہے ان کی ہمت کے واقعات پہلے مذکور ہوچکے ہین۔ اُنھون نے اپنی نماز کے لیے فیض آباد مین زمیندارون اور مالکون سے زمین مول لی تھی۔ نواب شجاع الدولہ نے اِنکے لیے دریا کے کنارے پر ایک عمدہ مکان تیار کرانا شروع کیا تھا اس وجہ سے یہ موتی باغ مین رہتی تھین

مکان ابھی ناتمام تھا کہ شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا پھر اُنھون نے اپنی سکونت اسی باغ مین رکھی۔ چند چھوٹے چھوٹے ضلع جیسے علی گنج فیض آباد کے پاس اور رائے گنج اودھ مین اور ضلع بھٹائی متصل سلون وغیرہ اپنے متعلقین کے لیے لیکر اُنکی آمدنی پر قانع تھین اور ہمیشہ عبادت و ریاضت مین بسر کرتی تھین انکے خواجہ سراؤن مین معزز آدمی یہ لوگ تھے محرم علی خان ناظر التفات علی خان جاوید علی خان۔ مطبوع علی خان۔ میان بہرہ یاب۔ سخن فہم۔ میان شفقت۔ میان دانا۔ میان بختاور۔ سرہوش عرف فراست علی وغیرہ انھین سے ہر ایک کے ساتھ رفیق و ندیم اور ملازمون کی جماعت حویلی کی محافظت کے لیے رہتی تھی جو پانسو آدمیون کے قریب تھے۔ اور اچھے اچھے حکیم اور امیرزادے جو دلّی کی تباہی کی وجہ سے نکل کھڑے ہوے تھے اُنکی سرکار سے معقول تنخواہین پاتے تھے۔ بیگم کی سرکار کا رویّہ عہدِ عالمگیری اور نادر شاہی اُمرا کی وضع پر تھا۔ جب انکی سواری نکلتی تو جلو مین عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوے خاص بردار ہوتے نشان اور نقارہ ہاتھیون پر آگے آگے چلتا اور سواری بھی آہستگی اور وقار کے ساتھ قدم بہ قدم چلتی۔

فیض بخش کہتا ہے کہ ایسا سُننے مین آیا ہے کہ جب شجاع الدولہ اِنکے شکم مین تھے اور حمل چھ ماہ کا ہو چکا تھا تو بیگم نے خواب مین دیکھا کہ ایک شخص لکڑی کے تختے پر کچھ لکھ رہا ہے اُنھون نے اُسکا نام پوچھا اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم کیا لکھ رہے ہو کاتب نے جواب دیا کہ تمھارے پیٹ مین بیٹا ہے اُسکی عمر مین جو کچھ واقعات اُس کو پیش آنیوالے ہین وہ قلم بند کر رہا ہون پھر بیگم نے پوچھا کہ اُسکی عمر کے سال کی لکھی ہے

کاتب نے جواب دیا چالیس سال کی بیگم نے کہا یہ تو بہت کم لکھی ہے اور بڑھانا چاہیے
اُسنے دو عدد اور بڑھا دیے بیگم نے کہا کہ یہ کیا بڑھانا ہے چالیس مین اور دو مین
کچھ زیادہ فرق نہین ہے کاتب نے کہا کہ تمھاری خاطر سے دو اور بڑھائے
دیتا ہون بیگم نے خوشامد کی کہ اور بڑھائے وہ غائب ہو گیا بیگم بیدار ہوئین تو سمجھین
کہ یہ یون ہی خواب وخیال ہے لیکن بوجہ بشریت کے دل مین دغدغہ بنا رہا۔
جب نواب شجاع الدولہ کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی اور روہیلون کی
مدد کے لیے رام گھاٹ کا سفر پیش آیا تو بیگم نے چاہا کہ کعبۃ اللہ کو چلی جائین اور
وہان رہ جائین اگر کوئی حادثہ بیٹے پر واقع ہو تو ایسے روز بد کو آنکھون سے
نہ دیکھین اور نواب سے اس بات کی اجازت منگائی اُنھون نے جواب مین لکھا
کہ غلام بھی زیارات کا ارادہ رکھتا ہے اگلے سال ہم کاب چلے گا توقف فرمائیے
دوسرے سال روہیلون سے لڑائی پیش ہوئی اگرچہ نواب کو فتح حاصل ہو گئی
مگر بیگم کے دل مین وسواس رہا اسلیے لکھنؤ سے بسولی کو نواب کے لشکر مین چلی گئین
اور اُنکے ساتھ ساتھ فیض آباد آئین نواب کے مرنے کے بعد پھر فیض آباد سے
نہ نکلین صرف دو مرتبہ لکھنؤ کو آصف الدولہ کی خاطر سے جانے کا اتفاق ہوا
وزیر علی خان کی شادی سے واپس آنے کے بعد پھر کہین جانا نہوا ہر سال
تین ماہ کے روزے رکھتی تھین اور موتی باغ کے عقب مین عالیشان مسجد اور
امام باڑہ بنوایا بارہ برس تک سہ ماہہ روزون کا معمول رہا ۸ ذیقعدہ
سنہ ۱۲۱۰ ہجری کو ظہر کی نماز مین مشغول تھین عین سجدے مین عالم جاودانی
کی راہ لی ستتر سال کی عمر پائی بنگلہ خراب شد (۱۲۱۰) تاریخ وفات ہے

گلاب باڑی مین شجاع الدولہ کے پہلو بہ پہلو دفن ہوئین - انکے تمام خواجہ سراؤن
مین مطبوع علی خان صاحب اختیار و اعتبار - آسودہ - ہوشیار اور صاحب تدبیر
تھا اسکی رفاقت مین بہت سے مغل اور شیخ جو صلاح و تقوے سے آراستہ تھے رہتے
تھے - بیگم کے پاس - روپے اشرفیان - جواہرات قیمتی دوشالے اور دوسرے نفیس
اور بیش قیمت کپڑے و اسباب نایاب کثرت سے تھا جو برہان الملک کے عہد سے جمع ہوتا
رہا تھا ان چیزون کو مطبوع علی خان نے چھپا چھپا کر اپنے ان صاحب اتقا مصاحبون
کے پاس جمع کر دیا کیونکہ یہی لوگ اُسکے پُرانے رفیق اور معتمد تھے - آصف الدولہ
کی طرف سے تحسین علی خان خواجہ سرا ضبطی کے لیے آیا اور اُس نے حساب فہمی کے واسطے
سب کو نظر بند اور قید کر لیا اور اپنے ہمراہ لکھنؤ لے گیا نواب آصف الدولہ نے
مطبوع علی خان کو پاس بلا کر اپنے سر کی قسم دے کر مال و اسباب کا حال دریافت
کیا اِس نمک حرام نے جس قدر جمع کرایا تھا وہی بتایا اور نواب کے سر پہ ہاتھ رکھ کر
جھوٹی قسم کھا گیا حالانکہ بڑی چوری کی تھی لیکن یہ شخص بھی اپنی زشت کرداری
کے ثمرۂ مفید سے محروم رہا اُسکے متقی اور پرہیز گار تیس سال کے رفیقون نے
ایک چیز واپس ندی اور وہ افشائے راز کے خوف سے خاموش تھا - بیگم مرحوم
کی پردہ نشین کنیزون کو قلعہ کے ایک پرانے مکان مین اِس طرح رکھدیا جیسے
مٹکے مین غلہ بھر دیتے ہین اور گذر اوقات کے لیے دو دو تین روپے تنخواہ کر دی
اور یہ جو کچھ عمل مین آیا بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کا طفیل تھا -

بعض کتابون مین بیگم کے بھولے پن کی ایک حکایت نظر سے گذری ہے
بیگم کی ہوشیاری اور سمجھ اور طبیعت کے سامنے بعید معلوم ہوتی ہے کہ سکھ چین نام

اُنکی لونڈی اُنکے خزانے کی کلید دار تھی۔ جب سکھ بچن کو روپے کی ضرورت ہوتی تو بیگم صاحبہ سے عرض کرتی کہ روپون کے توڑون کو دھوپ دینے کا حکم ہو جائے اور اُن سے اجازت لے کر تھیلیان دھوپ مین رکھواتی جس قدر ضرورت ہوتی روپے لے لیتی اور شام کے وقت پھر تھیلیان خزانے مین رکھ کر بیگم سے عرض کرتی کہ آج اس قدر روپیہ دھوپ مین خشک ہو گیا بیگم صاحبہ اس دروغ کو سچ سمجھ کر کبھی مزاحمت نہین فرماتی تھین۔

جس زمانے مین مطبوع علی خان اور محرم علی خان ناظر بیگم کے اموال کی بازخواست مین گرفتار تھے اُس زمانے مین جواہر علی خان نواب کی ماں کی طرف سے سال گرہ کے موقع پر نواب کے لیے خلعت لے کر فیض آباد سے لکھنؤ کو گیا تھا آصف الدولہ نے جواہر علی خان سے کہا کہ دادی صاحبہ کے دوتحانے مین جمع خرچ کا کاغذ نہ تھا اِسلیے اُنکے خواجہ سرا اِس مصیبت مین گرفتار ہین مین نے سُنا ہے کہ والدہ صاحبہ کے دوتحانے مین بھی کاغذ درست نہین ہوتا ہے یہی سلوک تمھارے ساتھ کیا جائے گا خبر دار رہنا چاہیے ابتدا سے آمد و خرچ کا کاغذ درست رکھنا چاہیے جواہر علی خان نے عرض کیا بہت خوب لیکن دل مین ڈر گیا اور ہمیشہ اس غم مین گھلتا رہا خدا کی شان تو دیکھیے کہ نواب اِس فرمانے سے ایک سال اور کئی ماہ کے بعد مر گئے اور اُن کی ماں نے لکھنؤ پہونچکر اُنکی سرکار مین سے اکثر سامان جیسے ہاتھی خیمے بھینسین نیل گائین بیل اور بہر شیر وغیرہ منتخب کر کے لیے اور اپنے ساتھ فیض آباد کو لے گئین۔

جھاؤلال کی سرکار وزیر مین خیر خواہیان اور انگریزون کی طرف سے مخالفانہ خیالات ۔ جس کی پاداش مین پٹنے کی طرف جلاوطن کیا جانا۔ شاہ ابدالی کی چڑھائی کے حیلے اور اودھ کی اصلاح کے نام سے گورنر جنرل کا قلعۂ الہ آباد مین سپاہ فراہم کرنا

راجہ جھاؤلال نے منشی غلام قادر خان میر منشی رزیڈنٹ کا تھوڑا سا سہارا پانے پر دست تسلط سلطنت کے کامون مین دراز کیا اور سرداران سپاہ اور نواب کے عزیز و اقارب اور نواب برہان الملک اور صفدر جنگ کے پسماندون کے بہت سے مصارف کم اور موقوف کر کے ایسی بچت پیدا کی کہ ڈیڑھ کرور روپیہ انگریزی مہاجنون کا جو راجہ ٹکیٹ رائے کے وقت سے سلطنت کے دوش پر واجب الادا تھا چکایا اور خزانے سے نقد چالیس لاکھ روپے لے کر سب انگریزون کا قرضہ بیباق کیا اور جو کچھ فی الجملہ باقی رہا اُس کو بلاسود چھ برسون پر قسط بند کیا۔ اور اسکے سوا کچھ زر نقد بھی خزانے مین جمع کیا اور نواب کے اُمور خانگی مین بھی خیر خواہیان کین۔ نواب وزیر اکثر زبان سے فرمایا کرتے تھے کہ مرزا حسن رضا خان اور ٹکیٹ رائے نے ہمارا گھر برباد کیا مگر جھاؤلال نے پھر سر نو قائم کیا اُنکو اپنے نائب حسن رضا خان اور راجہ ٹکیٹ رائے سے قلبی نفرت تھی انکو وہ اپنا عذاب جان اور

وہاں خاطر جانتے تھے۔ جھاؤلال پر مرتے تھے اسی کو اپنا نائب بنانا چاہتے تھے
اِس منظور نظر کی خاطر سے اُنھون نے نیابت کا کام ظاہر مین اپنے ہاتھ مین لیا اور
حقیقت مین اُس کو دیدیا۔ جھاؤلال نے جس طرح ریاست کا اندرونی انتظام
درست کیا گورنر جنرل اور اُنکی کونسل سے موافقت پیدا نکر سکا بلکہ جو کچھ اُسکے ہاتھ
سے وقوع مین آیا وہان کے خلاف تھا۔ تفصیل اُسکی یہ ہے کہ جب راجہ جھاؤلال
گورنر جنرل اور انکی کونسل کے ساتھ صفائی ہونے سے مایوس ہوا۔ تو اُس نے
در پردہ نامہ و پیام کالپی کے مرہٹون سے شروع کیا اور جو لڑکا جھاؤلال کا
نجبن طوائف کے بطن سے تھا اُسکو ہمت بہادر کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا اور
اپنی بیٹی کی شادی ہمت بہادر کے فرزند کے ساتھ کردی تاکہ سلسلۂ اتحاد مضبوط ہو
اور ایک بیٹی محمد بخش خان کے ساتھ منعقد کی یہ شخص ترک تورانی شاہجہان آبادی
تھا اور رامپور سے عمر خان بڑمونچھے کو بُلا کر نواب کی سرکار مین نوکر رکھوایا اور
منظور تھا کہ سید نصر اللہ خان کو نواب سید احمد علی خان والی رام پور کے عہدۂ نیابت
سے موقوف کرکے عمر خان کو رامپور کا نائب بنائے تاکہ افاغنۂ رامپور اور تورانیان
شاہجہان آباد اور مرہٹان کالپی کی ملت ضرورت کے وقت کام آئے اور جبکہ
زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ ابدالی کی لاہور کی طرف آمد کی خبر مشہور ہوئی تو راجہ
جھاؤلال نے یہان سے شاہ کی خدمت مین نیازمندی کے خفیہ پیام بھیجے اور
اُن سے موافقت چاہی اور قلعہ الہ آباد کی مرمت شروع کرائی اور یہ مشہور کیا
کہ اگر ابدالی کی فوج اودھ پر چڑھائی کرے گی تو قلعہ الہ آباد مین پناہ لی جائیگی
اور جھاؤلال نواب وزیر کو صلاح دیتا تھا کہ حضور لکھنؤ سے قدم باہر رکھین۔

یہ تمام خبرین کونسل کلکتہ تک پہونچین گورنر جنرل اور اُنکی کونسل کو گمان ہوا کہ جھاؤلال نواب وزیر کو آمادۂ مخالفت کرتا ہے گورنر جنرل نے اِس حیلے سے کہ اگر ابدالی کا لشکر ادھر رُخ کرے گا تو ہم تدارک کرینگے قلعہ الہ آباد مین انگریزی فوج جمع کرنی شروع کی۔ جبکہ زمان شاہ کو اخبار اور ہوا خواہان دولت کے عرائض سے دریافت ہوا کہ اُنکے سوتیلے بھائی محمود نے جسکو وہ ہزیمت دیکر ترکستان کے پہاڑون کی طرف بھگا آئے تھے ہرات کی طرف سر نکالا ہے تو وہ قندھار کی طرف لوٹ گئے۔ گورنر جنرل کا مدعا قلعہ الہ آباد مین فوج کے جمع کرنے سے یہ تھا کہ لکھنؤ کی حالت کی اصلاح کرین۔

نواب کے ملک مین انگریزی سپاہ بڑھتی جاتی تھی۔ وارن ہیسٹنگز کے وقت مین ایک برگیڈ سپاہ رہتی تھی۔ لارڈ کارن والس کے زمانے مین دو برگیڈ رہنے لگے اور نواب کی نالیاقتی[۵۱] اور بدانتظامی کے باعث سے کمی روپے کی ہو کر پچاس لاکھ روپے اُسکے لیے جانے لگے اب اُس سے بھی زیادہ سپاہ رہنے لگی کیونکہ نواب مین نہ خود لیاقت تھی نہ اُنکی سپاہ اس قابل تھی کہ مُلک کا انتظام کرسکتی اگر پوچھو تو یہ سودا مُفت تھا کہ ملک کی حفاظت غیرون کی سپاہ سے اُسکی چوتھائی آمدنی مین ہوتی تھی اس سے زیادہ کیا سودا سستا ہوسکتا تھا[۵۲] ۲۲ اپریل ۱۷۹۶ء کو کورٹ ڈائرکٹرز نے گورنر جنرل کو لکھا کہ بنگال مین جو دو رجمنٹین ہندوستانی سوارون کی ہین اُن مین دو اور رجمنٹون کا اضافہ ہوا اور سرکار کمپنی کا خرچ نہ بڑھے اِسلیے نواب آصف الدولہ

۵۱ یہ الفاظ نواب کی شان مین جلد دوم عہدنامجات مین مندرج ہین ۱۲

۵۲ دیکھو تاریخ منشی ذکاءاللہ صاحب ۱۲

کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے نکمے سوار موقوف کردین اور اُنکی تنخواہ کی بچت سے
ان سوارون کی رجمٹون کی تنخواہ دیا کرین - جب نواب سے یہ درخواست
کی گئی تو اُنھون نے صاف انکار کردیا تھا - مارچ ۱۷۹۷ء مطابق ۱۲۱۱ ہجری
مین سر جان شور گورنر جنرل نے علامہ تفضل حسین خان کو ساتھ لے کر کلکتے سے
زمان شاہ ابدالی کے تدارک کے حیلے مین کوچ کیا - اور بنارس مین آئے اور
یہان سے بھی انگریزی فوج اُٹھا کر لکھنؤ کی طرف روانہ ہوے - نواب وزیر نے
استقبال کر کے ملاقات کی - دو مطلب گورنر جنرل کے تھے ایک یہ سوارون کا خرچ
نواب اپنے ذمے لین جس سے وہ قطعی انکار کر چکے تھے دوسرے انتظام مُلکی مین اصلاح
کرین - گورنر جنرل کا کہنا خالی نہ گیا اس شامت[1] کے مارے نواب نے مان لیا کہ
اگر ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ خرچ نہ ہو تو ایک رجمٹ گورون
کے سوارون کی اور ایک ہندوستانی سوارون کی بڑھانی منظور ہے - گورنر جنرل
اور آصف الدولہ دونون لکھنؤ سے بھی آگے کو بڑھ گئے تھے - جبکہ زمان شاہ
کی واپسی کابل کی خبر ملی تو گورنر جنرل ماہ شوال ۱۲۱۱ ہجری مین وزیر سے
رخصت ہو کر بنارس کی طرف سدھارے[2] - چلتے وقت گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ
سے درخواست کی کہ جھاؤ لال کو جسکی ذات سے مفسدہ پردازی اور فتنہ انگیزی
کی اکثر خبرین مسموع ہوتی ہین ہمارے حوالے کرین نواب سے اس وقت مین
کہ عالم مجبوری تھا بجز اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ جھاؤ لال کو حوالے کیا گورنر جنرل نے

[1] یہ لفظ منشی ذکاء اللہ صاحب کا عطیہ ہے ۱۲

[2] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

اُسکو پٹنے مین بھیجدیا اور پانچہزار روپیہ ماہوار مقرر کردیا۔ اُسنے وہان عالیشان عمارت بنوائی اور ہمیشہ تعزیہ داری بڑے تکلف سے کرتا تھا۔ سنہ ۱۲۳۰ہجری مین بستر بیماری پر قضا کی اور انتقال کے وقت اپنے دفن کے لیے بوضع اسلام وصیت کی اُس کے تکلفات اور عیش وعشرت کا یہ حال تھا کہ جبکہ لکھنؤ مین رہتا تھا تو کھانا کھانے کے وقت اُسکے اُس فرش پہ جسپر کھانا کھاتا ایک طرف روبرو مسلمان طوائفین بیٹھتی اور ناچتی گاتی تھین اور دوسری جانب ہندو کھانا کھانے مین مشغول ہوتے تھے۔ غرضکہ اُس کا تمام خاندان مطیع الاسلام تھا۔ اُسکی چند بیٹیان نجبن طوائف سے تھین جن مین سے ایک بیٹی نواب اشرف علی خان کے خاندانین مرزا بھورا ولد مرزا ابراہیم کے ساتھ منسوب ہوئی تھی۔ نجبن طوائف کے بطن سے جس قدر اولاد تھی راجہ جھاؤ لال کے انتقال کے بعد اُسکے تمام متروکے پر متصرف ہوئی کیونکہ کوئی بیٹا ہم قوم عورت سے نہ تھا۔ نجبن جھاؤ لال کے بعد چند مُدّت راے بالک رام سے متفق رہی اِس وجہ سے اُس کا درماہہ جاری رہا تھوڑے دنون کے بعد ان دونون مین نزاع خفیف پیدا ہو گئی اس عرصے مین نجبن نے انتقال کیا۔ اور رلے بالکرام نے بھی راجہ جھاؤ لال کے بعد ترک لباس کیا۔ جھاؤ لال کے بعض پسماندون نے انگریزی سردارون کا توسل پیدا کر کے اپنے اندوختے سے اوقات معمولی مقرر رکھ کر اعزاز و امتیاز کے ساتھ بسر کی۔ بریلی مین بالکرام کے جس قدر گانؤن تھے وہ اُس کے بیٹے رتن سنگھ کے نام سرکار انگریزی کی طرف سے بحال ہے۔

سلطنت اودھ کی نیابت پر تفضل حسین خان علامہ کا مامور ہونا

پٹنے کی طرف جھاؤ لال کی روانگی کے بعد گورنر جنرل نے آصف الدولہ سے کہا کہ نیابت کا کام بدستور مرزا حسن رضا خان سے لیا جائے اور پیشکاری و دیوانی کا کام راجہ ٹکیٹ رائے کے سپرد کیا جائے نواب وزیر کا مزاج جھاؤ لال کے جانے کی وجہ سے نہایت افسردہ ہو رہا تھا اُنھون نے یہ جواب دیا کہ اگر انھین دونون شخصون کو نیابت اور دیوانی دینی منظور ہے تو مین عتبات عالیات کی طرف روانہ ہوتا ہون منیب بھی دوسرا پیدا کرنا چاہیے مین تبدیل لباس کرونگا یہ جواب سنکر گورنر جنرل نے تامل کیا کچھ دنون اہل شہر کو الماس علیخان خواجہ سرا کی طرف نیابت کا گمان تھا رزیڈنٹ نے بھی اسی کو تجویز کیا تھا جسدن یہ ارادہ ہوا کہ اُسکو آج خلعت نیابت دیا جائے اُسی دن چٹھی ممنوعی گورنر جنرل کی آگئی اِسلیے لمسڈن صاحب رزیڈنٹ نے یہ ارادہ موقوف کیا آخر کار گورنر جنرل کی سفارش اور مشورے سے نواب وزیر نے تفضل حسین خان کو جنکی ذہانت اور لیاقت پر گورنر جنرل کو اعتبار تھا سلطنت کے کام کے لیے تجویز کیا اور اُن کو طلب کر کے اُنکی گردن مین ہاتھ ڈالکر کہا کہ اب میری عزت و آبرو تمھارے ہاتھ مین ہے نیابت قبول کرو اُنھون نے چار ونا چار قبول کی اور خلعت سے مخلع ہوے جیسا کہ تاریخ شاہیہ مین ہے۔ تفضل حسین خان نے اکرام اللہ خان کی معرفت سرفراز الدولہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ مین نے بہت سا خون جگر کھایا تھا کہ

کار و بار سلطنت کا حل و عقد بدستور آپ سے متعلق رہے لیکن اُسکے خلاف ظہور مین آیا امید ہے کہ اب آپ اس بات کا ملال نفرمائینگے۔ سرفراز الدولہ نے یہ خبر سُن کر اظہار مسرت کیا اور حضرت عباس کی حاضری منگا کر تقسیم کی اور خان موصوف سے کہلا بھیجا کہ اس بات سے ہم بہت خوش ہوے۔

تفضل حسین خان کا سلسلۂ نسب یون ہے کہ سیف اللہ خان اور کرام اللہ خان دو حقیقی بھائی لاہور مین رہتے تھے۔ سیف اللہ خان کے پانچ بیٹے تھے (۱) رحمت اللہ خان کہ عدالت بنارس کچھ دنون اس سے متعلق رہی (۲) انعام اللہ خان یہ شخص لکھنؤ مین رہتا تھا (۳) احسان اللہ خان (۴) افضل اللہ خان (۵) اکرام اللہ خان ان پانچ بیٹون کے سوا دو بیٹیان تھین جن مین سے ایک بیٹی محمد حسین خان کے بیٹے کے ساتھ منسوب ہوئی اور دوسری بیٹی سلام اللہ خان پسر میر محمد کے ساتھ منعقد تھی۔ سیف اللہ خان کا بھائی کرام اللہ خان مدت تک نواب معین الملک عرف میر منو صوبہ دار لاہور پسر قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی طرف سے وکالت پر مقرر رہا اور تین لاکھ روپیہ سالانہ پایا کیا۔ تفضل حسین خان اسی کرام اللہ خان کے بیٹے ہین قصبۂ سیالکوٹ مین پیدا ہوے تھے دلی مین آکر مولوی نظام الدین کے حلقۂ درس مین داخل ہوے اور علم ریاضی خیر اللہ مہندس سے سیکھا۔ ملا نظام الدین کے بعد لکھنؤ کو چلے گئے۔ اور فرنگی محل مین ملا حسن سے استفادہ کیا سبق کے وقت حاکمانہ اعتراض کرتے ملا حسن خفا ہو کر کتاب کو زمین پر دے مارتے تھے آخر کار اپنے حلقۂ درس مین آنے کی ممانعت کی۔ بعد ابو الفضل اور سعد اللہ خان شاہجہانی کے علامہ کا خطاب اگر ہوا تو تفضل حسین خان کے لیے تسلیم ہوا ہے۔ اُنھون نے

انگریزی اور لاطینی زبان بھی سیکھی تھی نیوٹن صاحب کے ڈفرنشل وغیرہ کا ترجمہ
فارسی مین کیا تھا۔ غرضکہ تفضل حسین خان رفتہ رفتہ یعقوب علی خان خواجہ سرا
کی وساطت سے شجاع الدولہ کے حضور تک پہونچگئے اور اُنکے بیٹے یمین الدولہ
سعادت علی خان کی اتالیقی پر مقرر ہو گئے۔ جسوقت یمین الدولہ الہ آباد مین تھے
تو خان مذکور مصروف مطالعہ رہتے تھے۔ اور مولوی سید دلدار علی جو اثنا عشریون
کے مجتہد تھے اُنکی وکالت کرتے تھے اور مولویان عصر سے مباحثہ رہتا تھا تفضل حسینخان
کے آبا و اجداد حنفی مذہب رکھتے تھے۔ اُنھون نے اپنی ذات سے اثنا عشری مذہب
اختیار کر لیا۔ جس زمانے مین سعادت علی خان نے نجف خان کے لشکر سے لکھنؤ آنے
کا ارادہ کیا تھا تو نواب آصف الدولہ نے وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کو لکھا تھا
کہ اگر سعادت علی خان لکھنؤ مین آتے ہین تو آئین مگر تفضل حسین خان اُن کے ساتھ
نہ آئین اِسلیے تفضل حسین خان کا لکھنؤ مین آنا موقوف رہا۔ بالا بالا کلکتے کو چلے گئے
۱۷۷۹ء مین گوہد کے رانا لوکیندر سنگھ نے جو والیان دھولپور کا مورث اعلیٰ ہے
اور جسکا ملک کوہستانی بہت وسیع جمنا کے کنارے پر اودھا اور سیندھیا کے
ملکون کے درمیان مین آگرے سے ساٹھ میل پر جنوب و مشرق مین واقع تھا
انگریزون سے ارتباط پیدا کرنا چاہا جسکو سیندھیا بہت دق کرتا تھا تو گورنر جنرل نے
اُس سے ان شرائط پر عہد و پیمان کیے کہ رانا جو اکثر مرہٹون کی دست درازی سے
تنگ رہتا ہے اُسکو تو مرہٹون کے ہاتھ سے خلاصی دلانے مین انگریز امداد کرینگے
اور وہ انگریزون کی امداد اپنے لشکر سے اُس حالت مین کرے گا کہ مرہٹے متصل
کی ریاستون پر ترکتاز کرین۔ جبکہ مرہٹون نے رانا کے ملک پر حملہ کرنا شروع کیا

توکپتان پوپھم کی افسری مین ایک دستۂ سپاہ ۱۷۸۰ء مین راناکی مدد کو بھیجا گیا جسنے گوہد کے ملک سے مرہٹون کو نکالکر بھگا دیا اور مشہور قلعہ گوالیر کا بھی ۱۴۔ اگست ۱۷۸۰ء مطابق ۲ شعبان ۱۱۹۴ ہجری کو فتح کرکے راناکو دیدیا۔ تفضل حسینخان نے اُس وقت مین کمان افسر کے ساتھ جاکر رانائے گوہد کی کارروائی مین مدد کی تھی اور انگریزون مین اُن کا رسوخ پیدا ہوگیا تھا۔ ایک مرتبہ پامر صاحب کے ساتھ لکھنؤ مین آئے اور اُنکے ساتھ رامپور کو گئے ۱۷۸۳ء مین پندرہ لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان سے آصف الدولہ کو دلانے کی عوض مین نواب سید فیض اللہ خان کو فرض مدد دہی سپاہ سے بری کرایا۔ بعد اسکے تفضل حسین خان پھر کلکتے کو چلے گئے اور جبکہ وارن ہیسٹنگز ۱۷۸۴ء مین کلکتے سے لکھنؤ مین آئے تو تفضل حسین خان کو اپنے ہمراہ لاکر نواب آصف الدولہ کی ملازمت کرائی اور بہت کچھ سفارش کی آخر کار نواب نے تفضل حسین خان کو راجہ گوبندرام ناگر کی عوض مین اپنی ریاست کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس سفیر مقرر کردیا اور اب سلطنت مین عقد وحل نصیب ہوا وہ اپنے علم اور حسن تدبیر سے اُدھر معتمد سرکار انگریزی کے ادھر رکن سلطنت کے تھے تفضل حسین خان نے انتظام شروع کیا۔ سلسلہ انتظام جدید مین مرزا جعفر کو بخشی گری کا عہدہ دیا اور خلعت دلایا اور حیدر بیگ خان کے بعض رفقا کو دیوانخانہ اور کوتوالی کی خدمت پر مامور کیا۔ اور نصیر الدولہ سید معز خان کو پھر کام کا اُمیدوار کیا مگر اُنھون نے اُس زمانے مین تبدیل لباس کیا اور دنیاداری کے تعلقات کو ترک کردیا تھا اور عمر بھی زیادہ تھی اس وجہ سے نوکری اور علاقہ کچھ قبول نہ کیا۔ تفضل حسین خان نے مرزا مہدی علی کو جو سرکار وزیر

کا ایک عامل تھا اپنا مشیر بنایا گر رجب خان مذکور ریاست کے کام مین تنگ ہوتے تھے تو اکثر کہتے تھے کہ مجکو مطالعہ کتب اور مشغلہ درس و تدریس اس نیابت سے بہتر تھا۔

تاریخ شاہیہ مین لکھا ہے کہ تفضل حسین خان کتب حکمت پر متوجہ رہتے تھے اسلیے وزیر سے صحبت برآر نہوئی ۔ نواب انتظام موجودہ سے بے حد رنجیدہ تھے چنانچہ فرح بخش مین محمد فیض بخش نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ پیش از فوت خود بیک سال روبروے مردم اردلی کہ ہر وقت حاضر حضور بودند بشیتر حرف می زدند چنانچہ خبر آمد آمد زمان شاہ درین مُلک شہرت گرفت فرمودند کہ ہمہ کسان سُکّان این مُلک تماشاے آمد شاہ خواہند کرد الامن کہ نخواہم دید حسن رضا خان ماہ رمضان ۱۲۱۱ھ ہجری مین اپنے کام سے سبکدوش ہوے تھے اور ابتداے ماہ شوال سے تفضل حسین خان نے نیابت کے بوجھ بھار کو سنبھالا تھا۔

نواب آصف الدولہ کی وفات

ایک تو وزیر کو جھاؤلال کی مفارقت کا رنج تھا دوسرے نیابت کا تقرر بھی اُن کے حسب دلخواہ نہوا جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین مذکور ہے اسلیے ابھی اس تغیر کو پورا ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ اوائل صفر ۱۲۱۲ھ ہجری سے نواب وزیر کا مزاج جادۂ اعتدال سے منحرف ہونا شروع ہوا۔ ابتداءً نواب شراب پیا کرتے تھے پھر اُسکے استعمال سے توبہ کر کے بھنگ سے مشغلہ رہا اس کو چھوڑ کر

افیون پر ٹھہرے اور پہلے حقے سے طبیعت کشیدہ تھی مگراب دمساز تھا۔ مرض نے ہاتھ پانوٗن نکالے دوا اور غذا مین بے اعتدالیان واقع ہوئین اطباے حاذق جیسے شفائی خان اور حکیم صادق خان وغیرہ کہ ہر ایک صاحب تصانیف تھا معالج تھے مگر نواب وزیر کہا کرتے تھے کہ اب مین زندگی کا خواستگار نہین بلکہ عوام مین مشہور تھا کہ جھاؤلال کے جانے سے نواب وزیر کو اپنی جان عزیز وبال ہے بلکہ دوا سے اجتناب تھا آخر مین استقسا پیدا ہو گیا برف کا پانی کثرت سے پیتے رہے مرض نے طول کھینچا دوا کا استعمال بھی ترک ہوا اور علاج بھی موقوف کیا۔ اُنکی ماں بھی عیادت کو آکر برج طلائی مین اُتری تھین نواب بجت استقلال کرتے تھے بیماری کے تمام عرصے مین کبھی دنیا سے رحلت ہونے کا افسوس اور رخصت وملال کا کوئی لفظ زبان پر نہ آیا اگر کبھی کوئی اُن کا نوکر اُنکی حالت زار دیکھ کر حزن وملال کی بابت کہہ بیٹھتا تو غصے ہوکر سامنے سے دور کر دیتے۔ اگر کبھی تفضل حسین نائب یا رزیڈنٹ مزاج پرسی کے لیے آجاتے تو فوراً اپنے آپ کو درست کر کے صحیح وسالم دکھاتے اور بات چیت اُسی شوکت وطنطنے کے ساتھ کرتے جو صحت کی حالت مین دستور تھا مگر اُنکی ماں کا دل بے چین تھا جب سامنے آتین تو بے اختیار رونے لگتین اُس وقت نواب کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہو جاتے جتنی دیر دونون ماں بیٹے مقابل رہتے سوا رونے دھونے کے دوسری بات نکرتے۔ ۲۳ برس اور کچھ مہینے ریاست کی تھی کہ جمعرات کے دن ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ ہجری کو اس[له]

له مفتاح التواریخ اور فرح بخش مؤلفہ فیض بخش مین اسیطرح ہے تاریخ مظفری مین اُنکی وفات کی تاریخ سلخ ربیع الاول لکھی ہے اور سلخ اُس دن کو کہتے ہین جسکی شام کو ہلال نمودار ہو شاہ محمد اجمل کی نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسدن ۲۹ ربیع الاول تھی ۱۲

شمس جہت سے کوچ کیا۔ ۲۵ ماہ ذیقعدہ ۱۱۸۸ ہجری کو مقام فیض آباد مین مسند حکومت پر بیٹھے تھے۔ اُنھون نے اپنا دار الحکومۃ لکھنؤ مقرر کیا تاریخ مظفری کی روایت کے بموجب اُنچاس برس کی عمر پائی اور وزیر نامے سے ثابت ہے کہ وہ پچاس سال سے زیادہ عمر پاکر فوت ہوے۔ کیونکہ اواخر ۱۱۶۱ ہجری مین پیدا ہوے تھے۔ آغا محمد ندیم روضہ خوان مصنف بحر البکا نے کہ روضہ خوانی و مرثیہ گوئی اور خوش بیانی مین کمال رکھتا تھا نواب وزیر کے مدفن کی تاریخ اس طرح نکالی ہے بہنا روح و ریحان و جنات نعیم۔ نواب وزیر عتبات عالیات کے زوارون کی نہایت خبر گیری کرتے تھے سیکڑون کوٹھے خاک کربلا اور تبرکات کربلا و نجف اشرف سے معمور تھے باوجود اس حشمت و عظمت کے انتقال کے وقت جملہ کوٹھون پر دفعتہً مہر و قفل لگ گئے۔ اِسلیے مرزا حسن رضا خان کے ہان سے خاک کربلا اور اُن کا خاص کفن منگاکر دیا گیا اور وہ نواب کے نصیب ہوا اور نواب اپنے امام باڑے مین دفن ہوے۔ نواب کی سرکار مین اس وقت تک دو ہزار ہاتھی موجود تھے انکے عہد مین برف اور پھول اور گُلاب باوجود کثرت کے لوگون کو بہت کم میسر ہوتے تھے یہ جملہ چیزین سرکاری کارخانے مین جاتی تھین۔

تاریخ وفات از آغا محمد ندیم

گلشن عشرت بتاراج خزان رفت اے ندیم
شامہ استشمام حسرت مے شاید در نسیم

آصفے کین نہ صدف را ایک دُرِ شہوار بود
آن دُرِ شہوار رفت از دست در عالم یتیم

لکھنؤ بے آصف ست و آسمان بے آفتاب
شہر یونان بے مسیح و طور سینا بے کلیم

وارد آصف عشرتے در صحن آصف باغ شد | انبیا ہمدم سلیمان ہم نفس آصف ندیم
نقش بند کاف و نون بر تربت آصف نوشت | ہمنارہ روحٌ وریحانٌ وجناتُ نعیم

قطعۂ دیگر

کرد پدرود جہان را چو وزیر اعظم | ماتمش اہل جہان را ہمہ خون در دل کرد
ہاتف این مصرعۂ تاریخ وفاتش برخواند | آصف الدولہ بہ فردوس برین منزل کرد

دیگر

الٰہی آصف الدولہ بہادر | بحق نائب تو باد مغفور
نوشتم سال تاریخ وفاتش | بود با حیدر کرار محشور

دیگر

وزیر جہان آصف الدولہ رفت | بجنت چو زین خاکدان خراب
بہ شب ہاے دیجور ایام نور | بدل گشتہ در دیدۂ شیخ و شاب
زسیلاب اشک صغار و کبار | بناے امید جہان شد برآب
دریغا جگر ہاے عالم نمود | چہا آتش ماتم او کباب
ندانم چرا از سر روزگار | ید رحمت خود کشید آن جناب
پئے سال تاریخ او چون شبے | فتادم در اندیشۂ بے حساب
سحر ز آسمانم رسید این صدا | بزیر زمین حیف شد آفتاب

دیگر

کرد رحلت چو آصف الدولہ | مبتلا شد جہان بماتم و شین

ہاتفے گفت سال تاریخش | شد مزارش بزیر پاے حسین

دیگر

اے آفتاب زود بزیر زمین شدی | در ملک غیب والی تاج و نگین شدی
بے تو جہانیان بعذابِ قیامت اند | فکر جہان نہ کردی بہ خلد برین شدی

دیگر بہ تعمیہ

از وفاتش بے سر و پا گشتہ اند | نظم و نسق و ہیبت و ہمت کرم

از شاہ محمد اجمل الہ آبادی

وزیر اعظم دستور افخم | گرامی گوہرے از وُلدِ آدم
اباً عن جد امیر ابن الامیرے | اباً عن جد وزیر ابن الوزیرے
سلیمان حشمت و آصف شکوہے | فریدون صولت و در حلم کوہے
جناب آصف الدولہ کہ در جود | نظیر او بعالم کمتر ک بود
کسے از فتنہ گر جُستے پناہے | بدیدے کشورش آرامگہے
ہزاران مردم از اقصاے عالم | ہزاران یافتند از وے دراہم
نیاز اقسش بحضرت کربلا رفت | نہ پنہان بارہ بارہ برملا رفت
بمشہد مہرے آورد آن یگانہ | کہ باشد یادگارش در زمانہ
غلام ہمت او حاتم طے | بود از بندگانش معن بن لے
سراپا مظہر جود و سخاوت | ز نوشروان فزون تر در عدالت
چو خورشید زمین تابندہ میداشت | جہان را بخششِ او زندہ میداشت

اگرچه خان خانان هم بود　　امیر عالی من هم نه کم بود

درین ایام بودے خانخانان　　ازو مے خواستے انعام و احسان

دریغا رفت آن میر جوان بخت　　دریغا بست ازین دار العنا رخت

دریغا آن سپهر جود و حشمت　　بملک جاودانی کرد رحلت

ازین ملک فنا دل سیر گردید　　بملک لایزالی گنج بگزید

دریغا آن امیر پاک طینت　　که ناید کس نظیرش در بصیرت

بتنگ آمد زبس زین دار فانی　　نموده بند و بست جاودانی

بروز پنجشنبه آه صد آه　　وداع این جهان بنمود ناگاه

ربیع الاول بست و نهم بود　　که رحلت آن سپهر جود بنمود

مرا شنقار این غم چون رساندند　　نشیبا هم چو ماتم چون رساندند

چه گویم انچه شد حال دل من　　چه گویم انچه شد غم حاصل من

درانحالت بجز هرگز نماندم　　بچرخ هفتمین ناله رساندم

بغیر ناله و آه و فغان هیچ　　نبوده با من سر ناتوان هیچ

بدل حسرت به چشم اشک و بلب آه　　ز وقت شام تا وقت سحرگاه

هزاران آه مے کردم دران شب　　دهانم بود از آهم لبالب

ازان جمله شمردم چون دو صد آه　　فزودم هم بران دو آه جانکاه

شمار این دو صد آه و دو آهم　　بود بر سال ترحیلش گواهم

دگر تاریخ فوت او بناگاه　　غم آصف بگفتم با سر آه

دگر تاریخ گفته جان بر تفت　　سلیمانے نمانده آصفے رفت

بطور تعمیہ "تاریخ دیگر" + گو بخشش تمام وجود بے سر

خدایا جاے او خلد برین باد

طفیل احمد و اولاد امجاد

دیگر

آصف الدولہ وزیر اعظم ہندوستان کر در حلت گشت حال اہل عالم بس تباہ
سال تاریخ وفات آن امیر ذو الکرام گفت ہاتف عمدہ ماتم عمدہ ماتم آہ آہ

بزبان ہندی

ایک سہس آٹھ سے چون سنبت کا پرمان بارہ سے بارہ سنہ ہجری جانت سکل جہان
کوار مانس پر یو اسدی جمعرات مدھیان اٹھائیسین ربیع الاول آصف تجو پران

نواب آصف الدولہ کی ازواج و اولاد

نواب آصف الدولہ شمس النسا بیگم بنت نواب انتظام الدولہ خان خانان بن نواب قمر الدین خان وزیر اعظم ہندوستان کے ساتھ بیاہے گئے تھے۔ یہ بیگم قلعہ مچھی بھون مین رہتی تھین لاولد رہین کبھی نواب سے موافقت بھی نہ رہی نوابگنج کے قریب پرتاب گنج جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپے سال کی تھی انکی جاگیر مین تھا اور نواب آصف الدولہ کی سرکار سے ساٹھ روپے روز کا خاصہ (امرا کا کھانا) مقرر تھا نواب سعادت علی خان نے اپنے عہد مین کچھ آمدنی بازار اور گومتی کے پل کی ضبط کی تو خفا ہو کر اپنی جاگیر کو چلی گئین کرنیل بیلی صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ فہمائش کو گئے

نمانا خیال تھا کہ نواب سعادت علی خان خود منانے کو آئینگے مگر یہ خیال خام تھا
ایک مہینے کے بعد جاگیر سے الہ آباد کو چلی گئین - وہین کئی مہینے کے بعد انتقال کیا
غازی الدین حیدر بن نواب سعادت علی خان کے عہد مین اُنکی لاش لکھنؤ مین آئی
ایک ضریح چاندی کی اُنکی قبر پر بھی موافق ضریح قبر نواب آصف الدولہ کے رکھوا دی
تھی - مرزائی صاحب وغیرہ مرحومہ کے متعلقین تھے - سرکار سے اُنکے سب متعلقین کو پنشن
ملتی رہی جو نسلاً بعد نسلٍ ہے - نواب ناظر حسین علیخان کہتا تھا کہ فقط دو بیٹے برہان علیخان وغیرہ نطفۂ نواب
آصف الدولہ کسی محل سے ہوے تھے وہ سن طفلی مین مرگئے باقی اور بیٹے و بیٹیان نواب کی اولاد لطفی تھی نہ نطفی
مرزا رفیع السودا نے نواب موصوف کے اُن دونون فرزندونکی تاریخین اِس طرح موزون کی ہین -

شدم در فکر تاریخ تولد ۔۔۔ برائے آن گُلِ باغِ نجابت
کہ ہاتف گفت ناگہ از سرِ ہوش ۔۔۔ گرامی گوہرِ دُرجِ سیادت
۸۹ ۱۱

دیگر

تھا اسی فکر و سوچ مین کہ مجھے ۔۔۔ ہوا حق کی طرف سے یہ الہام
تاج اقبال سر پہ ہے اُسکے ۔۔۔ کہہ کہ ہے فخرِ مادرِ ایام
۳ ۱۱

مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ کو عورتون سے مطلق شوق
نہ تھا بلکہ اُنمین رجولیت ہی نہ تھی لیکن اُنکی محلسرا مین پانسو کے قریب خوبصورت
عورتین جمع تھین اُن مین سے کئی ایسی بھی تھین کہ اُن کو نواب نے حمل کی حالت مین
اپنی محلسرا مین داخل کیا تھا - جب کوئی بچہ ان حاملہ عورتون سے پیدا ہوتا تو
نواب خوشی کرتے اور اپنے فرزند کے طور پر پرورش فرماتے چنانچہ ایسے ساٹھ بچے
اُنکے پاس جمع ہوگئے تھے جن مین ۳۲ لڑکے اور ۲۸ لڑکیان تھین - سب سے بڑا

ہ لطفی [illegible] صاحب ۱۲

وزیر علی خان تھا۔

تذکرہ حکومتہ المسلمین مین لکھا ہے کہ یہ ایک فراش کا بیٹا تھا نواب نے اُسکو پالکر وزیر علی خان نام رکھا تھا۔

نواب آصف الدولہ کے عہد مین تعداد سپاہ

انکے وقت مین اسی ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار تھے اور بعض نے اسی پلٹنین اور پندرہ ہزار سوار بتائے ہین دکن کی مرہٹون کی لڑائی مین آصف الدولہ نے انگریزون کو بہت مدد دی اور اپنی فوج جرنیل مارٹین اور عبدالرحمن خان قندھاری کے زیر حکم بھیجی اور کرنیل گاڈر بھی گجرات اور دکن کی مہمون مین انگریزون کی کمک کے لیے مامور ہوا تھا اور گوہد وغیرہ قبضۂ و تصرف مین لایا تھا۔

نواب آصف الدولہ کا اسراف

تذکرۂ ہزار داستان معروف بہ خم خانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ انکی سخاوت ہندوستان مین ضرب المثل ہے چنانچہ مشہور ہے جسے نہ دے مولا اُسے دے آصف الدولہ یہ مثل آج تک زبان زد خاص و عام ہے انکی فیاضی کی عجیب و غریب حکایتین مشہور ہین ایک مرتبہ آپنے لاکھ دانون کی تسبیح بھولے بن کر ایک بڑھیا سے لاکھ روپے مین خرید لی کسی اور موقع پر ایک ضعیفہ کو اُسکے اس گمان پر کہ وہ کچے لوہے کی تلوار کو پارس سمجھتی تھی اُس تلوار کے ہموزن سونا دلا دیا غرباکی پرورش اور اہل کمال کی قدر افزائی کی نئی نئی تجویزین نکالا کرتے تھے داد دہش کو

بمنزلۂ ضروریات زندگی کے سمجھتے تھے۔

ایسی بخشش کس کام کی کہ اہل استحقاق حق پانے سے محروم رہین اور نامستحق ضرورت سے زیادہ پائین۔ فرح بخش مین فیض بخش نے کہا ہے کہ نواب کا اپنی سپاہ کو چڑھی ہوئی تنخواہ کے دینے کا یہ حال تھا کہ ہر کس از سپاہیان بعد یک سال وشش ماہ دعوے طلب تنخواہ مے کردند اگر تمنگان مے بودند مقابل آن بجاہاے توپخانہ وفرقۂ نجیبان راکردہ وچند کس راکشتہ مے گریزانیدند واگر نجیبان این عمل مے نمودند تلنگان رار دبرو نمودہ میراندند۔

نواب آصف الدولہ کی شاعری

نواب آصف الدولہ اُردو مین شعر بھی کہتے تھے سید محمد میر متخلص بہ سوز کے شاگرد تھے نواب کی غزلون مین بالکل اُستاد کا انداز ہے جن کی انشاپردازی کا حُسن تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوشنمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کٹورا سا دھرا ہے اور سر سبز پتون مین اپنا اصلی جوبن دکھا رہا ہے جن اہل نظر کو خدا نے نظر باز آنکھین دی ہین وہ جانتے ہین کہ ایک حسن خداداد کے سامنے ہزارون بناوٹ کے بناؤ سنگار قربان ہوا کرتے ہین وہ جیسے سیدھے سادھے مضمون باندھتے تھے ویسے ہی آسان آسان طرحین بھی لیتے تھے انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے۔ اضافت تشبیہ استعارہ۔ فارسی ترکیبین انکے کلام مین بہت کم ہین جنکے لیے استعداد علمی کے ساتھ طبیعت مین زور اور فکر مین قوت غور ضرور ہے۔ تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ

آصف الدولہ فارسی زبان مین بھی شعر کہتے تھے اور علم سیر وتاریخ مین اچھی مہارت رکھتے تھے اُنکے اُردو اشعار یہ ہین۔

بڑے شکوہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا
چلے گا رو برو کس کس کے معاملہ دل کا

یا ڈر مجھے تیرا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا
یا حوصلہ میرا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

کہتا ہے بہت کچھ وہ مجھے چپکے ہی چپکے
ظاہر مین یہ کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

موا ہے تیرے لیے تیرا عاشقِ غم کش
ذرا تو فاتحہ پڑھ چلکے تا کجا وسواس

وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرا ذمہ
ٹک اُسکی روح تو خوش ہو نہ دلمین لا وسواس

جب مرنے لگی بلبل شوریدہ قفس مین
آصف یہی کہتی تھی بہ تکرار دم نزع

صیاد تجھے بخشدیا خون مین اپنا
ٹک جاکے دکھلا مجھے گلزار دم نزع

گل ہنسکے بولا نالۂ بلبل پہ یون پتنگ
کم ظرف دیکھ ہم بھی تو آخر ہین زار شمع

رو رو کے یہ جواب دیا عندلیب نے
انصاف دل مین کیجیو لے دلفگار شمع

ہے شمع کے بھی دل مین محبت پتنگ کی
گر ہے پتنگ سوختہ جان بیقرار شمع

پروانے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام
جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع

فریاد و آہ و نالہ بھلا کس لیے کرے
جیتے موے پتنگ رہا ہم کنار شمع

گل مہربان سُنا ہے کبھی عندلیب پر
تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع

مین آہ آہ و نالہ نہ کھینچون تو کیا کرون
جلتی ہین غم سے میری رگین مثل تار شمع

جہان تیغ اُسکی علم دیکھتے ہین
وہان اپنا ہم سر قلم دیکھتے ہین

جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین
خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہین

گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دلمین
کسی کا جو نقشِ قدم دیکھتے ہین

بتون کی گلی مین شب و روز آصف | تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہین
ایک دن یار سے یہ مین نے کہا | ابتو ہم طاقت و توان سے گئے
ہنسکے کہنے لگا کہ اے آصف | یہی کہہ کہہ کے لاکھون جان سے گئے
تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے کیون گذرے | تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے
قمر کو ہوتا ہے ہر ماہ مین کمال و زوال | ترے بھی حسن کا عالم رہے رہے نہ رہے
یون فکر دل مین اگرچہ تجھے سے لگی رہے | آصف یہ شرط ہے کہ اُدھر لو لگی رہے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے | پر تجھکو چاہیے کہ تگ و دو لگی رہے

وزیر علی خان کی مسند نشینی

نواب آصف الدولہ کے نطفے سے کوئی فرزند نہ تھا ہمیشہ آرزومند رہے کہ کوئی وارث ریاست پیدا ہو لیکن نخل آرزو بارور نہ ہوا عالم مایوسی مین ایک غریب سید کے لڑکے کو نواب نے اپنی فرزندی مین جگہ دی اور وزیر علی نام رکھا۔ اسیطرح اور بھی لڑکے رضا علی۔ شجاع علی اور دیانت علی وغیرہ تھے مگر ان مین سے سوائے وزیر علی خان کے کسی نے نام اور نمود نہ پائی وزیر علی خان نہایت ذہین خوبصورت۔ ملیح۔ خوشنما تھا علم و ہنر اور انشا کی تعلیم بخوبی پائی تھی۔ خوشنویسی مین مرزا محمد علی اعجاز رقم کا شاگرد تھا اور فنون سپاہ گری رستم خان چھکیت سے سیکھے تھے۔ اسپ تازی۔ شمشیر افگنی۔ تیراندازی اور چوگان بازی مین اُسکو خوب مشق تھی۔ نواب آصف الدولہ کو اُس سے کمال اُلفت تھی۔ آصف الدولہ نے اپنے انتقال سے پیشتر وارن ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل اور لکھنؤ کے رزیڈنٹ

کے سامنے وزیر علی خان کو اپنا بیٹا کہا تھا نواب کے مرنے کے بعد جب لمسڈن صاحب
نے یہ چاہا کہ ماتم پرسی مین شریک ہو کر دولت خانے تک جاوین فوج ریاست
جو حسن باغ تک آراستہ و استادہ تھی اُس نے صاحب کو قدم بھر آگے نہ بڑھنے دیا
تفضل حسین خان نے اُنھین وہین چھوڑ کر نواب کی مان کو خبر کی محرم علی خان
اور جواہر علیخان خواجہ سراؤن کو حکم ہوا کہ صاحب کو دارالامارت تک آجانے دین
جب صاحب تن تنہا دولتخانے مین پہونچے تو نواب کی مان نے فرمایا کہ اسوقت
میری آنکھون مین جہان تاریک ہے تم اس ریاست کے وارث ہو جسے مناسب جانو
مسند پر بٹھا دو رزیڈنٹ نے کہا جسکو نواب صاحب خود مقرر کر گئے ہین اُسکے سوا
اور کون بیٹھ سکتا ہے مرزا وزیر علی خان کہ ایچ محلے مین اپنے مکتب مین تھا
تحسین علی خان ناظر کے حسب الطلب بوچے مین سوار ہو کر آیا تھا اور اُس وقت
گریبان پھاڑ کر نعش پر زار زار رو رہا تھا بیگم صاحبہ نے جواہر علی خان سے کہا
کہ سبز دوشالہ جو نواب مرحوم کے پلنگ پر رکھا ہوا تھا اسے اُڑھا دے یہ گویا
بیگم صاحبہ کی طرف سے مسند نشینی کا خلعت تھا اُسی وقت توپون کی شلک کا حکم ہوا
ارکان دولت نے وہین نذرین گذرانین اور مرزا حکومت پر کسی کی بے مدد
قابض اور مالک ہو گیا اور دوسرے حقدار جو اسکے متمنی تھے افسردہ خاطر ہو کر
چلے گئے مسند نشینی کی باضابطہ رسم اور نذرین مکان باولی مین ہوئین ؎

بعد نواب آصف الدولہ — کہ صفاتش چو مہر و ماہ جلی ست
گردہ شد جانشین وزیر علی — مقتضائے مشیت ازلی ست
ہست معروف و اتفاق تاریخ — کہ بنی شاہ کل وزیر علی ست

اُسی وقت داروغگی دیوانخانہ کا خلعت خواجہ غلام محمد عرف بڑے مرزا کو ملا اور
بخشی گری کا عہدہ فخر الدین احمد خان پسر مرزا جعفر خان مرحوم کو دیا گیا۔ لیکن
خلعت اس کو تیسرے دن مرحمت ہوا۔ آصف الدولہ کی وفات سے پانچوین دن وزیر علیخان
محلسرائے مین گیا جو گومتی کے پار تھی اور داروغہ اُس کا فوجدار خان تھا اُسمین
سے چار عورتین اپنی ہم بستری کے لیے منتخب کر لایا۔
آصف الدولہ کے بھائیون مین سے بڑے سعادت علی خان تھے اس اندیشے
سے کہ کوئی سازش نکرین وہ بنارس مین رہنے کے لیے مجبور کیے گئے تھے اُنھون نے
وزیر علی خان کی جانشینی پر اعتراض کیا کہ آصف الدولہ کا کوئی بیٹا نہین ہے اور
جو بیٹے اُنکے مشہور ہین وہ اُنکے نطفے سے نہین اس لیے میرا استحقاق جانشینی کا ہے
اور اس جھگڑے کے انفصال کے لیے گورنر جنرل ثالث بالخیر ٹھہرے۔
آصف الدولہ وزیر علی کو اپنا بیٹا اور وارث سلطنت کا اپنے بعد کہتے تھے اور یہ کہنا اُنکا
شرع اسلام کے موافق اُسکے استحقاق سلطنت کو مستحکم کرتا تھا آصف الدولہ کی بی بی اور ان
کی مرضی تھی کہ وہ تخت نشین ہو ساری دار السلطنت کے آدمی اُس کے نواب
ہونے سے خوش تھے۔ غرض وزیر علی مسند آرائے ریاست ہوا اور انگریزون نے
در پردہ کی وجوہات پر خیال کر کے اُسکی جانشینی کو تسلیم کر لیا اور وہ افواہین
جو اُسکے نطفہ ناتحقیق ہونے کی نسبت مشہور تھین اُن پر خیال نہین کیا۔ وزیر علیخان
ملک داری کے کوچے سے نابلد تھا ناشایستہ حرکتین اس کثرت سے وقوع مین آئین
کہ جو صورتین سالہائے دراز مین پیدا ہوئی تھین وہ چند روز کے عرصے مین برہم
ہوئین۔ نئے مصاحب پیدا ہوئے سترہ برس کی عمر تھی اور عالم شباب جوش پر تھا

اور لکھنؤ حسن خیز پری رخسارون سے ۔ دکش قاف ہو رہا تھا وزیر علی خان نے عیاشی شروع کی اور شراب اور بھنگ نے رنگ جمایا ۔ مرزا وارث علی خان جو کھو خان کوتوال کا معشوق تھا ارباب نشاط کا داروغہ مقرر ہوا اور میر عشرت علی جو رستم خان پھکیت کے شاگردون مین سے تھا مشیر اور ہمدم بنا اور اسی طرح اکثر کلاونت اور قوالون کو مراتب بخشے اور امیران قدیم و اہلکاران لائق سے مُنھ چھپایا اور اُن بیچارون کے حق مین کلمات ناملائم کہنے لگا ۔ نواب آصف الدولہ نے چند طوائفین اپنے نفس کے واسطے جمع کی تھین اُنپر نگاہ رغبت ڈالنا شروع کی تحسین علیخان خواجہ سرا جو آصف الدولہ کے عہد مین توشے خانے کا داروغہ تھا اور نواب کی وفات کے بعد لباس بدلکر دُنیا سے ہاتھ اُٹھاکر نواب کی قبر پر بیٹھ گیا تھا اُس کو وزیر علی خان نے ابتداے ریاست مین بلاکر خلعت سے سرفراز کیا اور محل کا ناظر بنادیا اور اُس سے بہت سا جواہرات اور اسباب لے کر بیجا مصرف مین اُڑادیا محتشم خانی مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ کی صاحبات محل مین سے ایک حسین عورت کو چاہا کہ اپنی صحبت کیلئے لے ۔ تحسین علی خان نے منع کیا کہ ایسا کرنا زیبا نہین آپ کی تو وہ مان ہے اُس کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیے ۔ وزیر علی خان نے چند مصاحبون کے اغواسے چاہا کہ اُسے قید کردے بلکہ ایک دن یہان تک کہنے لگا کہ اِس قرمساق کی داڑھی تراشے ڈالتا ہون اور بعض کتابون مین لکھا ہے کہ یون کہا تھا کہ چھری سے اسکی ناک کاٹ لون گا ۔ بے چارہ اپنی جان اور آبرو بچانے کے واسطے ٹھیک دوپہر کے وقت تفضل حسین خان کے پاس جاکر اُن کے پانوئن پر گر پڑا اُسے اُنھون نے اپنی بارہ دری کی شہ نشین مین بٹھاکر کئی آدمیون کو اُسکی حفاظت کے لیے مقرر کیا وزیر علیخان نے

جب یہ خبر سُنی تو فوراً ہاتھی کے پاٹھے پر سوار ہو کر تفضل حسین خان کے گھر پہونچا اور
تحسین علی خان کو مانگا اُنھون نے انکار کیا اور اُسکے سر کی قسم کھائی جب ہرکارے
نے پھر عرض کیا تو وہ کہنے لگے کہ میرے مقابلے مین ایسے پاجی کی بات کا آپ یقین
کرتے ہین وزیر علی خان شرمندہ ہو کر چلا گیا پھر ہرکارون نے خبر دی کہ ابھی ابھی
تحسین علی خان بطور زنانی سواری کے محمد اسحٰق خان کے میانے مین بیٹھ کر جو رزیڈنٹ
کے اسسٹنٹ کا منشی ہے رزیڈنٹ کی کوٹھی پر پہونچ گیا اور وہ منشی گھوڑے پر
اُسکے ساتھ تھا اور رزیڈنٹ نے مرزا خلیل کے بنگلے پر رکھا ہے وزیر علی رزیڈنٹ
کے بنگلے پر چلا گیا۔ اور تحسین علی خان کو مانگا پہلے تو رزیڈنٹ نے اُسکے قصور کے
معاف کرنے کے لیے بہت سمجھایا پھر جب دیکھا کہ طول کھنچا جاتا ہے تو کہا کہ یہ کچھ
میرا گھر نہین سرکاری مکان ہے وہ آپ سے سرکار مین چلا آیا اور امان کا خواہان ہوا
ہے فرض کیا کہ مین اگر تمھاری خاطر سے اُسے دے بھی دون تو سرکار کو کیا جواب دونگا
اس سے بہتر یہ ہے کہ جب تک صدر سے حکم نہ آئے یہ تمھاری امانت میرے پاس ہے
اُس دن سے سب کی یہ رائے ہوئی کہ اسکو معزول کر دینا چاہیے ان عادات سے
جملہ بیگمات خصوصاً نواب آصف الدولہ کی مان نہایت رنجیدہ خاطر ہوئین اور
وزیر علی خان کی شکایت زبان پہ جاری ہوئی اور رزیڈنٹ کے کانون تک یہ خبرین
پہونچنے لگین اُسنے گورنر جنرل کو لکھا۔ آصف الدولہ کے بھائی اور دوسرے بڑے آدمی
وزیر علی خان کی اطاعت مین دریغ کرنے لگے لکھنؤ مین ایک عجیب تلاطم مچ گیا۔
جام جہان نما مین مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ ایک محضر بھی اس مضمون کا تیار
ہوا کہ مرزا وزیر علی خان سلطنت کی لیاقت بالکل نہین رکھتا اُس سے حرکات ناشائستہ

وقوع مین آتی ہین اور اُس کا حسب و نسب جیسا ہے وہ سب پر ظاہر ہے اور
ورثاے حقیقی ریاست سے محروم ہین اِسلیے اہل استحقاق کو حق ریاست پہونچانا واجب
اور لازم اور خوشنودی خدا و رسول و خلق کا باعث ہے جو شخص اس اتفاق سے
انکار و اغماض کرے وہ اپنی کردار کو پہونچے۔ یہ محضر کوچہ و بازار مین اور خانہ بخانہ
پھرا جملہ بیگمات اور خواجہ سراؤن اور افسرون اور نواب سالار جنگ کے بیٹون وغیرہ
کی اُسپر مہرین ہوئین اور بازار کے مہاجنون اور چودھریون نے بھی اُسپر دستخط کیے
مگر عبد الرحمن خان اور بعض دوسرے افسران سپاہ نے یہ کہکر پہلو تہی کی کہ ہم لوگ
سپاہی مسند وراثت کے نوکر ہین ہم کو خانگی معاملات سے کیا کام جو کوئی مسند نشین
ہو اُسکے مطیع ہین اور وجہ اسکی یہ تھی کہ مرزا وزیر علی خان باوجود اُن بداطواریون
کے شجاع دوست۔ سپاہ پرست اور باہمت تھا اشرفیون کو کوڑیون سے بھی
کمتر تصور کرتا تھا پس اہل سپاہ ایسے ہی شخص کو عزیز رکھتے تھے اس نوجوان نے
بہت دنون سلطنت کے مزے نہ اُڑائے تھے کہ گورنر جنرل کے پاس اُسکے چال چلن
کی اور اُسکی ناحق جانشینی کی خبرین پہونچنے لگین اور گورنر جنرل کی خدمت مین
آصف الدولہ کی بیوی وغیرہ اعیان ریاست نے یہ درخواست کی کہ وزیر علی
اولاد آصف الدولہ سے نہین ہے بلکہ ایک فراش کا بچہ ہے نواب نے اُسکو متبنے کرلیا
تھا اُنکے بقاے نام کے لیے ہم نے اُسکو اپنا والی تسلیم کرلیا چونکہ قوم کا رذیل تھا
اس نعمت عظمے کی شکر گذاری نہ کی بلکہ کفران نعمت کرنے لگا ایسی کج ادائی کے ساتھ
یہ شخص قابل فرمان روائی کے نہین ہے اس ریاست کی مستحق شجاع الدولہ کی اولاد
ہے۔ اسکی تدبیر کرنی چاہیے ورنہ فساد پیدا ہوگا جس سے دونون سرکارون مین عداوت

پڑجائے گی۔ اِسلیے گورنر جنرل کے برسر موقع آنے کی ضرورت ہوئی اسلیے اُنھون نے
لکھنؤ کی طرف سفر کیا۔ جب لکھنؤ کے قریب پہونچے تو وزیر علی نے بھی پیشوائی کی
راستے مین کج اندیش مشہور کرتے تھے کہ وزیر علی کو ترقی اقبال حاصل ہو گی
اور انگریزون کی شوکت برباد ہوجائے گی اور کہتے تھے کہ گورنر لکھنؤ سے جاکر
خان علامہ کو مع چند دوسرے آدمیون کے قید کرکے وزیر علی کے سپرد کردینگے
اور وزیر علی بھی نادر شاہ وقت بن گیا تھا راہ مین اپنے ہاتھی اور گھوڑے کو
گورنر جنرل کے ہاتھی اور گھوڑے سے آگے آگے رکھتا تھا۔ ایک دن ایک انگریز راہ مین
ایک کھیت کے کنارے پیشاب کررہا تھا ناگون نے اُسکے پاس پہونچکر بیجا باتین اُس کو
کہین اور ہزار کے قریب آدمی اُسکے گرد جمع ہوگئے اور شور مچاتے تھے کہ پکڑ لو پکڑ لو مگر
اُس انگریز نے اور اس کے ساتھیون نے بھی بوجہ فہمایش گورنر جنرل کے دم نہ مارا
اور اس طرح لکھنؤ کو روانہ ہوکر وہان جا پہونچے بڑی بیگم یعنی آصف الدولہ کی ماں
نے وزیر علی کی بدافعالی کو روکنا چاہا تھا اس لیے نواب نے اُن پر دباؤ ڈالا
کہ فیض آباد کو چلی جائین اسوجہ سے اب وہ دوست سے دشمن ہو گئی تھین۔
الماس علی خان سے گورنمنٹ انگریزی کو نفرت تھی جس نے نواب کی سرکاری خدمتون
سے اُسکو جدا کردیا تھا اب اُس نے اپنی عقل و دانش کے زور سے ایک بڑا علاقہ
اپنی زمینداری مین لے رکھا تھا اور اس ریاست مین بڑے رتبے کا آدمی گنا جاتا
تھا جب بیگم کا جھگڑا نواب سے ہو گیا تو اُنھون نے الماس علی خان ہی کو اپنا
مدار المہام بنایا اُسنے بیگم اور نواب کی ظاہر مین صلح کرادی۔ گورنر جنرل جسوقت

ط ۱ دیکھو گورسہاے کی تاریخ ۱۲

لکھنؤ مین پہونچے ہین تو الماس علی خان کو لکھا گیا کہ بیگم اور نواب کے درمیان
جو عہد و پیمان ہوے ہین وہ ایسے استوار ہین کہ ٹوٹنے کے نہین اور حسن رضا خان
اور راجہ ٹکیت راے بھی اُسکے پھٹون مین گھس گئے نواب کے مزاج مین اُس کا خسرا
اشرف علی خان بڑا اثر رکھتا تھا ان تمام گروہونگا یہ مطلب تھا کہ انگریزون کی مدخلت
کا مقابلہ کیجیے بلکہ افسران سپاہ فتنہ و فساد پر مستعد ہوگئے گورنر جنرل نے یہ حال
معلوم کرکے اقبال الدولہ سے کہا کہ مرزا حسن رضا خان کو سمجھا دو کہ آپ افسران فوج
کے پاس جاکر کہین کہ قرب و جوار لکھنؤ سے اُٹھ جائین چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی
اور گورنر جنرل نے چند پلٹنین انگریزی اور ترکسوار اور گورون کی فوج اطراف
و جوانب سے بُلاکر بی بی پور کے قرب و جوار مین قائم کردی۔ تھوڑے ہی دن
گورنر جنرل کو آئے ہوے تھے کہ نواب کے چیچک نکلی اور وہان سازشین شروع
ہوئین تفضل حسین خان نے جب سرجان شور سے کہا کہ وزیر علی خان کو معزول
کردیا جائے تو اُنھون نے جواب دیا کہ یہ بات بہت مشکل ہے اسلیے کہ یہ کیونکر ثابت
ہو کہ یہ شخص آصف الدولہ کے نطفے سے نہین ہے اس لیے کہ نواب
مرحوم نے اُس کے بیٹے ہونے کا خود اقرار کیا ہے تفضل حسین خان نے کہا کہ
اس بات کو آپ تحسین علی خان اور نواب آصف الدولہ کی بیوی سے دریافت کرلین
تحسین علی خان نے مشرح سب حال بیان کیا کہ اصل مین نواب آصف الدولہ کا تو
ایک بیٹا برہان علی خان تھا جو ایک مہینے کا ہوکر گذر گیا اور کوئی بیٹا اُنکے نطفے سے
نہین ہے اور نواب کی بیگم نے چلمن کی آڑ سے کہا کہ نواب مرحوم کو کبھی مجھپر تسلط نہین
ہوا جیسا کہ ملخص تاریخ اودھ مین ہرت پرشاد نے لکھا ہے سرجان شور خود لکھتے ہین

کہ جب سے مین نے ہوش سنبھالا ہے آجتک ایسا اتفاق نہین ہوا کہ ایسی بدکرداری
اور حرامکاری کے معاملے مین وقت اور دشواری اُٹھانی پڑی ہو۔ ۲۰ دسمبر ۱۷۹۷ء
کو الماس علی خان جو تمام باتون کو نہایت غور و خوض سے دیکھتا تھا گورنر جنرل
کے پاس گیا اور کئی روز تک اُنسے صلاح اور مشورے کرتا رہا اور کہنے لگا کہ
وزیر علی نطفۂ ناتحقیق ہے اور وہ نہایت مسرف اور عیاش ہے بیگم کی مرضی ہے
کہ وہ معزول ہوا ور شجاع الدولہ کے بیٹون مین سے کوئی جانشین ہو۔ آصف الدولہ
کے سارے بیٹے جو مشہور ہین نطفۂ ناتحقیق ہین غرض یہی بات گورنر جنرل کے سامنے
کئی دفعہ اور کمانڈر انچیف کے سامنے ایک دفعہ بیان ہوئی۔ بہو بیگم والدہ نواب
آصف الدولہ اور الماس علی خان دونون مرزا جنگلی کو جو سعادت علیخان سے
چھوٹا بھائی تھا نواب بنانا چاہتے تھے اور گورنر جنرل سے درخواست کرتے تھے
کہ اگر آپ اس پر راضی ہو جائین تو اس کا عوضانہ بہت کچھ نذر کیا جائے گا۔
وزیر علی کی بدچلنی اور مسرفی اور زشت افعالی کی شکایتین نہایت حکمت اور
سلیقے سے اس طرح گورنر جنرل کے سامنے پیش ہوتی تھین کہ جس سے اُن کا دل
وزیر علی سے پھر جائے۔ لوگون نے کہا کہ نواب ایسا مسرف ہے کہ سارے ملک کی آمدنی
اپنے گلچھرّدن مین اُڑا دے گا سرکار کمپنی کا روپیہ کہان سے ادا کرے گا مزاج اُس کا
اَکھڑ اور ہٹیلا ہے کہ وہ کسی بات کو سمجھانے سے سمجھتا نہین اسلیے وہ غالباً انگریزون
کا محکوم نہین رہے گا بلکہ اُنسے نفرت کرنے لگے گا اور جہان تک اس سے ہو سکے گا
وہ اُنکے جوے کے نیچے سے نکلنا چاہے گا جب یہ باتین سر جان شور کے گوش گذار
ہوئین تو اُن کا دل بھی وزیر علی کے نطفۂ ناتحقیق ہونے پر یقین کرنے لگا۔ اور

اُسکی تحقیقات کے درپے ہوے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک ماما کا لڑکا ہے تحسین علیخان
جو آصف الدولہ کا بڑا معتمد خواجہ سرا تھا اُسنے یہ افسانہ سُنایا کہ وزیر علی کی ماں
کا خاوند موجود ہے وہ نواب کے ہاں ماما تھی اور خاوند کے پاس وہ آتی جاتی تھی
جب وزیر علی اُسکے ہاں پیدا ہوا تو اُسے پانسو روپے کو نواب نے مول لیا تھا۔
نواب کی عادت تھی وہ حاملہ عورتوں کو مول لے لیتے تھے اور اُنکے ہاں جب بچّے
پیدا ہوتے تھے تو اُنکو اپنا بنایا کرتے تھے اور اُنکی پرورش بیٹون کی طرح کیا کرتے
تھے۔یہی حال سب لڑکون کا ہے جو نواب کے بیٹے مشہور ہین۔ یہ تحقیق ہو گیا کہ
وزیر علی کی ماں ایک امیر کے گھر مین ماما تھی تین لڑکے اُس کے تھے۔ اُسکے بڑے بیٹے کو
نواب آصف الدولہ نے مول لیا تھا اور اُسکا نام محمد امیر رکھا تھا دوسرا بیٹا اُسکا
اپنی ذلیل حالت مین نوکری چاکری کیا کرتا تھا۔تیسرا بیٹا یہ وزیر علی تھا اس
وزیر علی کے سامنے کبھی آصف الدولہ کی بیوی نہوئی یہان تک کہ نواب کے بلانے پر
بھی اُسکے بیاہ مین شریک نہوئی اور اُس نے خاوند سے کہلا بھجوایا کہ مین ایسے ذلیل
و کمینے کے روبرو ہوکر اپنے خاندان کے نام و ناموس کو بٹا نہین لگاتی نواب
آصف الدولہ کے حقیقی دو بیٹے تھے جو صغر سنی مین مر چکے تھے اب کوئی بیٹا نہین تھا
گورنر جنرل نے تحسین علی خان سے پوچھا کہ کیا آصف الدولہ کو خیال یہ تھا کہ وزیر علی
کی ماں سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ میرے نطفے سے ہے اسپر اُسنے کہا کہ نواب کو اُس
کی ماں کے حاملہ ہونے کی بھی خبر نہین ہوئی جب لڑکا پیدا ہوا ہے تو اُسکا حاملہ ہونا
معلوم ہوا ہے۔اب گورنر جنرل نے یہ سوچا کہ ایسا نہو کہ شہر مین خون ریزی واقع
ہو اور بہت سے بے گناہ مارے جائین آخر کو کوٹھی بی بی پور مین قیام کیا اور سب

ارکان دولت کو بلایا اور صبح سے شام تک سب کے سب گویا قید سے رہے بہت سی باتون کے بعد سب نے اپنی اپنی مہرین کردین کہ وزیر علی خان آصف الدولہ کا بیٹا نہین ہے اب سرجان شور نے دل مین یہ کہا کہ جس شخص کو مین نے نواب اودھ مان لیا تھا اور سواے سعادت علی خان کے اور سب اُمراے عالی تبار نے اُس کا اقرار کر لیا تھا اب ثابت ہوا کہ وہ آصف الدولہ کا بیٹا نہین تو چاہیئے کہ وہ تخت سے معزول کیا جائے گو گورنر جنرل کے خیال مین یہ ایک دفعہ آیا کہ وزیر علی خان کی صغر سنی مین سارے ملک کے انتظام کی عنان اپنے ہاتھ مین لے لیجیے مگر بہت سے اعتراضات اسپر ہوتے تھے اسلیے اس خیال سے ہاتھ اُٹھایا گو سرجان کی فہم نے کئی بار پلٹے کھائے مگر اُسکی تمام تحریرات اس معاملے مین پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نیک ذات سادہ مزاج کی نظر حق رسانی اور انصاف پر تھی وہ اپنی موتی سمجھ سے مجبور تھا کہ اُسنے ایک سلطنت کا فیصلہ ایک شہادت سقیم پر کر دیا کہ جسپر انگریزی قانون ملک انگلستان مین چند پونڈ کا فیصلہ نکرتا۔ گورنر جنرل نے منشی غلام قادر خان جائسی میر منشی مسٹر لمسڈن رزیڈنٹ کی معرفت وزیر علی خان کو کہلا بھیجا کہ شرع محمدی کے موافق قرار پایا ہے کہ آپکو دولت آصفیہ مین شرعًا اور عرفًا کسی طرح شرکت یا دراخلت نہین اور اہل استحقاق یعنی نواب شجاع الدولہ کی اولاد اس منصب سے محروم ہے اسلیے اُن مین سے ایک شخص مسند آرا ہوگا اور آپکے واسطے عمدہ عمدہ کھانے اور پہننے کے کپڑے اور سامان امارت مہیا رہے گا اور نواب سعادت علیخان مسند نشینی کے لیے روانہ ہو چکے ہین لیکن آپکو اپنے دل مین کوئی ملال نکرنا چاہیئے کیونکہ جملہ اسباب حشمت آپکو حاصل رہے گا وزیر علی خان نے جواب دیا کہ جو کچھ مرضی

گورنر جنرل کی ہے وہ عمل مین آئے گا پھر بیہوش ہو گیا جب ہوش بجا ہوے تو روایا
اشرف علی خان نے پہونچکر کہا کہ اس رونے سے کیا فائدہ تمنے خود تیشہ اپنے پانون
مین مارا ہے وزیر علی خان نے کہا کہ جو کچھ کیا ہے تمنے کیا ہے باوجود اطلاع کے
کس لیے مجکو آگاہ نہ کیا جواب دیا کہ مین نے وہ کام کیا ہے کہ تمکو اور اپنے آپ کو
بلاسے محفوظ رکھا ہے شام کے وقت گورنر جنرل نے وزیر علی خان کو اپنے پاس
طلب کیا اور اُنکی ملاطفت آمیز بات چیت سے اُسکے زخم پر کچھ مرہم کاری ہوئی
گورنر جنرل نے اُسکو وہ کاغذ دکھایا اور کہا کہ اس مین ہمارا کچھ قصور نہین جب تم
ریاست کے وارث نہ ٹھہرے تو ہم پر واجب ہے کہ حق حقدار کو دلایا جائے اور
مصلحت وقت جانکر اُسکو رخصت کیا مرزا وہان سے پریشان و بدحواس ہو کر
آصف الدولہ کی ماں کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے اور کسی سے کچھ گلہ نہین مگر آپ سے
ہے کہ آپ نے مجھے آصف الدولہ کا غلام جانا اگر حقیقت مین اُن کا بیٹا نہین ہون
تو فرمائیے کہ اتنی آپکی اطاعت کون کرے گا بیگم صاحبہ آصف الدولہ کا نام سُن کر
رونے لگین اور اپنی مہر اُنگلی سے اُتار کر دیدی کہ اگر میری مہر سے تمھارا کام نکلے
تو بہت بہتر ہے لیکن یہ تدبیر اب بے فائدہ ہے۔

اُس وقت عرضی خانہ زاد خان منتظم سرکار مرزا سلیمان شکوہ کی کہ بعد عزل
وزیر علی کے اخراج اُس کا اسی گناہ کی وجہ سے ظہور مین آیا تھا اس مضمون کی
پہونچی کہ جس طرح ہوسکے جناب اپنے آپ کو گھوڑے پر سوار کرکے دریاے گومتی تک
پہونچا دین ہاتھی مین لاتا ہون اور وہان سے ہاتھی پر سوار کرکے ابراہیم بیگ داروغہ
توپخانہ کے پاس پہونچا دونگا اور شہر سے باہر نکل کر لشکر جمع کرکے انگریزونسے لڑینگے

عرضی پڑھکر کہا کہ ملاح اُس وقت کشتی لایا کہ غرق پانی کی تہ مین پہونچ گیا ایک مخبر
نے یہ خبر گورنر جنرل کو پہونچا دی اُنھون نے وزیر علی خان کو پھر طلب کیا
وزیر علی خان نے نقارہ بزن کو چوب زنی سے ممانعت کی اور سوار ہوا عبدالرحمن خان
قندھاری نے روکا کہ یہ وقت دگرگون ہے جانا مناسب نہین اب دغا پاؤگے
لیکن جو اُس کے خاص رفیق تھے جیسے نواب قاسم علی خان وغیرہ اور نواب
اشرف علی خان جو اُس کا سُسر تھا اُنھون نے مرزا کا جانا ہی چاہا اُنھون نے
اُس کو فہمایش کی کہ جو کام درست ہے غیر حاضری کی صورت مین وہ بھی خراب
ہو جائے گا آپ تشریف لے جائیے رسالدار نے دوبارہ عرض کیا کہ مین حق نمک
ادا کر چکا اور خالص پور کی جانب روانہ ہوا لیکن اُن لوگون نے فریب سے دم دیکر
اُسے کوٹھی مین پہونچایا اور اس بات پر گورنر جنرل سے نیک نامی کی چٹھیان پائین
غرضکہ جب وزیر علی کوٹھی کے کمرے مین داخل ہوا تو چیف سکرٹری نے کہا کہ
اب آپ یہین قیام فرمائین اور پہرے تلنگون اور گورون کے کھڑے ہو گئے اور
اُسکو حراست مین لے لیا سواری کا جلوس ہٹا دیا گیا۔ اور لشکر مین فتنہ برپا
ہو گیا انگریزی فوج نے شہر اور لشکر کو صبح تک چارون طرف سے گھیرے رکھا
جب وزیر علی کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو ابراہیم بیگ مستور نے کہا کہ وزیر علیخان
کو اشرف علی خان نے اس روز بد کو پہونچایا ورنہ ہم سب اسکے ساتھ جان نثاری
کرتے اگر کوئی شجاع الدولہ کی اولاد مین سے ارادہ کرے گا تو مین قصور نکرونگا۔
رفتہ رفتہ یہ خبر مرزا جنگلی برادر علاتی سعادت علیخان کو پہونچی اور ابراہیم بیگ
کا قول اُن کے خاطر نشین ہوا قصد محاربہ کے لیے کمر باندھی اور صف آرائی و مسند نشینی

کی اجازت والدۂ آصف الدولہ سے چاہی مگر اُنھون نے جواب ندیا اور رات
اسی سوال و جواب مین گذری صبح کو آفرین علی خان اور اشرف علی خان
گورنر جنرل کے حکم سے وزیر علیخان کے پاس رہے۔

تاریخ اسیری ؎

حرکاتیکہ از وزیر علی	گشت صادر زبس غریب و عجیب
دلِ خلقے ازو بشور آمد	شور صاحب رسید بالتقریب
کرد اسیرش بغرۂ شعبان	زود پیش رفت کس زنصیب
سال و تاریخ حبس مے جستم	گفت ہاتف عیان زلفظ غریب

راے تلسی رام نے وہ اشتہار جو نواب سعادت علی خان کے استحقاق ریاست
اور وزیر علی خان کی معزولی کی نسبت خان علامہ کا لکھا ہوا تھا گورنر سے لے کر
جاری کیا اور نئی حکومت کا اعلان کیا۔

عبارت اشتہار درباب معزولی وزیر علی خان

درین ولا بااظہار ثقات واقرار جمع کثیر و بیگم صاحبہ معظمہ این بہ ثبوت پیوست
کہ نواب وزیر علی خان را اصلاً و مطلقاً حقے در جانشینی جناب عالی مرحوم نیست چون ملازمان
این سرکار بطریقۂ وفاداری موصوف و در درجۂ خدمتگذاری و حق پرستی معروف اند
یقین کہ باستماع این معنی کہ حفاظت ناموس شجاع الدولہ بہادر و غمخواری فوج و
رعیت بدست فرزند حقیقی ایشان تعلق یابد و مال و دولت و ناموس قبائل نواب
برہان الملک و نواب صفدر جنگ و نواب شجاع الدولہ از دست تسلط شخص اجنبی

محفوظ باشد ہمہ نوکران وفادار و ملازمان از قدیم نمکخوار خوش حال خواہند شد بنا بران ریاست برلے نواب والا قدر سعادت علی خان بہادر کہ باستحقاق مالک این ملک واز روے حقیقت ریاست بہتر از ہمہ اند مقرر شدہ بقلم مے آید کہ ہر کس کہ از ملازمان جنابعالی مرحوم باطاعت و فرمانبرداری نوابصاحب ممدوح خواہد کوشید۔ بدستور ملازم سرکار و بقدر مراتبہ ؟ درجۂ خود مورد تفضل خاوند خود خواہد شد و ہر کہ طریقۂ نمک حلالی گذاشتہ راہ تمرد و سرکشی اختیار خواہد ساخت از چاکری برطرف و از ملک جنابعالی مرحوم اخراج خواہد گردید این چند سطر بنا بر اطلاع بقلم آمدہ تا آیندہ مقام عذر عدم اطلاع برلے کسے باقی نباشد۔ تحریر سوم شعبان سنہ ہزار و دو صد و دوازدہ ہجری۔

بعد اسکے گورنر جنرل نے یہ حکم دیا کہ دو سو بہلیان اور دو سو اونٹ اور رتھ اور ہاتھی اور چھکڑے آٹھ روز تک جس قدر اسباب اور سامان شوکت اور نقد و جنس و جواہرات و پشمینہ و اصطبل و فیل خانہ وغیرہ نقارہ و ماہی مراتب سمیت ضروریات امارت و سواری و جلوس و حشمت مرزا وزیر علی خان کو ضرورت ہو اس کے قیام گاہ تک پہونچائین اور ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار وزیر علی خان کے مصارف کے لیے معرفت صاحب رزیڈنٹ مقرر فرمایا اور شہر بنارس مین مادھو داس کا باغ اُسکے قیام کے لیے تجویز ہوا چنانچہ یہ سب صورتین ظہور مین آئین مگر اس دار و گیر مین لاکھون روپون کا مال لوگون کے تصرف مین آیا اور لاکھون روپون کا جواہرات تلف ہوا اس تغلب و تصرف مین بہت سے آدمی صاحب دولت و تجارت ہو گئے۔
نواب آصف الدولہ کے کارخانے اس قدر تھے کہ اُن کا حساب و شمار مشکل تھا

لاکھون روپون کا مال ضائع ہوا اور لاکھون روپون کا مال واسباب وزیر علی خان کے ساتھ گیا اور لاکھون روپون کے تحائف گورنر جنرل اور سرکار کمپنی کے تواضع ہوے اُن تحائف مین ایک شاہ نامہ اور ایک شاہ جہان نامہ مطلا و مذہب تھے یہ کتابین اعلیٰ درجے کے خوشنویسون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین یہ دونون کتابین لندن کے کتب خانے مین رکھنے کو بھیجی گئین باوجود اس قدر سامان نکل جانے کے اس قدر سامان اب بھی لکھنؤ مین باقی تھا کہ جس کو دیکھ کر چشم حقیقت بین دنگ ہوتی تھی شالون سے کوٹھے بھرے پڑے تھے۔ جواہرات سے جواہر خانہ معمور تھا وزیر علیخان کی حکومت لکھنؤ مین چار مہینہ اور کئی روز رہی۔ جشن بسنت کی تیاری لاکھون روپے کے صرف سے ہو رہی تھی مگر اس بسنت کی خبر نہ تھی تقدیر نے یہ روز بد دکھایا مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ وزیر علی خان کی معزولی کا صدمہ لوگون پر بہت گذرا شعرا نے اُس کی معزولی کی تاریخین موزون کین تو اُن مین اُن آدمیون کی بہت مذمت کی جو اُسکی معزولی کے بانی مبانی تھے۔

تاریخ

از سرِ نام ہفت کور نمک	سال تاریخ شد عیان بے شک
اول آن قاتل حسن الماس[1]	سر گروہِ ہمہ حرام نمک
باز تحسین[2] کہ باد نفرینش	از سماوات ہم ز جن و ملک

[1] الماس علی خان ا-ا

[2] تحسین علی خان ۳ ـ ۰۰۰ ھ

فتنہ پرداز ملحدِ کشمیر[1] | کہ شیاطین پرورش او طفلک
آن خر ودشمن وجسیم[2] ولحیم | جہل بسیار دانش اندک
ناقص العقل زنکہ[3] نادان | دست بردار شد ازان کودک
راجہ[4] ہم داخل لئیمان شد | کرد پاس نمک زخاطر حک
دادن دختر[5] و دغا دادن | شرف خود شناخت آن مردک
مہر کردند بہر عزل وزیر | خود سیہ رو شدند زیر فلک

دیگر

اول بر نائب پشیمان | دویم بر آنکہ گشت دیوان
سوم الماس پور خناس | لعنت بروے زحد فراوان
بیگم خرد و بزرگ ہر دو | دیگر مردک شرف علی خان
تحسین کہ برو ہزار نفرین | از وحش وطیور وجن و انسان
پیدا شدہ این یزید ثانی | یعنی مرزا احسن رضا خان
کردند اسیر امیر خود را | از مکر و فریب وکید شیطان
تاریخ اسیریش بر آمد ؎ | لعنت بر ہمہ نمک حرامان

دیگر

تحسین وٹکیٹ رائے دیوان | ہم جعفر و ہم حسن رضا خان

---

[1] تفضل حسین خان۔ ت۔۔۔۴۰۰ [2] حسن رضا خان۔ ح۔ ۸
[3] بہو بیگم والدۂ آصف الدولہ۔ ب۔ ۲ [4] ٹکیٹ رائے۔ ٹ۔۔۔ ۴۰۰
[5] اشرف علی خان۔ آ۔ ۱ (سب کا مجموعہ ۱۲ ۱۲ ہے)

آن مردک بے حیا تفضل | الماس کہ بود تخم مردان
گردند اسیر امیر خود را | باکر و دغا و کید شیطان
تاریخ اسیریش خرد گفت | لعنت بر ہمہ نمک حرامان

ایضاً در ہندی

بی بی بیگم حسن رضا خان اور الماس زنانہ | ٹکیٹ و تحسین اور تفضل اشرف خسر دیوانہ
بیجا کیا وزیر علی کو جو وہ ہے مردانہ | سرے حرف ان سا تار و دھن ہے تاریخ شہانہ

ایضاً

سات حرفون نے کیا خانہ خراب | تین تے اور دو الف اک حے و بے

تین تے سے مراد علامہ تفضل حسین خان کشمیری و تحسین علی خان خواجہ سرا اور راجہ ٹکیٹ راے اور دو الف سے مطلب الماس علی خان خواجہ سرا و اشرف علیخان خسر وزیر علی خان اور ایک حے سے مقصود حسن رضا خان سرفراز الدولہ اور ایک بے سے مراد بہو بیگم مادر آصف الدولہ ہین۔

وزیر علیخان کا بنارس مین انگریزون کو مار ڈالنا اور فرار ہو کر جا بہ جا مارا مارا پھرنا۔ آخرش مہاراجہ جیپور کی معرفت اُس کا پکڑا جانا۔ اور کلکتے کے قلعہ مین بحالت قید انتقال کرنا

سر جان شور نے وزیر علی خان نواب معزول اودھ کی سکونت کے واسطے

ایک نامناسب مقام بنارس تجویز کیا تھا چنانچہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بنارس
مین جاکر مقیم ہوا اُسکے ساتھ چالیس ہاتھی اور دوسو گھوڑے اور تلنگون کی دو کمپنیان
اور نجیبون کے کئی تمن تھے اور تمام سامان امارت کا موجود تھا کمال عیش و عشرت
مین بسر ہوتی تھی اکثر غلام بچون اور رفیقون کی شادیون مین لاکھون روپے
صرف کیے عوام الناس مین اسکی ہمت وجود نے بڑی شہرت پائی۔ گو سرجان شور
کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ اُس سے ناراض ہین مگر اس کے خلاف
جہان جہان اُسکی معزولی کی خبر پہونچی وہان کی رعایا اور اہل پیشہ کو تاسف ہوا
اور بعض نے خطوط اخلاص آمیز لکھے اور بعض بے فکرے جو اپنے تئین ارسطو
اور افلاطون سمجھتے تھے اُسکے مُشیر و مصاحب بنے لکھنؤ کی مخلوق اُن لوگون کی
ہجو کرتی تھی جنھون نے محضر پر دستخط کیے تھے اور اشرف علی خان اور تفضل حسین خان
کے حق مین وہ نئے نئے ٹپّے اور ٹھمریان موزون ہوئین کہ زبان قلم پر اُن کا آنا
باعث حجاب ہے اور وزیر علی خان کے ثنا خوان تھے۔ وزیر علی خان کے نادان مصاحبون
نے اُس ناسمجھ کے ذہن مین یہ بٹھانا شروع کیا کہ حضور جتنے سردار اور امیر نزدیک و دور
کے ہین آپکی معزولی پر رات دن روتے ہین۔ اب وزیر علی کے رفیقون نے کاغذ
کے گھوڑے دوڑانا شروع کیے اطراف و نواح کے زمینداردن اور مقتدر آدمیون
کے ساتھ نامہ و پیام جاری کیے بہت سے زمیندار ایسے تھے کہ وہ وزیر علی کے
زر و جواہر کی تاک مین کمین گاہ لگائے ہوے تھے وہ اُسکے پاس آکر نوکر ہو گئے
بعض زمیندار جو نواب سعادت علی خان کے خراج کی زیادہ ستانی سے عاجز تھے
وہ بھی اُس کے پاس آپہونچے۔ بالا بالا ایک وکیل کو نوکر رکھ کر زمان شاہ والی کابل

کے پاس بھیجدیا معلوم نہین اُن دو چار مفلوک مغلون نے جو مرثیہ خوانی اور حدیث پڑھنے کے لیے روٹیون پر پڑے رہتے تھے کیا اُس سے لکھوا کر بھیجا۔ غرض قراین سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا ارادہ تھا کہ جب سپاہ انگریزی فاصلۂ بعید پر زمان شاہ سے لڑنے جاے تو وہ یہان ہنگامۂ فتنہ پردازی برپا کرے اور سب لوگ اُس کے شریک ہونگے۔ بدمعاش مصاحبون نے اُس کو یہ سمجھایا کہ آپ ایسے شاہزادے ہین کہ جس کو چاہیے مار ڈالیے کوئی آپ سے بازپرس نہین کرسکتا اور آپ پر کوئی ہاتھ نہین ڈال سکتا اس سبب سے اُسنے کئی دفعہ شورش برپا کی اس راز نہان کا کسی طرح پردہ کھُل گیا مسٹر چیری جو بنارس کا رزیڈنٹ تھا وزیر علی خان کی نیت سے آگاہ ہوگیا اور یہ خبرین گورنر جنرل تک پہونچین غرض ان وجوہات سے نواب سعادت علی خان نے بھی درخواست کی کہ وہ بنارس سے کہین اور بھیجدیا جاے لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے بھی اس کو مصلحت سمجھا اور چیری صاحب رزیڈنٹ بنارس کو لکھا کہ وہ وزیر علی خان کو سمجھائے کہ وہ کلکتے کے قرب وجوار مین سکونت اختیار کرے اُس کا اعزاز و اکرام بدستور باقی رہے گا سوائے تغیر مسکن کے کوئی اور تبدل اُسکی حالت مین نہوگا۔ صاحب موصوف ہمیشہ سے وزیرعلی کا خیرخواہ تھا اُسنے یہ حکم گورنر جنرل کا اُس کو سُنا دیا جسکے سبب سے وہ چیری صاحب کا دل سے دشمن ہوگیا وزیر علی کو یہ حکم ناگوار ہوا۔ مصاحبون نے سمجھایا کہ آپ کلکتے تشریف لے نہین گئے کہ قبر مین گئے حکم کی منسوخی کے واسطے بہت ہاتھ پیر پیٹے جب کچھ نہوا اور بالکل مایوسی ہوئی تو اُسنے اپنی روانگی کے متعلق ہان ہون کرکے سپاہ کی بھرتی شروع کی بندیلکھنڈ اور ملک بہار اور بنگالے کے بعض راجے بھی اس بات پر مستعد ہوے اور

ایک دن اور ایک مہینہ خاص مقرر ہوا کہ بنارس کے انگریزون کا وزیر علی کام تمام کرے اور اُسی دن ہر ایک ضلع مین ہر ایک آدمی اپنا حوصلہ باقی نہ رکھے جوہر شمشیر دکھائے اور فوج انگریزی کو شربت فنا پلائے لیکن دنیا کا کارخانہ مشیت الٰہی پر وابستہ ہے وہ دن جو وعدے کا قرار پایا تھا اُس سے پیشتر یہان ایک نیا رنگ فلک نیرنگ ساز نے جمایا کہ ۱۴ جنوری ۱۷۹۹ء کو صبح کے وقت وزیر علی خان رزیڈنٹ کی کوٹھی پر جو شہر بنارس سے تین میل تھی گیا دوستانہ موافق دستور کے ملاقات ہوئی۔ چاء پی گئی۔ پھر اُس حکم کی شکایت کا دفتر کھولا باتین کرتا جاتا تھا اور مزاج اُس کا بگڑتا جاتا تھا اور غصے پر غصہ چلا آتا تھا جب وہ بہت گرم اور گستاخ ہوا تو چیری صاحب نے نہایت نرمی سے اُس اپنے ملک الموت سے کہا کہ آپ مجھپر کیون عتاب فرماتے ہین یہ لارڈ صاحب کا حکم ہے مجھے اُس کی تعمیل واجب ہے یہ سُن کر یہ ظالم اُن پر لپکا اور ایک تلوار لگائی یہ دیکھتے ہی اور نوکر جو اِس اشارے پر لگے ہوے تھے تلوارین لیکر اُس مظلوم پر ٹوٹ پڑے اور ان قصائیون نے اُسکا قیمہ قیمہ کر دیا۔ کپتان کانوی صاحب اور گراہم اُسکے گھر مین تھے ان کا بھی یہی حال کیا وزیر علی کے ساتھ جو پچاس آدمی تھے اُنھون نے چیری صاحب کے بنگلے کو آگ دیدی اور تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ اور دوچار انگریزون کو اُن کی کوٹھیون پر جا کر مارا جب ڈیوس صاحب جج کی کوٹھی پر پہونچے تو یہ کوٹھی دو منزلی تھی وہ کوٹھی کی چھت پر چڑھ گئے اور زینے کا دروازہ بند کر لیا اور بلّم ہاتھ مین لے لیا کئی دفعہ بدمعاشون نے حملہ کیا مگر بلّم نے اپنا کام کیا اور سرکشون کو ناکام رکھا اسلیے سرکش کوٹھی کو لوٹ لاٹ کر

چلتے ہوے اس مقابلے مین اتنا عرصہ گذر گیا کہ اس سے تمام انگریزون کو خبر ہو گئی
وزیر علی نے اپنے مکان پر پہونچکر لوگون کو اشرفیان اور روپے تقسیم کیے اور عجلت
کے ساتھ آدمی جمع کیے اور مرزا جوان بخت کی بیگم کے پاس جاکر توپ طلب کی مگر
اُس نے توپ نہ دی یہان سے لوٹ کر مرزا اُجمّا نبیرۂ جوان بخت کے پاس گیا اور
اُن سے شرکت چاہی یہ کم سن و ناتجربہ کار محض تھے سلاح جنگی تن پر آراستہ کیے
اور ہاتھی پر سوار ہوے اور وزیر علی نے خواصی مین جگہ پائی دو تین ہزار آدمی
قدیم و جدید اس دو چار گھڑی مین جمع ہو گئے کہ دفعتہً انگریزی ترک سوار اور
تلنگے اور توپین آگئین اور اس فوج نے قریب شہر پہونچکر صف آرائی کی پہلے
فوجی افسر نے پیام دیا کہ اگر وزیر علی ہمارے پاس آجائے تو ہم اُسکے ساتھ کوئی بدی
نکرینگے مگر وہان تقدیر اور رنگ پر تھی مقابلے کو قدم بڑھایا انگریزی افسر نے
چار گولے توپ کے بادہوائی سر کیے کہ اُسکی آواز سے شہر کے تماشائی اور فوج جدید
نے راہ فرار لی فقط وزیر علی خان چند آدمیون کے ساتھ میدان کارزار مین رہ گیا
اور اُس نے بہت چاہا کہ ہاتھی سے اُتر کر ہاتھ تلوار پر ڈالے مگر لوگون نے سمجھایا
کہ یہ جرأت بے فائدہ ہے۔ وزیر علی خان نے میدان سے پھر کر جس قدر جواہر اور
اشرفیان مکان پر تھین کچھ اپنی کمر مین رکھین اور کچھ ہمراہیون کی کمر مین بندھوا کر
دو سو سوار ہمراہ لے کر شہر سے نکلا اور باقی مال و اسباب شہر کے بدمعاشون نے
لوٹ لیا اور سوار جو ہمراہ تھے وہ بھی زر و جواہر کی طمع مین گھوڑون سے اُتر کر
پیادہ پا اپنے اپنے مکانون کو راہی ہوے جن مین سے بعض کو کوتوال شہر بنارس نے
گرفتار کیا اور بعض نے مال بخوبی ہضم کیا اور بعض نے مال کے پیچھے جان بھی دی

وزیر علی خان کے مکان کی ضبطی کے وقت اکثر متوسلان سرکار انگریزی کے خطوط
فساد انگریزی کی تحریک کے لیے ہاتھ آئے اُن مین سے شمس الدولہ برادر ناظم ڈھاکہ
کا بھی ایک خط ملا اور ایک خط ناصر الدولہ کا ملا جو بنو بیگم دختر علی قلی خان والہ داغستانی
کے بطن سے میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدین خان عماد الملک کا بیٹا تھا
اور بُندیلکھنڈ مین اپنے باپ کی جگہ ریاست باونی پر قابض تھا جو عماد الملک کو
علی بہادر ولد شمشیر بہادر نے دی تھی اور اُس مین باون موضع شامل تھے اِسلیے
باؤنی کے نام سے مشہور ہوئی اور کالپی سے مشرقی سمت بارہ میل کے فاصلے پر جمنا
کے نزدیک واقع ہے۔ بشن سنگھ نام ایک مسلمان رنڈی سے بالاجی راؤ پیشوا
کا بھائی تھا بھاؤ نے اُس کو ایک سفر مین اس خوف سے کہ مبادا کوئی ہندو اُسکے
برتن کا پانی پی کر ایمان سے جائے مسلمان کر کے شمشیر بہادر نام رکھدیا تھا
عماد السعادت مین اسی طرح لکھا ہے اور مفتاح التواریخ مین کہا ہے کہ علی بہادر
کو باپ نے مسلمان کر دیا تھا اور بندیلکھنڈ کا ملک اُسکے حوالے کیا تھا اُسکی وفات
کے بعد شمشیر بہادر بڑا بیٹا باپ کا جانشین ہوا جسکے انگریزون نے چار لاکھ روپے سال
پنشن کے مقرر کردیے اور وہ باندے مین ۱۲۳۸ھ ۱۸۲۳ ہجری مین فوت ہوا
ناصر الدولہ نے یہ خط شمس الدولہ کی دوستی کی وجہ سے لکھا تھا آخر کار روبکاری
کے بعد بہت سے آدمیون کا اخراج ہوا اور بہتون کو پھانسی دی گئی اور بہتون
نے مخلصی پائی اور اکثر دائم الحبس ہوے اور تشہیر کیے گئے شمس الدولہ نے بھی
بڑی بھاری روبکاری کے بعد نجات پائی۔ جس وقت وزیر علی خان نے
دریاے گنگا کو عبور کیا تو صرف دس بیس سوار ہمراہ تھے اور راجہ بنارس کے پاس

جورا ے پور مین رہتا تھا پہونچا مگر یہان پناہ نپائی بیقرار ہوکر پہاڑ کی طرف بھاگا
بہرائچ کی طرف چلا گیا اور گھاگرہ کو عبور کرکے راجہ بھوٹ وال کے ہان پناہ لی
یہ راجہ نیپال کے راجہ کا باجگذار تھا نواب سعادت علی خان نے رسالہ قندھاری
کو بھیجا اور دوسرے سردار بھی بھیجے تاکہ وزیر علی خان کا محاصرہ کرلین اور
پکڑ لائین وزیر علی نے قلعہ سے نکل کر مردانہ جنگ کی انگریزون نے اُسکی شکایت
راجہ نیپال سے کی اُدھر نواب سعادت علی خان نے راجہ بھوٹ وال کو اپنی طرف
سے لکھا[1] تو راجہ بھوٹ وال بھی وزیر علی خان سے مخالف ہوگیا اِسلیے وہ رات
مین وہان سے بھاگ گیا اب اِس فرعون بے سامان کے پاس سامان بہت سا
جمع ہوگیا تھا وہ گورکھپور مین آیا یہان سرکار کمپنی کی سپاہ سے خفیف سامقابلہ
ہوا اور اِس مین اُس کا نقصان ہوا۔ اب اُسکی بے زری کی وجہ سے ساتھی
جدا ہونے لگے اگر نواب سعادت علیخان کی سپاہ اُس سے ملی ہوئی نہوتی تو ضرور
پکڑا جاتا مگر وہ بھاگ کر نانک متہ کی راہ جنگل مین آیا اور یہان قدرے آرام لیا
اور کھا پی کر وہان سے کڑے کڑے کوچ کرکے بھینس کھتہ کی راہ گنگا کو عبور کرکے
اور ملاح کو پانچ اشرفیان دے کر فتحپور سیکری مین داخل ہوا اور وہان
سلیم چشتی کی زیارت کرکے رات وہان بسر کی بعض زمیندار پہلے اتفاق کرتے
تھے اور پھر کنارہ کرتے تھے۔ کلب علی نے جو سابق مین سرکار کمپنی کا نوکر تھا اور
بادل خان نے ساتھ دیا اور جنگلون مین ہمراہ رہے لیکن ہرجگہ فوج انگریزی اور
فوج نواب سعادت علی خان سائے کی طرح اُس کے پیچھے پہونچتی تھی اور وزیر علی

[1] دیکھو جام جہان نما ۱۲

سیماب کی طرح کسی جگہ ٹھہر نہ سکتا تھا اور کمال دلاوری کے ساتھ ہر جگہ لڑتا بھڑتا
چلا جاتا تھا۔ آخر میوات مین پہونچا مگر میواتیون سے کچھ بن نہ آئی وہان سے
جیپور چلا گیا راجہ جگت سنگھ والی جیپور نے استقبال کیا اور اُس کو اپنا مہمان رکھا
گیا دستار بدلی اور راجہ کی ماں نے وزیر علی خان کو اپنا بیٹا بنایا۔ کپتان کولنس
رزیڈنٹ مہاراجہ سیندھیا نے راجہ جیپور کو لکھا کہ تم وزیر علی کو ہمارے حوالے
کردو تو ہم تمکو بہت سے روپے دینگے۔ راجپوتون کا اگرچہ یہ دھرم ہے کہ جو شخص اُن
کی پناہ مین آئے خواہ وہ قاتل ہی کیون نہو اُسکو کبھی دشمن کے حوالے نہین کرتے
مگر یہ وقت تو وہ انقلاب کا تھا کہ سارے دھرم کرم اپنی جگہ پر نہ تھے راجہ نے
دیکھا کہ مزد بدنامی مین زر وجواہر ہاتھ لگتے ہین اسلیے اُسنے کچھ اس کا دھیان
نہین کیا کہ ہمیشہ کو کلنک کا ٹیکہ لگے گا سرکار انگریزی سے روپیہ اور وزیر علی
سے جواہر لے کر ۱۸۰۰ء مین اُس کو اس شرط کے ساتھ حوالے کردیا کہ وہ جان سے
نہ مارا جائے نہ اُسکے پانؤن مین بیڑیان پڑین مہمان کی مہمانداری کا یہ حق ادا کردیا
کہ اُس کی جان بچادی انگریزون نے وزیر علی کو پالکی مین بٹھا کر دونون طرف
قفل لگا دیے اور ڈاک کے ذریعہ سے کلکتے کو بھیجدیا ٹاڈ صاحب نے تاریخ راجستان
مین لکھا ہے کہ ایک امر جس نے زیادہ تر بے اعتباری ہماری پیدا کی ہمارا
چھین لینا وزیر علی کا پناہ جیپور سے تھا جس سے ایک داغ بدنامی کچھواہہ کے
نام کو لگا جب کوئی مجرم یا بد نصیب پناہ لیتا ہے تو راجپوتون کے نزدیک
وہ فعل مذہبی تصور کیا جاتا ہے اس قاعدے کا انفساخ ہمنے جبراً جیپور سے
کرایا گو وہ اُس زمانے مین ہمارا مطیع نہ تھا یہ کوئی عذر بے جا نہین ہوسکتا کہ

پناہ گیر یعنی وزیر علی قاتل اور مجرم علت قتل تھا ہم کچھ استحقاق اُسکے طلب کرنیکا نہین رکھتے تھے تحفۂ راجستان مین لکھا ہے کہ راجہ جگت سنگھ نے سرکار انگریزی کے ساتھ عہدنامہ قبول کیا جسکی وجہ سے نواب وزیر علی کو انگریزونکے حوالے کرکے بہت بدنامی اُٹھائی اسپر بھی انگریزی سرکار نے لڑائیونمین مصروف رہنے کے سبب جیپور کو اُسکی قسمت پر چھوڑ دیا اور اُسکو مرہٹہ اور پنڈارون نے بہت تباہ کیا ریاست نے انگریزی سرکار کو مطلب کا پابند خیال کرکے ۱۸۰۳ء کے عام عہدنامے سے انکار کیا وزیر علی کلکتے کے قلعہ مین ایک تنگ کوٹھری مین قید رہا مگر پلنگ اُسکو ملتا تھا ساتھیونمین سے بعض کو بنارس مین پھانسی ملی بعض قید ہوکر جلاوطن ہوے وزیر علی کو کھانا ہندوستانی باورچیونکے ہاتھ کا پکایا ہوا دیا جاتا تھا آخرکار بیمار ہو گیا یونانی حکیمون اور انگریزی ڈاکٹرونکا معالجہ سودمند نہوا اُسی قید مین ۳۶ سال کی عمر مین جون ۱۸۱۷ء مطابق شعبان ۱۲۳۲ہجری مین ۱۷ سال ۳ ماہ ۱۴ دن قید رہکر انتقال کیا جنازے کے ساتھ لکھنو کے سب چھوٹے بڑے آدمی تھے چندمدت تک قبر بےگار رہا پھر چھوٹا سا مقبرہ ہوا دیا جو کاشی باغان مین ٹیپو سلطان کے کسی بیٹے کی قبر کے پاس ہے اُسکی لوح قبر پر یہ اشعار کندہ ہین۔

وزیر عہد و وزیر علی آصف جاہ
چو سوے خلد برین رفت زین سرائے غرور

ز دیم غوطہ بدریاے فکر تا آریم
بدست گوہر تاریخ مہر آن مغفور

بگوش آمدہ ناگہ بشور و شیون و شین
نواے واے دریغا ز جن و انس و طیور

وزیر علیخان گو طفل مزاج تھا مگر شجاعت و ہمت مین جوان بےنظیر تھا بھاگتے وقت اکثر جگہ ہزارون سوارون کے غول مین سے تن تنہا بزور شمشیر مقابلہ کرتا ہوا نکلگیا اور جسوقت دریاے گھاگرہ پر پہونچا تو فوج انگریزی بھی صورت موج قدم بقدم جا پہونچی مگر اُسنے کمال جلادت اور جرأت کے ساتھ گھوڑیکا کمربند کاٹ کر پانی مین ڈالدیا اور پار اُترا پہاڑ اور جنگلونمین اکیلا اُترا اور تیور و نیر پر نہین آیا ایکدن قیدخانہ کلکتہ مین پلنگ پر لیٹا ہوا تھا کہ اُسکے گلے کی مالا کا ڈورا ٹوٹ گیا اور دانے زمین پر بکھر گئے وزیر علی نے ایک دانہ اُٹھاکر جسطرح

لڑکے گولی کھیلتے ہین اُسکو اُنگلیونکے زور کے ساتھ دیوار پر مارا اُسکی آواز سُنکر بہت خوش ہوا وہ کئی بیش قیمت دانے اسطرح مار مار کر توڑ ڈالے اُسوقت آبدار پانی پلانیکے واسطے حاضر تھا اُسنے یہ حال دیکھکر کہا کہ باقی دانے مجھے دیدیے جائین مرزانے وہ موتی جو کئی ہزار روپے کے تھے دیدڈالے تذکرہ حکومتہ المسلمین مین ہے کہ وزیر علیخان کے مرنے کے بعد انگریزون نے محمد علیخان وغیرہ ابناے وزیر علیخان کے واسطے چھ سو روپیہ درماہہ اس تفصیل کیساتھ تجویز کیا کہ تین سو محمد علیخان کے نام اور تین سو اُسکے چھوٹے بھائی اور زوجہ وزیر علیخان کے واسطے مقرر کیا اور مونگیر مین رہنے کا حکم دیا لیکن اُسکی زوجہ مونگیر مین نرہی اور لکھنؤ مین آکر ابراہیم علیخان کے بیٹے مرزا بھورا کے ساتھ نکاح کرلیا بعض نے لکھا ہے کہ اُس عورت کیلیے چھ سو روپیہ ماہوار سرکار انگریزی سے مقرر ہوا۔ مرزا بھورا کے بعد یہ تنخواہ اُسکے فرزندون پر مقرر رہی اور وزیر علی کے بیٹے بھی جو خاص اُسکے نطفے سے تھے کچھ پاتے تھے اور اُس عورت کا زیور جو ایک صندوقچے مین تھا مرزا بھورا کے تصرف مین آیا۔

وزیر علیخان شعر بھی کہتا تھا ایک غزل اُسکی یہان لکھی جاتی ہے جو اُسنے اپنی مصیبت کی حالت مین کہی تھی تخلص وزیری کرتا تھا

جون سبزہ رُندے آتے ہی پیرونکے تلے ہم | اس گردشِ افلاک سے پھولے نہ پھلے ہم
روتے ہین شب و روز اسی فکر سے یارب | غنچے کی طرح باغ مین گُل ہو نہ کھلے ہم
ارمان بہت رکھتے تھے ہم دل کے چمن مین | بیٹھے نہ خوشی سے کبھی سائے کے تلے ہم
جس گُل پہ نظر کرتے ہین آتا ہے نظر خار | گُلشن کے پلے جاتے ہین کانٹونمین رلے ہم
ہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے | نرگس کے نہالو نمین تھے آصف کے پلے ہم
افسوس کہ اس دل کا کنول کھلنے نہ پایا | کوئی دن مین چلے جاتے ہین ماٹی کے تلے ہم
اب پہلے ہی آغاز مین پامال ہوے ہین | فریاد کرین کس لئے قسمت کے جلے ہم
دکھ اپنا عبث کہتے ہین بیدرد کے آگے | بے بس جو جہان آگرے ہرگز نہ ٹلے ہم
زندان مصیبت مین بھلا کس کو بلائین | رہتے ہین وزیری ہی سے دن رات بلے ہم